مصباح الخطیب
www.KitaboSunnat.com
ابوالحسن عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ
خادم السنۃ النبویہ الشریفہ
دارالقدس
DAR-UL-QUDAS

مصباح الخطیب

مصباح الخطیب
کتاب و حکمت کے انمول موتیوں کا شاندار انتخاب
ابوالحسن عبدالمنان راسخ
خادم السنۃ النبویہ الشریفہ

نام کتاب: ...... مصباح الخطیب

مؤلف: ...... ابوالحسن عبدالمنان راسخ

ناشر: ...... دارالقدس پبلشرز

دارالقدس پبلشرز

الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔

Ph: 042-37221565

Mob: 0300-7452885

فہرست مضامین

پہلا خطبہ

اللہ پاک ہے

دوسرا خطبہ

الحمدللہ معانی اور فوائد

تیسرا خطبہ

کیا ہم حقیقی مسلمان ہیں؟

چوتھا خطبہ

اچھی نیت کے فوائد

پانچواں خطبہ

نیت کی برکت سے قرض کی ادائیگی

چھٹا خطبہ

ایک وظیفہ دس فائدے

ساتواں خطبہ

برکت کیسے ملے گی؟

آٹھواں خطبہ

ایسی نماز جو کسی کام کی نہیں

نواں خطبہ

غریبوں کا حج

دسواں خطبہ

والدین کی خدمت کے فوائد

گیارہواں خطبہ

آیئے! اپنے گھروں کو اسلامی بنائیں

بارہواں خطبہ

خطرناک گناہ اور اس کی تباہ کاریاں

تیرہواں خطبہ

اللہ کی طرف سے جنت کی گارنٹی پانے والے

چودہواں خطبہ

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جنت کی گارنٹی پانے والے

پندرہواں خطبہ

اہل بیتؓ اور اہل حدیث

سولہواں خطبہ

محبتِ حسنین ؓ اور اس کے فوائد

سترہواں خطبہ

اٹھارہواں خطبہ

انیسواں خطبہ

یاد رہے! مصنف کے خطبات پر مشتمل موضوع پر دوسری کتب،
''خوشبوئے خطابت'' اور ''منہاج الخطیب'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

دعائے خیر
باکردار صالح نوجوان شیخ مکرم
حمزۃ الرحیلی
آف مدینہ
کے لیے
کہ جن کے علم وعمل اور کردار کے نور سے میری زندگی کی تاریک راتیں
روشن ہوئیں اور آپ کی وساطت سے قرآن مجید کی سچی محبت نصیب ہوئی۔
اللہ تعالیٰ آپ کو دین ودنیا کی تمام برکات سے نوازے۔
تلمیذہ

گزارشاتِ راسخ

گزارشاتِ راسخ

الحمدللّٰہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی الہ وصحبہ ومن تبعہ باحسان الی یوم الدین امّا بعد ..!

انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہدایت کو پالینا ہے ہم سب اللہ تعالیٰ کے حد درجہ شکر گزار ہیں کہ اس رحیم وکریم نے ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب فرمائی اور اس سے بڑھ کر اس نے اس دین کی نعمت کو آگے پہنچانے کے لیے ہمارا انتخاب فرمایا، یہ اونچی شان اور اعلیٰ مقام ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ ذالک فضل اللہ۔

ہدایت کی طرف بلانے والوں کا سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ وہ اپنے عمل اور کردار سے واضح کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں، کردار اور گفتار میں اعلیٰ نمونہ پیش کریں تاکہ ہر کوئی ان جیسا بننے کی خواہش کرے۔ ایک معاشرہ میں رہتے ہوئے ہدایت یافتہ خطیب اور بے عمل آدمی میں نمایاں فرق نظر آئے۔ جب ہدایت کے داعی اور خطیب خود بے عمل یا بدعمل ہوں تو اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جہاں لوگ ہدایت کے داعی سے بدگمان ہو جاتے ہیں وہاں ہدایت قبول کرنے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔

نیک جذبہ کے تحت ہم اپنی ہر کتاب کے شروع میں تربیتی نکات پر مشتمل ایک جامع مقدمہ تحریر کرتے ہیں اور میدان خطابت میں مروّجہ کوتاہیوں کی مثالوں

کے ساتھ نشانہ ہی کرتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے اور الحمدللہ! رب العالمین کا خاص فضل ہے کہ ہم بے جا تنقید اور تبصروں پر صبر کرتے ہیں، خطیب اور میدانِ خطابت کی تطہیر کے لیے سب کچھ سننے کو تیار رہتے ہیں اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے یہی دعا رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے باکردار خطبائے کرام کو دین و دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے اور ہماری صحیح باتوں کا غلط مطلب لینے والوں کو کامل ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

ہماری یہ کتاب ''مصباح الخطیب'' خطبائے کرام کے لیے تیسری کاوش ہے، الحمدللہ! اس سے قبل ''خوشبوئے خطابت، منہاج الخطیب'' قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہیں۔ ہماری ان کتابوں میں یہی کوشش رہی ہے کہ منفرد اصلاحی مضامین پر سیر حاصل مواد جمع کیا جائے اور مواد کو غیر ثابت روایات و واقعات سے بچا کر صحیح کتاب و سنت اور عقل و نقل کے عین مطابق تحریر کیا جائے۔ ہماری کسی کتاب میں کوئی ایک روایت ایسی نہیں ہے جو علی الاطلاق ضعیف ہو۔ نیز ہمارے نزدیک کسی ایک محقق کی رائے کے مطابق روایت کے ضعیف ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ روایت کلّی طور پر ضعیف ہو چکی ہے، نہ ہی کوئی فاضل محقق اپنی تحقیق کو حرفِ اخیر سمجھتا ہے، اپنی تحقیق کو زبردستی ٹھونسنے والے راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔ ہم الحمدللہ! حدیث کی تحقیق میں متاخرین ہی نہیں متقدمین کی آراء کا بھی مکمل احترام کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں متقدمین محدثین حد درجہ محترم اور قابل اعتماد ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی محنتوں کو قبول فرمائے اور ہمارا حشر انبیاء و رسل کے ساتھ کرے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عبدالمنان بن عبدالرحمن بن نیک محمد

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ
مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي
إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَإِلَيْهِ أُنِيبُ
''میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک ہو سکے اور مجھے توفیق تو اللہ ہی کی طرف سے ملی ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔'' [ھود:88]

خیر خواہی کا تیسرا سبق

ابتدائی خطبائے کرام کیلئے
خیر خواہی کا تیسرا سبق

قرآن مجید ہم سب کے لیے ہدایت کی کتاب ہے، اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا حکم ارشاد فرمایا کہ آپ اہل ایمان کو بھلائی کی باتوں کے ساتھ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ خیر کے ساتھ نصیحت کرنا ایمان والوں کو بہت زیادہ فائدہ دیتا ہے، جس دل میں ایمان ہوگا وہاں پر اچھی بات اور اچھی نصیحت بہت زیادہ اثر کرے گی۔ اسی جذبہ کے تحت ہم اپنے پیارے خطبائے کرام بھائیوں کے لیے خطبات سے قبل چند اچھی باتیں تحریر کرنا اپنے اوپر فرض سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری باتوں کو ہم سب کے لیے ذریعہ نجات بنائیں گے۔

اللہ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر اچھی تحریر عمل کے جذبہ سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پہلے مجھے پڑھیں!

معاشرے میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں:

① ...... بات کو سن کر اس کا مناسب اور بہتر مطلب لینے والے

② ...... بات کو سن کر اس کا غلط اور الٹ مطلب لینے والے

1 ...... پہلی قسم کے لوگ نہایت عظیم اور اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں، پاکیزہ اور نفیس لوگ ہر بات میں خیر کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور نکال لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ایسا شخص ہی سمجھدار ہے۔ جس شخص میں یہ خوبی نہ ہو وہ سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن بارگاہِ الٰہی میں عقل مند نہیں ہو سکتا۔

آیئے!...... اس بات کو کلامِ الٰہی سے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ ﴾ [زمر: 18]

''جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں، پھر اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی عقل والے ہیں۔''

کیا آپ انہی عقل مند لوگوں کی صف میں شامل ہیں......؟ اپنے رویے اور کردار کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمائیں اور پھر آگے مطالعہ کریں......!

ہم نے اپنی دونوں کتابوں ''خوشبوئے خطابت، منہاج الخطیب'' کے شروع میں اپنے ابتدائی خطبائے کرام کے لیے کئی مفید باتیں تحریر کرتے ہوئے مروجہ بعض کوتاہیوں کی نشاندہی کی ہے۔ الحمدللہ تقریباً سینکڑوں اہل علم اور اہل زباں نے ہمیں بہت زیادہ مبارکباد دیتے ہوئے ہماری بہت زیادہ حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور بعض پاکیزہ سوچ رکھنے والے باکردار خطبائے کرام نے دونوں کتابوں کے مقدمے کو الگ سے شائع کرنے کی تجویز بھی دی۔ بہر صورت ہمیں ہمارا مقصد حاصل ہوا کہ میدانِ خطابت میں اترنے والوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا اور روشنی کے سفر میں آگے بڑھے۔ اللہ تعالیٰ ایسے نیک فطرت اور صاحبِ بصیرت خطبائے کرام کو دین

دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں نصیب فرمائے۔ آمین!

❷ ...... دوسری قسم ان لوگوں کی ہوتی ہے کہ جب بھی کوئی حق بات ان کے سامنے آئے تو شیطان اس کو غلط معنی پہنا کر ان کے ذہنوں کو پھیر دیتا ہے اور وہ بات کے مثبت پہلو کو چھوڑ کر منفی پہلو کی طرف اپنی سوچوں کے گھوڑے دوڑا دیتے ہیں اور شیطانی فریب میں اس قدر جکڑے جاتے ہیں کہ ہر اچھی بات کے مقصد کو فوت کر کے اس کے مفہوم کو بگاڑنا اور اچھالنا ان کی زندگی کا معمول بن جاتا ہے۔

ایسے بیمار ذہن لوگوں نے اپنی نجی مجلسوں میں ہماری خوب خبر لی، اور ہمیں بہت کچھ کہا، نیتوں پر حملے کیے، مقاصد کو پس پشت ڈال دیا، سمجھنے سیکھنے اور بدلنے کی بجائے ہٹ دھرمی پر اتر آئے...... بہرحال ایسا کرنے والوں نے سوائے اپنے اعمال کی تباہی کے ہمارا ذرہ بھر نقصان نہیں کیا۔ کیونکہ عزت و ذلت کے سارے اختیارات بیمار ذہن، چغلخوروں کے پاس نہیں، بلکہ مالکِ کائنات، خالق ارض وسماء کے پاس ہیں۔

ہم اپنے تیسرے مجموعہ خطبات کے مقدمہ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں توحید وسنت کا ہر داعی اور خطیب حد درجہ محترم ہے اور جن کوتاہیوں کی ہم نے نشاندہی کی ہے ان میں سے 99 فیصد خامیاں اہل بدعت اور اہل ماتم میں ہیں۔ اور ہماری جماعت کے خطبائے کرام الحمدللہ بہت حد تک ان سے محفوظ ہیں، اپنی کتاب میں ان خامیوں کا ذکر کرنا صرف اور صرف بطورِ انتباہ ہے اور اگر بعض سنگین کوتاہیوں کی نشاندہی خیر کے جذبے سے کر دی جائے تو ہمارے نزدیک وہ بھی اعلیٰ ترین عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطانیت کے غلبے سے بچا کر ایمانی اوصاف سے مزین ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خطبائے کرام معصوم نہیں ہیں:

ہمارے عقیدے کے مطابق معصوم عن الخطاء صرف اور صرف انبیاء ورسل علیہم السلام ہیں، ان کے علاوہ ہر کسی سے ہر قسم کی غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔ اور بالخصوص موجودہ حالات میں جب کہ ہر طرف حرص وہوس اور گمراہی کا غلبہ ہے، جذبات میں آجانا، زبان کا ناروا استعمال کرنا اور دورانِ خطاب وہ کچھ کہہ جانا کہ غضبِ الٰہی بھڑک اٹھے...... یہ سب کچھ ممکن ہے بلکہ اب تو یہ روٹین کے معاملات بنتے جارہے ہیں۔ اور بعض خطبائے کرام کی زبانیں تلوار سے زیادہ کام کر رہی ہیں جہاں وہ جاتے ہیں سوائے لڑائی جھگڑے اور بدگمانی کے بیج بونے کے کچھ نہیں کرتے۔

میدان خطابت میں اترنے والے میرے پیارے بھائی......! خود کو گنہگار سمجھتے ہوئے ہمیشہ اپنی اصلاح کی کوشش کیا کریں، منبر پر بیٹھنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ معصومیت کی کرسی پر بیٹھ گئے ہیں، آپ سے کوئی غیر شرعی اور غیر اخلاقی جملہ نہیں نکل سکتا...... احتیاط کریں اور جس قدر ممکن ہو ہر قسم کی بے باکی اور آوارگی سے اپنے آپ کو بچائیں۔ خود کا محاسبہ جاری رکھیں، اپنے آپ کو معصوم عن الخطاء نہ سمجھیں،

ایک مسلمان دانشور کا کہنا ہے کہ میرا سب سے بڑا محسن وہ ہے جو مجھے میرا عیب بتلائے، تا کہ میں روزِ جزا اللہ کی عدالت میں ذلت سے بچ جاؤں‘‘

یاد رہے......! ہٹ دھرم، ضدی اور خود کو معصوم عن الخطاء سمجھنے والا خطیب اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کبھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اختلاف کو ذریعہ نفاق نہ بنائیں:

جس طرح ہر شخص کی رنگت، قد کاٹھ دوسرے سے مختلف ہے، اسی طرح رائے بھی ایک دوسرے الگ الگ ہوتی ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ آپ کے نقطہ نظر اور

موقف سے ہر کوئی اتفاق کر لے، آپ اچھے طریقے سے اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے صرف اور صرف حق کا اظہار فرمائیں، دوسروں پر سختی سے حق مسلط کرنے کی کوشش نہ کریں۔ [لست علیھم بمصیطر]

البتہ اگر آپ کے دل ودماغ میں حق منوانے کا بہت زیادہ جذبہ ہے تو حق منوانے کے لیے دوسرا مرحلہ کردار کا ہوتا ہے کہ آپ حق سنانے کے بعد اپنے مخالف کے سامنے ایسا مثالی کردار پیش کریں کہ وہ حق کو ماننے پر مجبور ہو جائے۔لیکن ہم جادو جیسا اثر رکھنے والے دوسرے مرحلے پر توجہ ہی نہیں کرتے اور ہم سنانے کے فوراً بعد......اب تو بعد کی بات بھی دور ہے ہم تو سناتے ہوئے بھی ایسا انداز اور ایسے الفاظ بول جاتے ہیں کہ ابلاغ حق کی تمام راہیں ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتی ہیں۔

پیارے خطبائے کرام......!

جو شخص بھی آپ سے اختلاف کرے، اس سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے لیے دعا کریں' چہ جائے کہ ہر وقت تنقید کی بوچھاڑ کرتے ہوئے آپ اپنا اعمال نامہ ہی تباہ کر لیں۔اختلاف کو ذریعہ نفاق بنانے والے اہل علم کم ظرف اور کمینے ہوتے ہیں۔یہاں میں ایک بات بالکل واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث، جمعیت اہلحدیث اور جماعۃ الدعوۃ سب اہل حق ہیں، ہمیں نچی سطح پر معمولی اختلافات کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے کے خلاف ہرزہ سرائی نہیں کرنی چاہیے آنے والی بات مجھے بڑے صدمے سے تحریر کرنا پڑ رہی ہے کہ بعض خطبائے کرام کا رویہ باہم ایک دوسرے کے بارے میں اس قدر سخت ہوتا ہے کہ جیسے آپس میں کفر و اسلام کی جنگ ہے۔

خدارا......! معمولی اختلاف کو ہوا دے کر اس کو ذریعہ نفاق نہ بنائیں۔

ارادہ آخرت بنانے کا یا نوٹ کمانے کا؟

خطاب پر جانے سے قبل اپنی نیت کو اچھی طرح دیکھ لیں کہ آپ کا مقصد کیا ہے......؟ آپ بیوی بچوں اور اپنے آرام کو چھوڑ کر دور دراز علاقے میں کیا لینے جا رہے ہیں......؟ مقصد اللہ تعالیٰ کو خوش کر کے آخرت بنانا ہے یا صرف اور صرف نوٹ کمانا ہے......؟ اگر آپ کا مقصد آخرت بنانا ہے تو آپ سفر میں آنے والی ہر تشنگی پر بہت لطف محسوس کریں گے اور اگر آپ کا مقصد سہولیات لینا ہے، دنیا کمانا اور بنانا ہے تو پھر دین کی آڑ میں نوٹ کمانے والے دونوں جہانوں میں ذلیل ہوتے ہیں۔

مولانا منظور احمد حفظہ اللہ ایک خطاب سے واپس آئے تو جلسے والوں نے نہ ہونے کے برابر خدمت کی جو کہ کار کے کرائے سے بھی کم تھی، ساتھ بیٹھنے والے ساتھی نے سختی کے ساتھ واپس جا کر ان سے زیادہ رقم لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو شیر پنجاب فرمانے لگے: آرام سے بیٹھ جاؤ......! میں نوٹ کمانے گھر سے نہیں نکلتا......! میں تو صرف اس لیے گھر سے نکلتا ہوں کہ چار بندے جنازے میں پہنچ جائیں اور میری آخرت بن جائے......! اللہ اکبر

ذی وقار خطبائے کرام......! اخلاص سے کی جانے والی خطابت ایسی اعلیٰ عبادت ہے کہ اس کا ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ مخلص خطیب کے کسی بول کو زمین پر نہیں رہنے دیتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بیان کے ایک ایک موتی کو اپنی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے لاکھوں فرشتوں کو دنیا میں پھیلا رکھا ہے جس خطاب پر آپ کی خدمت شایان شان نہیں ہوئی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی عزت نہیں کی گئی یا پروگرام ناکام رہا ہے بلکہ ایسا اخلاص بھرا بیان تو اللہ کے ہاں اتنا قیمتی ہے کہ اس نے آپ کے ایک ایک بول کو تولنے کے لیے ترازو نصب کر رکھے ہیں جس میں آپ کے بیان کو پورا پورا تولا جاتا ہے اور آپ کے بیان کی ایک رتی کو بھی ضائع

نہیں کیا جاتا۔ سبحان اللہ......! بتائیں اس سے بڑھ کر شان کیا ہو سکتی ہے......؟

زکوٰۃ لینے سے بچیں:

زکوٰۃ کے مصارف صرف آٹھ ہیں اور محتاج لوگوں کا حق ہے۔ فی سبیل اللہ سے مراد اکثر مفسرین کے مطابق جہاد فی سبیل اللہ ہے لیکن اگر اس میں وسعت کرتے ہوئے بعض دینی کاموں کو بھی فی سبیل اللہ میں شامل کر دیا گیا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ فی سبیل اللہ کی آڑ میں زکوٰۃ کے مال کو بے دریغ اڑا دیا جائے۔ آج کل تو زکوٰۃ کے مال سے ایسے ایسے تکلفات کیے جاتے ہیں اور ایسی ایسی سہولیات اٹھائی جاتی ہیں کہ درمیانی سطح کے تاجر حضرات ان سہولیات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے جو خطبائے کرام صاحبِ ثروت ہیں، ذاتی مکان اور ذاتی گاڑی کے مالک ہیں اور ماشاء اللہ ماہانہ آمدنی بھی ہے تو ان کی خدمت میں بڑے ہی ادب سے گزارش ہے کہ وہ حتی المقدور زکوٰۃ فنڈ سے خدمت نہ لیں۔ کیونکہ قرآن وحدیث اور ہمارے کبار مشائخ کی رائے کے مطابق ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

جماعت کے مخلص غرباء کو بھی اہمیت دیں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ نیکی کی بنیاد پر غریب، ضعیف اور بظاہر معمولی حیثیت کے بندوں کو عزت، محبت اور قدر کی نگاہ سے دیکھیں، ان کے جذبات کا احترام کریں ان کو اپنا جان کر ہمیشہ ان کے لیے اپنی نوازشات کا سلسلہ جاری رکھیں۔ غریب اور ضعیف مسلمانوں کی قدر دانی اور محبت حد درجہ ضروری ہے۔ اس کا اندازہ آپ مندرجہ ذیل آیت سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو کیسے اسلوب سے مخاطب فرمایا ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

''اور تم ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کرو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، ان کے حساب میں سے کسی چیز کا بوجھ تم پر نہیں اور تمہارے حساب میں سے کسی چیز کا حساب ان پر نہیں، لہٰذا اگر انہیں دور ہٹائیں گے تو بے انصافوں میں شمار ہوں گے۔'' [الانعام:52]

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ [ق:28]

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جمائے رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں جو اس کی رضا کے طالب ہیں۔ تمہاری آنکھیں دنیاوی زندگی کی رونق کی خاطر ان سے ہٹنے نہ پائیں اور تم ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔''

اور اسی طرح [عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى] کا شانِ نزول، پس منظر اور تہہ منظر آپ نے کئی مرتبہ بیان کیا ہوگا اور یقیناً آپ کو یاد ہوگا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

خلیفہ بلافصل امام المسلمین سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:

يَا اَبَابَكْرٍ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ

[صحیح المسلم:2504]

''اے ابوبکر! اگر تو نے ان مخلص غرباء کو ناراض کر دیا ہے تو یاد رکھ! تو نے اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا ہے۔'' اللہ اکبر!

ان تمام نصوص کے پیش نظر خطبائے کرام پر فرض ہے کہ وہ غریب اور مخلص ساتھیوں کو محبت کی نظر سے دیکھیں، ان کو پروگرام کا وعدہ دیتے ہوئے جہاں فراخ دلی کا مظاہرہ کریں وہاں پروگرام میں حاضر ہونا 100 فیصد یقینی بنائیں، وعدہ دے کر عین موقع پر چکر دے دینا بہت بڑی ناانصافی ہے اور ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے۔

براہِ کرم......! مخلص غرباء کو نازنخرے اور تکلفات دکھائیں نہ ہی ان پر مطالبات کے بوجھ ڈالیں۔ وگرنہ جہاں عرش پر داتا ناراض ہوگا وہاں تمہاری زندگی کا حقیقی نور بھی ختم کر دیا جائے گا۔ فتدبر فی ھذا القول واعمل بہ

چولی چُک نہ بنیں:

بعض خطباء کے دل میں ایک دبی خواہش ضرور ہوتی ہے کہ میری عزت ہو اور میرے پروگرام زیادہ سے زیادہ ہوں اور وہ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے مختلف جعلی حربے استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک حربہ یہ ہے کہ وہ سینئر حضرت صاحب کے اندھے معتقد بن جاتے ہیں، یعنی ادب واحترام اور ان کی اندھی عقیدت میں ان کے سفید، سیاہ سب کو صحیح کہنا شروع ہو جاتے ہیں اور ہمہ وقت سینئر حضرت صاحب کے سامنے ان کے فضائل بیان کرنا اور دوسرے خطبائے کرام کی تذلیل کرنا اپنا فریضۂ منصبی سمجھتے ہیں۔ اکثر وقت چغل خوری کا بازار گرم رہتا ہے،

شاید ہی کسی شریف اور اللہ والے خطیب کی عزت محفوظ رہے۔

میدان خطابت میں قدم رکھنے والے پیارے بھائی......!

اس طرح کے گورکھ دھندوں میں وقت برباد نہ کرو، اگر آگے بڑھنے کا عزم محکم ہے تو علم میں محنت کرو اور تنہائی کے نیک عمل میں حسن پیدا کرو۔ انشاء اللہ الرحمن مستقبل میں میدان آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ باذن اللہ

ہم آپ کو بڑوں کے ادب واحترام اور خدمت کرنے سے منع نہیں کرتے، ہم تو صرف ناجائز ''ٹی سی'' کرنے سے باز رہنے کی نصیحت کرنا چاہتے ہیں۔ ایک مجلس میں ایک حضرت صاحب نے عقل ونقل کے خلاف حد درجہ جاہلانہ بات کر دی، ہمارے ساتھ ایک باوقار عالم دین بھی تشریف فرما تھے، انہوں نے بڑے اچھے انداز میں اس کا رد کرنا چاہا تو فوراً حضرت صاحب کے لاعلم حمایتی پکار اٹھے:

نئیں نئیں......! پا جی نے صحیح آکھیا اے...... اللہ اکبر!

علم دوست بنیں:

خطابت کی راہ علم وعمل اور دعوت کی راہ ہے، انبیاء ورسل کی یہی راہ تھی اور یہی راہ سب سے پاکیزہ اور اعلیٰ ہے، امت کی اصلاح کی ذمہ داری سب سے اہم ذمہ داری ہے اور جس خطیب صاحب نے یہ ذمہ داری اٹھائی ہو اس پر سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ علم میں رسوخ حاصل کرے، علم کو سمجھنے، سیکھنے اور اس کو بڑھانے میں ہمہ وقت مصروف رہے، کثرتِ علم کی ضرورت رسول اللہ ﷺ بھی محسوس کرتے تھے اسی لیے تو آپ ﷺ یہ دعا فرماتے تھے: ''رب ذدنی علما''

میدان خطابت میں آنے سے قبل اپنی تعلیم مکمل کریں بلکہ اعلیٰ تعلیم حاصل کریں اس میدان کو ہمیشہ سے علم وفضل کے ماہرین کی ضرورت رہی ہے اور جب

آپ کا علم مضبوط ہوگا تو آپ خطابت میں بہت زیادہ لطف اور لذت محسوس کریں گے اور آپ کا سارا وقت علمی نکات کی جستجو میں صرف ہوگا۔ اب تو کمپیوٹر کا دور ہے، مضمون کی تیاری اور مواد کو جمع کرنا سوچ سے زیادہ آسان ہو چکا ہے اور اسی طرح روزمرہ پیش آمدہ مسائل پر مشتمل فتاویٰ جات بھی شائع ہو چکے ہیں جن کا مسلسل مطالعہ کافی حد تک آپ کی علمی پیاس بجھا سکتا ہے۔ اور کئی مشائخ کے تحقیقی مقالات بھی کتابی شکل میں موجود ہیں جن کا باقاعدہ مطالعہ قاری کو ثقہ عالم دین بنا دیتا ہے۔

یاد رکھو......! علم چور خطیب بہت جلدی بے عملی کا شکار ہوتے ہوئے دنیا کا حریص بن جاتا ہے اور جب کہ مطالعہ کی وسعت دل میں تقویٰ اور تواضع پیدا کرتی ہے۔ علم کو صرف بطورِ لٹریچر پڑھنے پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ اس کو حلق سے نیچے اتاریں، دل میں جگہ دیں اور اس پر غور و فکر کریں، اس سے آپ کو جہاں روحانی سکون نصیب ہوگا وہاں آپ کی خطابت میں علم و حکمت اور دانائی کے چشمے جاری ہو جائیں گے۔ باذن اللہ تعالیٰ۔

اپنی بڑائی دکھانا انتہائی بری حرکت ہے:

یہ ضروری نہیں کہ ہر خطیب آپ کی سوچ اور آپ کے معیار کے مطابق تقریر کرے، تقریر ہو رہی ہو تو فوراً اس پر تنقید کی بوچھاڑ کرنے کی بجائے خاموشی سے سماعت فرمائیں اور بعد میں متعلقہ خطیب کو مل کر یا فون کرتے ہوئے اس کی اصلاح فرما دیں۔ آپ کے اس انداز کے دو فائدے ہوں گے۔ (۱) یہ آپ کے خیر خواہ اور صالح مزاج ہونے کی دلیل ہے اور آپ کے اس طرزِ عمل سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں گے۔ (۲) متعلقہ خطیب مستقل بنیادوں پر اپنی اصلاح کرتے ہوئے ہمیشہ کے لیے آپ کا قدردان اور آپ کے لیے دعا گو رہے گا۔ ان شاء اللہ

اگر آپ اس کے برعکس ایک طرف تقریر ہو رہی ہو آپ دوسری طرف مقرر کے متعلق توہین آمیز یا غیبت خوروں والا انداز اختیار کریں گے تو اس کے دو نقصان ہیں: ① یہ آپ کے شرارتی ہونے کی دلیل ہے اور آپ کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ بھی آپ سے ناراض ہے۔ ② متعلقہ خطیب کو جب آپ کی اس بری حرکت کا علم ہوگا تو وہ آپ کو کبھی بھی احترام کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ کئی مرتبہ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے خطاب پر تنقید کرنے والے ناقد صاحب خود مسئلہ کی حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں اور وہ بغیر سوچے اور دیکھے تنقید کا پنڈورا کھول دیتے ہیں۔ آپ یقین مانیں آج کل ہر جماعت میں نقد کرنے والے تیز مزاج خطیب موجود ہیں اور ان کی اپنی علمی حالت یہ ہوتی ہے کہ عربی ادب کی ایک لائن بھی قواعد کے مطابق درست نہیں پڑھ سکتے۔ حتیٰ کہ قرآن کی ایک آیت بھی قواعد کے مطابق اچھی ادائیگی سے پڑھنا ان کے بس کی بات نہیں لیکن وہ دوسروں پر تنقید کرنے میں شیر ہوتے ہیں۔

ہم ایک واقعہ بطورِ نمونہ پیش کرتے ہیں تاکہ بات کو سمجھنا اور اصلاح کر لینا آسان ہو۔ سٹیج پر خطاب ہو رہا تھا اور ایک خطیب صاحب بڑے ہی پر سوز انداز میں خطابت کے جوہر دکھلا رہے تھے اور ساتھ کمرے میں ایک خطیب صاحب اپنے ساتھیوں سمیت تشریف فرما خوش گپیوں میں مصروف تھے اور ان کے کانوں میں تقریر کی آواز بھی پڑ رہی تھی، اچانک رکتے ہوئے انہوں نے تقریر کرنے والے خطیب پر تنقید شروع کر دی، ''یہ بھی کوئی بیان کرنے کا طریقہ ہے، ایسے الفاظ تو درست ہی نہیں'' وغیرہ وغیرہ۔ انکی تنقید میں حد درجہ کا تمسخر بھی شامل تھا اور وہ بیان کرنے والے خطیب کی تذلیل و تنقیص میں انتہا کو چھو رہے تھے، ہم میں سے ایک صاحب کہنے لگے: مولانا! ان کی بات تو بالکل درست ہے اور الفاظ پر بھی کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے اور یہ خطابت کا حسن ہے، خطیب کے لیے اس قدر تفنن بالکل جائز اور

درست ہی نہیں بلکہ یہ علم بیان کا حصہ ہے۔ یہ باتیں سنتے ہی خطیب صاحب پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ فرمانے لگے: اچھا واقعتہً ہی ایسا ہے......؟ چلو خیر کوئی بات نہیں!

ذی وقار خطبائے کرام! ہمیں حیرت ہے ایسے خطباء پر جو بغیر سوچے سمجھے دوسرے خطباء کا تمسخر اڑاتے ہوئے ان پر ناجائز تنقید کرتے ہیں اور اپنی گفتگو سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ساری خطابت اور تحقیق کا ٹھیکہ ہمارے پاس ہے اور باقی سب بدُّو ہیں۔ اللہ کے بندو!...... صحیح معنوں میں عالم اور خطیب وہ ہے جو متانت، سنجیدگی اور خیر خواہی کا پیکر ہو۔ ہمہ وقت شغل مذاق اور توہین آمیز تبصروں سے محفل کو گرما کر رکھنے والے حد درجہ کمینے اور کم ظرف لوگ ہوتے ہیں۔

علم اور راگ کے پکے اور کانوں کے کچّے:

ایک چغل خور اور بیمار دل منافق آدمی انگلی سے پکڑ کر جدھر مرضی لے جائے......! نہیں......! ایسا نہیں ہونا چاہیے، چغل خور خیر خواہ ہوتا ہے اور نہ ہی سچا، اگر وہ خیر خواہ ہوتا تو چغلی نہ کرتا اور اگر وہ سچا ہوتا تو آپ سے آگے نہ بتانے کے وعدے نہ لیتا۔ اپنے عالم اور خطیب کے متعلق سنی سنائی، غیر اخلاقی یا کوئی غیر شرعی بات سننے کو ملے تو فوراً سن کر توبہ توبہ کرنے کی بجائے اس کی تردید کریں، چغل خور کی حوصلہ شکنی کریں اور اگر واقعتہً آپ کو دوسروں کی باتوں میں دلچسپی لینے کی عادت ہے تو پھر جس کے متعلق بات ہوئی ہے اس سے مل کر اچھی طرح تحقیق کر لیں۔

ہم نے عملی طور پر دیکھا ہے کہ بڑے بڑے علم و فضل والے کانوں کے بہت کچّے ہوتے ہیں، اڑتی ہوئی بات، سنی سنائی بات اور ایک چغل خور کی بات کو وحیٔ الٰہی سمجھ کر یقین کر لیتے ہیں، ساری زندگی انقباض اور بدگمانی کا شکار رہتے ہیں اور نتیجۃً وہ اپنے روحانی نقصان کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر پاتے۔ اپنے حلقۂ مریداں میں قہقہے لگا

کرا پنے ہم منصب علما وخطباء کی تذلیل کرنے والے مردار خور ہیں۔ اور مردار خور قوم کسی کا رزق کم کرسکتی ہے اور نہ ہی کسی کو عالی رتبے سے گرا سکتی ہے۔

(1)......ایک حضرت صاحب بھری مجلس میں فرمارہے تھے:

جی......! علماء کا بھی کوئی حال نہیں ہے۔

بھئی کیا ہوا......؟ آپ نے علماء میں کیا دیکھ لیا ہے......؟

دیکھنا کیا ہے، بس یہ لوگ دین کے نام پر دکانداریاں کرتے ہیں، فلاں عالم صاحب ملک اور بیرون ملک سے اپنے ادارے کے لیے چندہ اکٹھا کرتے اور بڑی پارٹیوں سے سالانہ فنڈز لیتے ہیں اور صدقات وخیرات کے فنڈ سے کتب شائع کرکے مفت تقسیم کرنے کی بجائے ان کتابوں کے ساتھ تجارت کرتے ہیں اور مہنگے داموں مکتبات پر فروخت کرتے ہیں، کیا یہ ظلم نہیں ہے......؟

حضرت صاحب جس بات کو غلط رنگ دے کر بیان کررہے تھے ہم میں سے چند احباب نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ادارہ والے کئی ایک کتب اہل علم میں فری تقسیم کرتے ہیں اور جو کتب فروخت کی جاتی ہیں ان کا نفع آئندہ شائع ہونے والی کتاب یا ادارہ کی دیگر ضروریات پر لگا دیا جاتا ہے۔

اب آپ بنظر انصاف بتائیں......! اس میں کیا ظلم ہے......؟ لیکن افسوس! کہ ایسی باتیں بنانے والے بھی مولوی حضرات ہی ہوتے ہیں۔ اناللہ

(2)......ایک مجلس میں بات ہورہی تھی کہ فلاں خطیب صاحب بڑے ہی سلجھے ہوئے اور اچھے خطیب ہیں، کیا کوئل نما آواز ہے کہ سامعین مست ہوجاتے ہیں، ابھی ایک صاحب نے یہ جملہ پورا ہی کیا کہ پاس بیٹھنے والے ایک حضرت صاحب فرمانے لگے: چھوڑو جی......! وہ بھی کوئی خطیب ہے......! وہ تو بدمعاش مولوی ہے۔ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور وہ بیچاری دربدر یہ ذلیل ہورہی ہے۔

ہم نے جب خطیب صاحب کے قریبی رشتہ داروں سے طلاق کی وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ عورت بے نماز اور بدزبان تھی اور مولانا کو مجبوراً طلاق دینا پڑی تھی۔

اللہ کے بندو...... ! یاد رکھو! بات سن کر فوراً بدگمان ہونے کی عادت چھوڑ دیں، اپنے ہم منصب بھائی کی عزت کے محافظ بنیں۔ وگرنہ آج جو آپ کے سامنے کسی دوسرے شخص کی تنقیص کر رہا ہے وہ کل کو ضرور بالضرور آپ کو بھی دوسروں کے سامنے ذلیل کرے گا اور آپ اس کے کارے وار سے کبھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

(3)...... ہمارے بڑے ہی محترم شیخ صاحب کے متعلق ایک قاری صاحب فرمانے لگے: شیخ صاحب کا نام تو بڑا ہے لیکن وہ سنتیں نہیں پڑھتے......؟ بس عین جماعت کے وقت آتے ہیں اور جلدی جلدی بھاگ جاتے ہیں۔

ہمیں یہ بات سن کر بڑی حیرت ہوئی کیونکہ ہمیں بن دیکھے سو فیصد اس بات کا یقین تھا کہ وہ لازماً تہجد کا اہتمام بھی فرماتے ہوں گے۔ اور ایسے ہی ہوا، گھریلو باوثوق ذرائع سے ہمیں معلوم ہوا کہ محترم شیخ صاحب نماز سے پہلے اور بعد کی سنتیں سنت کے عین مطابق گھر میں ہی ادا کرتے ہیں۔ سبحان اللہ!

ان مثالوں سے ہم صرف اور صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اپنے اندر پختگی پیدا کریں، کانوں کے کچے بندے کسی کام کے نہیں ہوتے، اپنے علماء وخطباء پر مکمل اعتماد رکھیں نہ کہ کوئی اڑتی ہوئی بات سن کر فوراً ان کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دیں۔ اللہ ہم سب کو سمجھنے اور بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وقار کا خول جب اترا:

تنہائی کی پاکیزگی بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کی واضح دلیل ہے اور جو شخص بلا جھجک تنہائی میں حدود اللہ پامال کرتا ہے وہ اچھی طرح جان لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے دھتکارا ہوا شخص ہے۔ خطیب کا باطن ظاہر سے زیادہ بہتر ہونا چاہیے۔
لیکن بڑے افسوس سے یہ بات نوکِ قلم پہ لا رہا ہوں کہ آج کل کے بعض خطباء کی تنہائی اور نجی مجلسوں کا معاملہ حد درجہ افسوسناک ہے، زبان اپنی، نہ ہی نگاہ میں حیاء۔ گویا کہ اپنے ہی ہم منصب بھائیوں کی عزتوں پر حملے کرنے والا خونخوار درندہ ہے۔

ہمیں یاد ہے کہ ایک حضرت صاحب ظاہر وضع قطع اور بیان کے اعتبار سے بڑے ہی باکردار محسوس ہوتے تھے ان کے ہم مسلک بھی انہیں بڑا مقام دیتے ہیں، ہمیں بھی ایک دفعہ ان کے ساتھ نجی محفل میں بیٹھنے کا موقع ملا...... اُقسم باللہ! وہ ابھی فکرِ آخرت کے موضوع پر ڈیڑھ گھنٹہ خطاب کر کے فارغ ہی ہوئے تھے کہ کھانے کی ٹیبل پر گفت وشنید کا سلسلہ شروع ہو گیا، کئی افراد میں ہم بھی ایک طرف کھانا کھا رہے تھے کہ آدھ پون گھنٹہ کی مجلس میں سوائے فضولیات ولغویات اور بے شرمی کی باتوں کے کوئی دوسرا لفظ زیرِ لب نہ لایا گیا اور حضرت صاحب اس مجلس کے ہیرو بن کر تشریف فرما تھے۔

پیارے ابتدائی خطبائے کرام......! خوش طبعی اور آوارگی میں بہت زیادہ فرق ہے، ہنسی مزاح اور لچر پن دو الگ الگ چیزیں ہیں، بدگوئی، تہمت بازی، چغلخوری اور بے شرمی پر مشتمل گفتگو کو دل لگی اور خوش طبعی قرار دینا اسلامی اخلاقیات کا مذاق اڑانے کے برابر ہے۔

اہل فکر نے کیا خوب لکھا ہے جو کہ ہم اردو میں نقل کرتے ہیں:

''اے انسان! اپنے ظاہر کو، جسے تو نے مخلوق کے سامنے لے جانا ہوتا ہے کس قدر سنوارتا اور نکھارتا ہے۔ اور کیا اس شہنشاہ کو تنہائی میں دکھانے کے لیے تیرے پاس صرف برے کرتوت اور گناہ ہی ہیں......؟ کیا سب شرم تو نے مخلوق کے لیے ہی بچا رکھی ہے......؟ اپنے سچے خالق کے سامنے شرمسار

ہونے کا خیال تجھے کیوں نہیں آتا......؟ کیا تیرے نزدیک سب سے زیادہ بے وقعت عرش وفرش کا مالک ہی ہے......؟ یادرکھ! ایک روز تو اکیلا اس کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور تیرے چاروں طرف سوائے ذلت کے کچھ نہیں ہوگا۔''

اسی حوالہ سے ہم آخر میں ایک صحیح حدیث تحریر کرتے ہیں جس کا پوری گہرائی سے مطالعہ فرمائیں اور اپنی تنہائی کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے مستقبل کو دیکھیں وہ آپ کو تاریک نظر آتا ہے یا روشن......؟

لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًامِنْ أُمَّتِيْ يَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ، بِيْضًا، فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَبَاءً مَنْثُوْرًا قَالَ ثَوْبَانُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! صِفْهُمْ لَنَا، جَلِّهِمْ لَنَا، أَنْ لَا نَكُوْنَ مِنهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ. قَالَ: أَمَا اِنَّهُمْ اِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ وَيَأْخُذُوْنَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُوْنَ وَلٰكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ اِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ اِنْتَهَكُوْهَا

[رواه ابن ماجه، وصححه الألباني]

مفہوم: قیامت کے روز کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ جن کی نیکیاں بڑے بڑے پہاڑوں کی طرح ہوں گی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو ہوا کی طرح اڑا دیں گے، یعنی ان کی کوئی قدرو قیمت نہیں ہوگی، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کون بدنصیب ہوں گے......؟ ہمیں ان کے بارے میں تفصیل سے بتائیں تاکہ لاعلمی کی وجہ سے ہمارا شمار بھی ان لوگوں میں نہ ہوجائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے ہم دین بھائی مسلمان ہوں گے بظاہر تو نیکیاں کرنے والے تھے لیکن جب وہ تنہائی میں ہوتے تو

اللہ تعالیٰ کی حدود کو پامال کرتے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو کراس کرتے، یعنی ان کی تنہائی گناہوں والی اور اللہ کی حرمتوں کا پامال کرنے والی تھی۔

فیصلہ فرمائیں......!

☆......جو حضرات تنہائی میں موبائل کا غلط استعمال کرتے ہیں۔

☆......جو حضرات تنہائی میں کیبل یا نیٹ پر غلط پروگرام دیکھتے ہیں۔

☆......جو حضرات تنہائی میں فحش مذاق اور حیا سوز گفتگو کرتے ہیں۔

☆......جو حضرات تنہائی میں نماز اور دیگر فرائض سے غفلت برتتے ہیں، کیا وہ اس زد میں نہیں آتے......؟ اگر آتے ہیں تو انہیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے! قیامت کے دن کی محرومی سب سے بڑی ذلت و رسوائی ہے۔

دو زبانوں والا نہ بنو!

آج کل یہ وباء عام ہو رہی ہے کہ ملاقات کے وقت شیرِ اسلام، خطیب پاکستان اور حضرۃ الشیخ کہہ کر گلے لگایا جاتا ہے اور چند قدموں کے فاصلے پہ جا کر پھر انہی کے بارے میں ایسی ناروا زبان استعمال کی جاتی ہے شاید کہ عبداللہ بن ابیّ ابن سلول بھی ان کے کرتب دیکھ کر شرما جائے۔

پیارے بھائیو......! اپنے ظاہر اور باطن کو ایک اور نیک بنانے کی کوشش کریں، دورخا پن اس قدر زیادہ خطرناک ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ [سلسلہ:892]

''جس کے دنیا میں دورخ تھے، قیامت کے روز اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔''

اللہ کے بندو......! ابھی سدھرنے کا وقت ہے، اپنا جائزہ لو کہ آپ کہاں پر

کھڑے ہیں......؟ یہ چار دن کی موج مستی کہیں دونوں جہانوں میں برباد نہ کر دے......!

اپنی حرکت و نقل پر خصوصی توجہ رکھیں:

عوام کی آنکھیں بند نہیں ہیں، وہ خطبائے کرام کو نمونہ سمجھ کر ان کی معمولی سی حرکت و نقل پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا اس روز بہت زیادہ احساس ہوا کہ جب ایک خطیب صاحب جراب پہن رہے تھے تو انہوں نے جلدی میں بائیں جراب پہلے ڈال لی، تو دور سے دیکھنے والا مقتدی فوراً کہنے لگا:

مولوی صاحب! کچھ خدا کا خوف کرو، پہلے دائیں جراب ڈالو!'' اللہ اکبر!

اس مثال سے صرف یہی سمجھانا مقصود ہے کہ اپنی ہر ادا کو مثالی بناؤ، دائیں جانب کا خیال رکھو، کھانے پینے کے برتن اچھی طرح صاف کرو، وضع قطع اور لباس میں شوخ پن کی جگہ سادگی لاؤ! وفیہ خیر باذن اللہ۔

دھوبی گروپ:

اگر آپ ظاہر و باطن کے پاک ہیں، تعلق باللہ کی لذتوں سے آشنا ہیں اور اپنے علم و عمل میں محنت کرنے کے عادی ہیں تو پھر آپ کو اپنے مخالفوں اور حاسدوں کی سازشوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیے......! وہ بہت جلد نامراد ہو جائیں گے۔

کئی خطبائے کرام بعض لوگوں کی ناجائز تہمتوں سے گھبرا جاتے ہیں جبکہ ان کو مطمئن رہنا چاہیے، بہتان تراشوں اور حاسدوں کا ٹولہ آپ کا بہت بڑا محسن اور خدمت گزار ہے اور حقیقت میں وہ آپ کا دھوبی گروپ ہے جو آپ کی غیبتیں کر کے آپ کے گناہوں کو دن رات دھو رہا ہے۔ اگر منبر و محراب کے بے تاج بادشاہ ہو کر بھی دھوبی گروپ سے پریشان ہیں تو پھر دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے کہ آپ کا

تعلق باللہ کمزور ہے یا پھر دال میں کالا کالا ہے۔

یاد رکھو......! دھوبی گروپ کے تمام ممبران بیماردل ہوتے ہیں، بزدل اور منافق ہوتے ہیں وہ روحانی طور پر خود مرے ہوئے ہوتے ہیں میرا اور آپ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں......؟

ہم مشن خطباء کی خود تنقیص نہ کریں:

ہر ایک کی آواز ایک جیسی ہے اور نہ ہی علم وعمل برابر ہے، اپنے سے بڑے اور بہتر کا احترام کریں اور ان کی خدمات کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے ادب میں ذرہ بھر غفلت نہ کریں اور اپنے سے چھوٹے اور جونیئر کو اپنے مفید مشوروں اور نصیحتوں سے کبھی محروم نہ رکھیں! بڑوں سے ادب کا معاملہ اور چھوٹوں سے نصیحت کا سلسلہ جاری رکھنا آپ کے کامل مسلمان ہونے کی واضح دلیل ہے۔

انسان ہونے کے ناتے اگر کسی میں کوئی عیب بھی ہے تو اس کو بھری مجلس میں ذکر کرنے کی بجائے اس کو علیحدگی میں مل کر اس کی اصلاح کریں اور یہی مومنانہ طریقہ ہے۔ آج کل بعض خطباء کو بہت بری بیماری ہے کہ وہ 99 فیصد خوبیاں بیان نہیں کرتے، لیکن اپنے ہم منصب کی ایک کمی کو لے کر ہر مجلس میں اپنے اعمال برباد کرتے رہتے ہیں۔ یاد رہے! دین کے مطابق کسی کی عدم موجودگی میں اس کی کمی کو اچھالنے والا اور بیان کرنے والا اپنے نیک اعمال کو برباد کرتا ہے۔

پیارے بھائیو......! اپنے ہم مشن خطبائے کرام کی تعریف سننے بلکہ تعریف کرنے کا حوصلہ پیدا کرو، کئی خطبا تو کسی دوسرے خطیب کی تعریف سن کر جل کر کوئلہ ہو جاتے ہیں، جب تک کوئی خونخوار پنجہ اس کے تاج عزت پر نہ رکھیں ان کو سکون اور سرور نہیں آتا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہم مولانا منظور احمد کے ساتھ ایک پروگرام

پرا کٹھے تھے تو میں نے ایک حضرت صاحب کا ان کو سلام کیا اور ان کا پیغام پہنچایا، مولانا صاحب جواب دے کر فرمانے لگے: اللہ ان کو جزائے خیر دے!

ایک صاحب نے ان کے متعلق کوئی ایسی ویسی بات کی تو مولانا منظور کہنے لگے: یار چھوڑو ان باتوں کو! اگر کسی میں 99 خامیاں ہوں اور ایک خوبی ہو تو ہمیں صرف خوبی دیکھنے کا حکم ہے۔ رہا معاملہ خامیوں کا تو یہ اس کا اور اس کے رب کا معاملہ ہے، شاید اس کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ معاف کر دیا ہو۔

پیارے خطبائے کرام......! اس عنوان کے حوالے سے ہم صرف یہی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی مجلس میں کسی خطیب صاحب کا ذکرِ خیر شروع ہو جائے تو گندی مکھی کی طرح گند پر ہی نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ نحل بنیں، جو پھولوں سے رس چوس کر شہد بناتی ہے آپ کی پاکیزہ زبان سے بھی اپنے ہم منصب بھائیوں کی عزت اور شان میں مزید مٹھاس پیدا ہونی چاہیے۔

اکثر اوقات منہ اٹھا کر فضول بات کر دی جاتی ہے اور نہ جانے ایسی باتوں کا کیا مقصد ہوتا ہے......؟ آیئے! ایک اور مثال میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

مولانا عمر صدیق صاحب آف گوجرانوالہ میرے حد درجہ محترم ہیں، سوائے چند سرسری ملاقاتوں کے ہم مکمل طور پر ایک دوسرے سے نا آشنا ہیں۔ البتہ میری رائے کے مطابق وہ ممتاز عالم دین ہی نہیں' مثالی مناظر بھی ہیں، نرمی و لطافت اور حسن ادب کو دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہوا کہ حسن اخلاق کی دولت شاید کہ آپ کو ورثہ میں ملی ہے۔ بہر صورت ہم ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ فاضل موصوف کا ذکر شروع ہو گیا، اکثر احباب نے آپ کے متعلق اظہارِ خیر فرمایا، لیکن ایک طرف سے بیمار دل حضرت صاحب بول اٹھے! ہاں اس میں تو کوئی شک نہیں کہ عمر صدیق صاحب اچھے مناظر ہیں لیکن انکی گرفت اچھی نہیں......! وغیرہ وغیرہ، مجلس ختم ہوئی تو میں نے بے باک

ناقد صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت صاحب! پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کی رائے 100 فیصد غلط ہے، چلو اگر آپ کے خیال کے مطابق درست بھی ہو تو بھری مجلس میں اس کو ذکر کرنے کا مقصد کیا ہے.....؟ براہِ کرم مجھ کو سوچ کر بتایئے!

خوشی کی بات ہے کہ حضرت صاحب نے غلطی تسلیم کرتے ہوئے آئندہ کسی کے متعلق ایسا رویہ اختیار نہ کرنے کی مکمل یقین دہانی کروائی۔

ذی وقار خطبائے کرام! ہم صرف اور صرف یہ چاہتے ہیں کہ کم از کم ہماری زبانیں ایک دوسرے کے شر سے محفوظ رہیں، چغلخور خطیب اپنے مخالف کی عزت کم کرسکتا ہے اور نہ ہی اس کے رزق میں کمی کرسکتا ہے بلکہ وہ اپنا اتنا بڑا نقصان کرتا ہے کہ وہ نیک اعمال کرکے غیبتوں کے ذریعے اپنا سارا اجر وثواب اپنے مدمقابل کو دے دیتا ہے۔

مخالف کو زیادہ نہ للکاریں:

خطابت کا ملکہ قدرت کی بہت بڑی عطا ہے اور کامل خطیب وہی ہے جو حسن بیان سے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کرتے ہوئے دل میں اتر جائے اور آپ تو خطیب بھی ایسے ہیں کہ جس کے پاس کتاب وسنت کی صورت میں وحیٔ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت اہل حدیث کو دلائل کا غلبہ عطا فرمایا ہے، صحیح دلائل کی نعمت کسی فریق کے پاس نہیں ہے، ہر ایک گمراہ کن تاویلات، تحریفات اور منہ کی چالاکیوں کو دلائل کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ آپ کسی بھی اختلافی مسئلہ پر بیان کرتے ہوئے مثبت انداز سے دلائل کا انبار لگادیں اور علمی انداز میں مخالف کے غلط استدلالات کا رد کریں، آپ کے انداز میں تواضع اور فلاح انسانیت کا جذبہ حد درجہ نمایاں ہونا چاہیے ، بات بات پر چیلنج کرنا، مخالف فریق کے اکابرین کو توہین آمیز انداز سے للکارنا اور

پوری تقریر میں دعوے ہی کرتے رہنا خاص کر ان لوگوں کا کام ہے جو علم و فضل سے محروم اور شرم و حیا سے عاری لوگ ہیں۔ آپ اپنے انداز میں جس قدر زیادہ متانت اور سنجیدگی کا مظاہرہ کریں گے نتائج ان شاء الرحمن 100 فیصد برآمد ہوں گے۔

یاد رکھو! فریق مخالف ہمیشہ آپ کو بھڑکانے، جذبات میں لانے اور لڑانے کی کوشش کرے گا، غصے میں آکر مخالف کو اس کے مقاصد میں ہرگز کامیاب نہ کریں۔

مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی شاندار نصیحتیں:

1967ء کی بات ہے کہ گوجرانوالہ میں علمائے کرام کا اجلاس جاری تھا، ایک حضرت صاحب مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ کو کہنے لگے: مولانا! ہمیں چند ایسی نصیحتیں فرمائیں جن کی وجہ سے ہم کامیاب خطیب بن جائیں اور ہماری خطابت میں خیر و برکت ہو۔ مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے تین باتیں ارشاد فرمائیں:

1. ......تنہائی پاک رکھو
2. ......مذاق سے بچو
3. ......بازاروں میں نہ بیٹھو، بلکہ وقت کی قدر کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرو۔

ان باتوں پر عمل کرو، جہاں نیکی کے نام پر تمہاری عزت کا چراغ روشن ہوگا، وہاں اللہ تعالیٰ تمہاری خطابت کو بھی چار چاند لگا دے گا۔

ہمارے چند پنجابی خطباء کی نمایاں خوبی:

اللہ تعالیٰ نے حق کی اشاعت کے لیے ہمیشہ عظیم لوگوں کو پسند کیا ہے۔ آخر میں ہم طلبائے کرام اور خطابت کا شوق رکھنے والے ابتدائی خطبائے کرام کے لیے موجودہ اور ماضی قریب کے چند مشہور خطباء کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کی

نمایاں خوبیاں تحریر کرتے ہیں، شہیدِ ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ اور شہیدِ اسلام علامہ حبیب الرحمن یزدانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے نزدیک برصغیر پاک و ہند میں میدانِ خطابت کے ایسے عظیم شہسوار تھے کہ جن کے مٹھاس بھرے بیانات آج بھی ہمارے کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔

1 شیخ القرآن محمد حسین شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے شیخ القرآن ہونے پر جماعت اہل حدیث کا اجماع ہے، کثرت سے قرآن پڑھنا، سمجھانا اور حالاتِ حاضرہ پر اس کا انطباق آپ ہی کا خاصہ تھا۔ آپ کا اندازِ خطابت اس قدر سادہ اور فقیہانہ تھا کہ جاہل سے جاہل شخص بھی علم و عرفان کے موتیوں سے اپنے دامن کو بھر کر جاتا تھا۔ آج جماعت اہل حدیث میں ان جیسا کوئی خطیب نہیں ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں دست بستہ دعا ہے کہ اللہ ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور ان کے خاندان کے عظیم چشم و چراغ حافظ نعیم الرحمن شیخوپوری حفظہ اللہ کو دن دگنی اور رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

2 مناظرِ اسلام حافظ عبداللہ شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

مسلک کی ترجمانی اور نصوصِ شرعیہ سے نہایت ہی نفیس استدلال کرنا آپ پر ختم تھا، آپ جس طرح جھوم جھوم کر دل کی گہرائیوں سے قرآن پڑھا کرتے تھے آج بھی وہ انداز سینکڑوں لوگوں کی ہدایت کا سامان ہے۔ صاحبِ مطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ جماعت کے بڑے ہی وفادار بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند قاری عبدالرحمن صاحب شیخوپوری ہمارے انتہائی پیارے دوست ہیں۔ علم و فضل اور حسنِ اخلاق کا وافر حصہ اللہ تعالیٰ نے انکو عطا فرمایا ہے۔ اللہ انکی زندگی کو خیر و عافیت سے مالا مال فرمائے۔

3 خطیبِ ایشیاء قاری عبدالحفیظ صاحب:

آپ بلاشبہ سرتاج الخطباء ہیں، رقت آمیز موضوعات کو اپنی کوئل نما آواز سے بیان کرنا آپ پر اخیر ہے۔ اپنے پیارے ساتھیوں سے بہت زیادہ محبت کرنے والے اور حد درجہ مہمان نواز ہیں۔ میرے والدِ گرامی قدر حضرت مولانا عبدالرحمن راسخ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خاص ساتھی تھے، اس نسبت کی وجہ سے آپ مجھے بہت زیادہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وایمان والی لمبی زندگی دے اور آپ کی تمام محنتوں کو قبول فرمائے۔ آمین!

4 شیر پنجاب مولانا منظور احمد صاحب:

اس بات میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ آپ بلاشبہ شیر پنجاب ہیں اور مسلک کے نڈر اور بے باک داعی ہیں، آپ کی منجملہ صفات میں سے جو خوبیاں ہمارے سامنے آشکارا ہوئی ہیں وہ دو ہیں۔

① مولانا کا دل حسد سے پاک ہے۔ بڑے خطباء کا ادب واحترام اور چھوٹوں سے الفت ومحبت کا سبق اگر کسی نے سیکھنا ہو تو شیر پنجاب کا کردار آپ کو مثالی نظر آئے گا۔

② مولانا خطابت کی آڑ میں مال کے حریص نہیں، کانفرنس اور جلسے کے بعد جس نے جو خدمت کی، آپ کے ماتھے پر کبھی شکن نہ آئی، بے شمار مرتبہ کم خدمت ہونے کی وجہ سے سفر میں پریشانی اٹھائی لیکن جلسہ کروانے والوں پر ذرہ بھر بوجھ نہیں بنے اور یہ بہت بڑی عظمت کی بات ہے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے اور آپ کے نورِ نظر حافظ حبیب الرحمن یزدانی حفظہ اللہ کو دین کا سچا خادم بنائے۔ آمین!

5 وکیلِ اہلحدیث سید سبطین شاہ صاحب

دلائل کی دنیا کے بے تاج بادشاہ ہیں، عقائد اہل حدیث اور مسلک اہل حدیث پر کمال کا خطاب کرنا آپ کا خاصہ ہے۔ مجھے ایک سال جامعہ امام بخاری مقام حیات سرگودھا میں پڑھانے کا شرف حاصل ہوا، شاہ صاحب سے خاصہ دوستانہ رہا آپ حد درجہ کریم، لطیف اور ذہین ہیں، ملک بھر میں بالعموم اور سرگودھا شہر میں بالخصوص آپ کی خدمات کو یاد رکھا جائے گا۔

6 شیر ربانی قاری محمد حنیف ربانی صاحب:

آپ بلاشبہ جانشین یزدانی رحمۃ اللہ علیہ، حد درجہ شیریں بیاں اور پوری ذمہ داری کے ساتھ وعدہ کی پاسداری کرنے والے کوئل کی آواز خطیب ہیں، اللہ تعالیٰ نے خاموشی، سنجیدگی اور تقویٰ کی دولت سے آپ کو وافر حصہ عطا فرمایا ہے، ہمیشہ مسکراتے چہرے سے اپنے خطباء و علماء کے ساتھ پیش آنا آپ کی خاص صفت ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہی پاکیزہ سلسلہ آپ کی نسل میں جاری فرمائے۔ آمین ثم آمین!

7 خطیب اہلحدیث مولانا محمد نواز چیمہ صاحب

آپ محنتی خطیب ہیں، مدرسہ سے فراغت کے بعد آپ میں تحقیق کا ذوق پیدا ہوا، تو آپ نے خوب محنت فرمائی میدان خطابت میں تحقیقی حوالے سے آپ کی خدمات قابل قدر ہیں اور آج تک آپ کی تحقیقی رفتار اور عالمانہ گفتار میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میرے ذاتی طور پر چیمہ صاحب سے بہت ہی پاکیزہ اخلاقی اور علمی رشتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے علم و فضل اور بیان میں برکت فرمائے۔ اور ہر خطیب کو مدلل، محقق اور با مطالعہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آخری گزارش:

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کا سمجھنا اور سیکھنا عام مسلمان کے لیے بھی لازمی ہے اور جب عام مسلمان کے لیے قرآن کا فہم ضروری ہے تو دین کے داعی اور دین کے مبلغ کے لیے حد درجہ ضروری ہے۔ ہم اپنے مقدمہ کے آخر میں اپنے پیارے خطبائے کرام کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ ترجمہ قرآن پڑھنے کا معمول بنائیں، ترجمہ و تفسیر والا قرآن اپنے ساتھ رکھیں اور جب موقع ملے، رکوع، دو رکوع یا جتنا ممکن ہو با قاعدہ ایک ترتیب کے ساتھ روزانہ پڑھیں، اس عمل سے جہاں خطابت میں نکھار آئے گا وہاں آپ روحانی زندگی کی معراج پر فائز ہو جائیں گے۔

کیا یہ حد درجہ ناانصافی نہیں ......؟ کہ فضائل قرآن کے موضوع پر گھنٹوں وعظ کرنے والا خود قرآن مجید کے ایک پارے کا ترجمہ بھی نہیں جانتا......؟

آخر اس کی کیا وجہ ہے......؟ ضرور غور کریں اور کسی نتیجہ پر پہنچیں!

آپ کے دل میں یہ تمنا تو بہت زیادہ ہے کہ لوگ عامل قرآن بنیں اور حافظِ قرآن بنیں، لیکن آپ اپنی ذات کے لیے ان دونوں باتوں کو پسند کیوں نہیں کرتے......؟ پیارے خطبائے کرام بھائیو......! یہ کس قدر شرم کی بات ہے کہ کئی حافظِ قرآن خطبائے کرام نے میدان خطابت میں آ کر قرآن کو بھلا دیا ہے اور وہ جماعت میں جوڑ توڑ کی سیاست تو کرتے ہیں لیکن قرآن کی بھولی ہوئی منزل کو یاد نہیں کرتے......ہم فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں! میدان خطابت اور جماعتی سرگرمیوں میں جوڑ توڑ کی سیاست کرتے ہوئے قرآن پاک کو بھلا دینے والا شخص کیا عدالتِ الٰہی کا مجرم ہے یا کہ دربارِ الٰہی کا ذی وقار مہمان ہے......؟

قرآن بہت بڑی دولت ہے، اس کو پا کر ضائع کر دینے والے کائنات کے گھٹیا ترین لوگ ہیں۔ اللہ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

جو حفاظ خطبائے کرام رمضان المبارک میں مصلّی سنانے کا اہتمام کرتے ہیں ہماری ان کے لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی زندگی کو خیر کے خزانوں سے مالا مال فرمائے، اور ان کو نسل دین کی امامت کے لیے پسند کرے اور جو خطبائے کرام اس معاملے میں غفلت کا شکار ہیں اللہ پاک انہیں بھی خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اجازت چاہتے ہوئے میدان خطابت کے شہسواروں کی خدمت میں ہم عرض کریں گے کہ وہ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور بالخصوص ہمارے والدِ گرامی قدر حضرت مولانا حکیم عبدالرحمن راسخ رحمہ اللہ کے لیے خصوصی دعا فرماتے رہیں، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین! اور ہمارے بھائی مولانا منیب الرحمن راسخ حفظہ اللہ کو قابل رشک کمالات سے نوازتے ہوئے ہمارے بیٹے عبداللہ حسن و عبدالرحمن راسخ سمیت تمام خطبائے کرام کے بیٹوں کو اپنے دین کا سچا خادم بنائے۔ آمین ثم آمین!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خادم العلماء والخطباء

ابوالحسن عبدالمنان راسخ

غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولاساتذتہ ولمن احبہ

15-12-2011

مسنون خطبہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

مسنون خطبہ کا اہتمام کرنا آپ کے متبع سنت ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اللہ پاک ہے

اللہ پاک ہے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ [الروم:41-42]

اے ایمان والو! اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور اس کی صبح وشام پاکی بیان کرو۔"

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمہ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

جو آیتِ مقدسہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل ایمان کو بہت زیادہ ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم دیا ہے اور ساتھ دوسرا حکم بھی دیا ہے کہ صبح وشام سبحان اللہ پڑھا کرو، یعنی اللہ کی پاکی بیان کیا کرو۔

''سبحان اللہ'' بظاہر ایک ننھا منھا سا بول ہے لیکن حقیقت میں یہ اپنے اندر توحید اور علم وعرفان کا ایک بہت بڑا جہان رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کو تمام کلمات میں سے سب سے زیادہ پیارا ہے اور اگر سبحان اللہ کو سوچ سمجھ کر پڑھا جائے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ دین ودنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں نصیب فرما دیتے ہیں۔ جب سبحان اللہ کا فہم حلق سے نیچے دل میں اترتا ہے تو انسان کی زندگی کے سارے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں وہ بہت زیادہ قرار اور سکون محسوس کرتا ہے۔

سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب مکی دور میں رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ پریشان تھے اور اہل مکہ آپ ﷺ پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے بہت زیادہ تکالیف دیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قلبی تسکین اور مستقبل میں کامیابی کے لیے یہی حکم ارشاد فرمایا کہ زیادہ سے زیادہ سجدے کرتے ہوئے سبحان اللہ کے وظیفے کو جاری رکھو میں تمہیں روحانی سکون عطا کرتے ہوئے تمہارے دشمنوں کو ناکام کر دوں گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ پر غور فرمائیں:

﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝﴾ [الحجر:97-98-99]

''اور ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اس سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہے پس

تم اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمہارے پاس پیغام موت آ جائے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ السلام کی یہی تربیت فرمائی ہے کہ تنگی اور پریشانی کے عالم میں جب مخالف لوگ طعن وتشنیع پر اتر آئیں تو جوابی کاروائی میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنے اللہ کی طرف متوجہ رہو اور سبحان اللہ کا وظیفہ کرتے رہو، اللہ تعالیٰ خود ہی دشمنوں کے عزائم کو ناکارا کرتے ہوئے تمہیں خوشحال زندگی عطا فرمائے گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس طرح حالات کی تنگی میں تسبیح بیان کرنے کا حکم دیا اسی طرح حالات کے بہتر ہونے پر بھی یہی پرانا سبق ہی دہرایا اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبحان اللہ پڑھنے کا حکم دیا، مدینہ طیبہ میں جب اسلام اپنی ترقی اور بلندی کی حدوں کو چھو رہا تھا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم فرمایا:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا

"اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرو اور اس سے معافی مانگو، بلاشبہ وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ [النصر:3]

سامعین کرام......! غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے تنگی اور فراخی میں سبحان اللہ پڑھنے کا حکم دیا ہے اس کے پڑھنے سے صبر وشکر جیسی دونوں عبادتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ اب ہمارے ہاں یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم سبحان اللہ کے معانی ومفاہیم اور اس کے مطالب سے بالکل ناآشنا ہیں، جب سبحان اللہ کا ترجمہ کیا جاتا ہے تو صرف اور صرف یہی کہہ کر بس کر دی جاتی ہے کہ "اللہ پاک ہے" کن چیزوں سے پاک

ہے......؟ کیسے پاک ہے......؟ کیونکر پاک ہے......؟ ان وسعتوں اور حقیقتوں کو صرفِ نظر کر دیا جاتا ہے اور نتیجۃً جب سبحان اللہ کی گہرائی میں اتر کر اس کو سمجھا نہیں جاتا تو پھر انسان قدم قدم پر الجھ جاتا ہے اور اپنی ساری زندگی کو بدمزہ بنا لیتا ہے۔

میں آج آپ کے سامنے سبحان اللہ کے پانچ معنے اور پانچ فائدے بیان کرنا چاہتا ہوں اور مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے پوری امید ہے کہ جو شخص اس کو سمجھ کر دل میں جگہ دے گا اللہ پاک اس کو دونوں جہانوں کا سکون اور سرور عطا فرمائیں گے۔

سبحان اللہ کا پہلا معنی اور اس کے دلائل:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہر عیب، نقص اور کمزوری سے پاک ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں اور اس کی ذات ہر قسم کی محتاجی اور کمزوری سے پاک ہے، ہم بھولتے ہیں، وہ بھولنے سے پاک ہے۔ ہم سوتے ہیں وہ سونے سے پاک۔ ہم کھاتے پیتے ہیں وہ کھانے پینے سے پاک ہے۔ وہ اکیلا ذات کے اعتبار سے ایسا پاک ہے کہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔ جب ہم سبحان اللہ کہیں تو یہ سب سے پہلا معنی اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ ہماری نگاہوں کے سامنے آنا چاہیے کہ میرے مولا و داتا کی ذات ہر قسم کے عیب سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس معنی کو قرآن مجید میں اس انداز سے بیان فرمایا ہے:

﴿ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ○ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ ﴾ [الصافات:180]

"پاک ہے تیرا رب، عزت کا مالک، ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہے پیغمبروں پر اور ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ عزت اور غلبے والا ہر عیب سے پاک ہے اور جو لوگ اللہ کی ذات کے بارے میں نقص والی باتیں کرتے ہیں وہ گمراہ اور زندیق ہیں اور اسی معنی کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ○ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ○﴾ [بنی اسرائیل:43-44]

''اللہ پاک اور برتر ہے اس سے جو یہ لوگ کہتے ہیں، ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے بلکہ بلاشبہ وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔''

اللہ کی پیدا کردہ ہر مخلوق یہ پکار رہی ہے کہ وہ ذات کے اعتبار سے اس قدر پاکیزہ ہے کہ اس کی ذات ہر نقص اور عیب سے مکمل پاک ہے۔ سبحان اللہ

سبحان اللہ کا دوسرا معنی اور اس کے دلائل

اللہ تعالیٰ ہر شریک کی شراکت سے پاک ہے، یعنی کائنات کا وسیع وعریض نظام بنانے میں اور اس کو حد درجہ خوبصورتی کے ساتھ چلانے میں وہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں بلکہ وہ اکیلا ہے اور ہر شریک کی شراکت سے پاک ہے۔ ہمارے ہاں بعض لوگوں میں یہ گمراہی پائی جاتی ہے کہ وہ کہتے ہیں: بغیر قطب اور غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے، حالانکہ یہ بات سراسر عقیدہ توحید اور کلمہ سبحان اللہ کے منافی ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کو رب العالمین نے بذاتِ خود ان الفاظ

کے ساتھ بیان فرمایا:

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ ﴾ [الانبیاء:22]

''اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا معبود ہوتے تو دونوں درہم برہم ہو جاتے، پس اللہ عرش کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔''

یعنی اگر زمین و آسمان کے نظام کو بنانے چلانے میں اس کا کوئی شریک ہوتا تو یہ نظام قائم نہیں رہ سکتا تھا وہ تو پاک اور بلند و بالا تر ہے، اس کو کسی کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہر ایک کو اس کی ضرورت ہے۔ وہ اکیلا ہی کائنات کی ہر مخلوق کو ہر نعمت عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ ﴾ [الروم:40]

''اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر اس نے تمہیں روزی دی، پھر وہ تم کو موت دیتا ہے پھر وہ تم کو زندہ کرے گا کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام کرتا ہو؟ وہ پاک ہے اور برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

اور اسی بات کو قرآن کے ایک اور مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ۝ ﴾

''تمام خوبیاں اس اللہ کے لیے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ ہی بادشاہی

میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے
اور تم خوب اس کی بڑھائی بیان کرو۔'' [بنی اسرائیل:111]

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ سبحان اللہ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ وہ ہر شریک کی شراکت سے پاک ہے، اس کے معاملات اور اختیارات میں اس کا کوئی شریک نہیں اور جو اس کی عبادت میں غیروں کو شریک کرتے ہیں وہ گمراہ اور مشرک ہیں۔

مشرکین مکہ کا تلبیہ:

مکہ کے مشرک بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے شوق در شوق پیدل حج کرنا ان کا معمول تھا لیکن ان کے عقیدے میں خرابی یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہی بنائے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ کو تلبیہ پکارتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہے ہیں: اے اللہ! ہم حاضر تیرا کوئی شریک نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: رک جاؤ! میرا تمہارا تو یہی جھگڑا ہے، میں تو تمہیں یہی کہتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کے کسی معاملے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ بات سن کر مشرکین مکہ تلبیہ کے آگے پڑھنے لگے: نہیں، نہیں! کچھ ایسے شریک ہیں جو اللہ ہی کے بنائے ہوئے ہیں اور ان پر بھی اللہ ہی کی قدرت ہے اور اگر ان شریکوں کے پاس کوئی اختیار ہے تو وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے، استغفر اللہ! [صحیح المسلم:1185]

سامعین کرام......! جب ایک مسلمان سبحان اللہ پڑھتا ہے تو وہ اس بات کا اقرار کرتے ہوئے گواہی دیتا ہے کہ میرا اللہ اپنے معاملات اور اختیارات میں وحدہ لاشریک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں وہ ہر غیر کی شراکت سے پاک ہے۔

سبحان اللہ کا تیسرا معنی اور اس کے دلائل

اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز بے کار پن اور فضول پن سے پاک ہے، یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے وہ کسی نہ کسی حکمت کے پیش نظر ہے اور اس کی پیدا کردہ ہر چیز بیکار پن، فضول پن اور بے مقصدیت سے مکمل پاک ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تخلیقات پر تبصرے کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اس کو بنانے کا کیا مقصد تھا......؟ اس کی کیا ضرورت تھی......؟ یہ تو فضول چیز ہے......؟ ایسے لوگ سبحان اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کی تربیت سبحان اللہ کے تقاضوں کے مطابق ہوتی ہے، جب تربیت سبحان اللہ کے مطابق ہو تو پھر انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ہر شاہکار کو دیکھ کر یہی کہتا ہے کہ اے اللہ! تو پاک ہے مجھے حکمت سمجھ آئے یا نہ آئے تو نے کوئی چیز فضول پیدا نہیں کی، اور سبحان اللہ کے اس تیسرے معنی کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ○ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○﴾ [آل عمران:191]

”آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے باری باری آنے میں عقل والوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر اپنے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بے مقصد نہیں

بنایا تو پاک ہے، پس تو ہم کو آگ کے عذاب سے بچا!''

جب انسان اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہوا خود ساختہ ذکر کرتا ہے تو پھر اس کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے اور وہ گمراہی کے راستے کی طرف چل نکلتا ہے اور جب اس کا ذکر فکر کے رنگ میں رنگا ہوا ہو اور وہ پوری سوچ و بچار اور بصیرت کے ساتھ کائنات کی مخلوقات پر غور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو تو وہ بے ساختہ بول اٹھتا ہے ''سبحان اللّٰہ'' اے اللہ! تو پاک ہے اور تیری تخلیق کردہ ہر چیز کے رنگ نرالے ہیں۔

اس کی صفتِ حکیم بھی سامنے رکھیں:

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو جاننے والا اور ان پر گہری نظر رکھنے والا جب سبحان اللہ پڑھتا ہے تو اس کی طبیعت ہشاش بشاش اور ہر طرف سے پرسکون ہو جاتی ہے، وہ خدائی فیصلوں پر اعتراض کرنے کی بجائے ان کی حکمتوں پر غور و فکر کرنا شروع کر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نام ''حکیم'' بھی ہے۔ یعنی حکمت و دانائی والا...... زمین و آسمان بنانے میں اور اس میں مخلوقات سجانے میں اس نے جن حکمتوں سے کام لیا ہے انسانی عقل ششدر اور حیران رہ جاتی ہے، بادل کا گرجنا، بجلی کا چمکنا اور بارش کا اترنا اور اسی طرح موت و حیات کا سلسلہ حکمتوں کے بندھن کے ساتھ ہی بندھا ہوا ہے۔ اس لیے اس کی کسی کارہ گری کو فضول، ناکارہ یا بے مقصد کہنے والا سبحان اللہ کی وسعتوں سے ناواقف ہے کیونکہ سبحان اللہ کا بنیادی مطلب ہی یہی ہے کہ اس کی ہر شئے بیکارپن سے پاک ہے۔ فِعْلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُوا عَنِ الْحِكْمَةِ

سبحان اللہ کا چوتھا معنی اور اس کے دلائل

میرے متعلق اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ ظلم اور ناانصافی سے پاک ہے، یعنی جب

بندہ اپنی زبان سے سبحان اللہ کہتا ہے تو وہ اپنے اس عقیدے کا اظہار کرتا ہے کہ مجھے میرے مالک نے جس حال میں رکھا ہے، مجھے جو کچھ دیا ہے وہ میرے متعلق اپنے تمام فیصلوں میں ہر قسم کے ظلم سے پاک ہے۔ سبحان اللہ کے معانی میں یہ چوتھا پہلو حد درجہ اہمیت طلب ہے اور اس کو پوری گہرائی میں جا کر سمجھنے کی ضرورت ہے کیونکہ آج کل معاشرے میں لاتعداد مسلمان ایسے ہیں جو سبحان اللہ بھی پڑھتے ہیں اور ہمہ وقت اپنے اللہ کے گلے شکوے بھی کرتے رہتے ہیں اور اللہ کے کئی فیصلوں کو ظلم قرار دیتے ہیں۔ جو شخص سبحان اللہ کو سمجھ لیتا ہے تو یہ سبحان اللہ اس کی غربت کا سہارا بن جاتا ہے وہ بڑی آزمائش کا سامنا بھی بڑی جواں مردی اور استقامت کے ساتھ کرتا ہے اور یہی کہتا ہے کہ میرے اللہ نے ظلم نہیں کیا، میرے اللہ کا ہر فیصلہ مبنی بر حکمت ہے، ناکام ہونے پر یا آفت آنے پر یہی کہتا ہے کہ غلطی میری ہے میرے پروردگار کا کوئی قصور نہیں۔

سبحان اللہ کے اس معنی کو سمجھنے کے لیے سیدنا یونس علیہ السلام سے ملاقات کرنا بہت ضروری ہے۔ جب آپ علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تھے تو آپ نے وہاں سے یہی کہہ کر اللہ کو پکارا تھا کہ اے میرے مولا! کوتاہی مجھ سے ہوئی، نبوت کی ذمہ داریاں نبھانے میں غفلت کا شکار میں ہوا ہوں تو نے میرے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ تیرا ہر فیصلہ ظلم سے پاک ہے اللہ تعالیٰ کو سیدنا یونس علیہ السلام کا یہ بول اتنا پسند آیا کہ رب العالمین نے لمحہ بھر میں معاف کرتے ہوئے آپ کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی، سیدنا یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی پاکی کا جو نغمہ گایا اس پر ذرا غور فرمائیں:

﴿ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴾

”تیرے سوا کوئی الہ نہیں ہے تو پاک ہے بلاشبہ میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔“ [الانبیاء:87]

آپ کا بھی یہی حق بنتا ہے کہ حالات کی تنگی اور پریشانی میں اپنے گناہوں اور اپنی تقصیروں کا اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پاکی خوب بیان کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ بالآخر آپ کو خوشحالیوں سے ہمکنار فرمادے گا۔

اللہ کے بندو......! کوئی المناک حادثہ یا کوئی المناک موت دیکھ کر یہ نہ کہا کرو کہ بہت ظلم ہوا ہے......! خود ہی غور کرو کہ اگر ظلم ہوا ہے......؟ تو ظلم کرنے والا کون ہے......؟ موت کس کے حکم سے واقع ہوئی ہے......؟ بس میرا اور آپ کا حق یہی ہے کہ ہم 'اناللہ وانا الیہ راجعون' پڑھیں اور مظلوم کے لیے دعائے خیر کرتے ہوئے ظالم کے لیے بددعا کریں، مستقبل کے حالات کو اللہ تعالیٰ سے بہتر کوئی نہیں جانتا...... آج کا یتیم یا آج کا بے سہارا کل کو کیا رتبے پانے والا ہے یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ایک یتیم بچپن میں بہت زیادہ قابل رحم اور قابل ترس سمجھا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو علم وعمل کے ایسے خزانے عطا فرمادیتے ہیں کہ وہ جوان ہو کر پورے خاندان بلکہ پورے علاقے کے لیے قابل رشک بن جاتا ہے۔

اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا:

بڑے سے بڑے نقصان پر بھی 'اناللہ وانا الیہ راجعون' ہی پڑھنا چاہیے۔ آنے والی بڑی آزمائش میں مستقبل کے حوالے سے کوئی نہ کوئی خیر ضرور ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ذلیل وخوار اور ان پر ظلم کرنے کے لیے پیدا نہیں کیا بلکہ اس کا تو اعلان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [النساء:40]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا، اگر نیکی ہو تو وہ اس کو دگنا

بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب دیتا ہے۔" اور فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [یونس:44]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا مگر لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔"

اسی طرح ایک حدیثِ قدسی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا [صحیح المسلم:2577]

"اے میرے بندو! بلاشبہ میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور اس کو تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔"

اللہ کے بندو!......ان تمام دلائل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ ہر قسم کے ظلم سے پاک ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو اس قدر نعمتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں کہ وہ نعمتیں اور صلاحیتیں بول بول کر کہتی ہیں کہ اس قدر کرم و فضل اللہ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ ہماری زندگی میں جتنے نقصان ہوتے ہیں وہ ہمارے برے اعمال کے نتیجہ میں یا نیک لوگوں کے درجات کو بلند کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ یاد رکھو! سبحان اللہ پڑھنے والے کا کوئی نقصان بھی ضائع نہیں جاتا بلکہ وہ بھی اپنی پوری قیمت ادا کرتا ہے۔

غموں کو خوشیوں میں بدل دینے والی دعا:

رسول اللہ ﷺ کی ایک طویل دعا ہے جس کو ہم نے اپنی کتاب "خوشبوئے خطابت" کے دوسرے ایڈیشن صفحہ 252 پر نقل کیا ہے، اس دعا کے متعلق

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص غموں کے دنوں میں اس دعا کو پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دکھوں کو سُکھوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔ اس دعا میں بھی انسان اسی بات کا اقرار کرتا ہے کہ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ ''میرے بارے میں اللہ کا ہر فیصلہ عین انصاف پر مبنی ہے'' [سلسلہ احادیث صحیحہ:199]

بہر صورت سبحان اللہ کا چوتھا مفہوم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا حق نہیں رکھتے بلکہ اس کا اپنے بندوں کے بارے میں ہر فیصلہ ہر طرح کے ظلم اور ہر قسم کی ناانصافی سے مکمل پاک ہے۔

سبحان اللہ کا پانچواں معنی اور اس کے دلائل:

میرے اللہ کی نازل کردہ شریعت ہر قسم کی غلطی سے پاک ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں ہے بلکہ شریعتِ ربانیہ کا ہر ہر مسئلہ حد درجہ پاکیزہ اور آسان ہے۔ کسی آیت یا مسئلے کا سمجھ میں نہ آنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ شریعت میں نقص ہے بلکہ یہ تو اس بات کا احساس ہے کہ انسان کی عقل ناقص ہے وہ مولا علیم وخبیر کی ہر ایک بات کو سو فیصد نہیں سمجھ سکتا۔

آپ غور فرمالیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں قرآن کے جن مسائل کو سمجھنا تصور سے بالاتر تھا آج سائنس نے ان تمام مسائل کو عملی طور پر واضح کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس معنی میں لفظ سبحان کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝﴾ [سجدہ:15]

''ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان کے ذریعے سے یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی

حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔“

ایک جگہ پر اہل ایمان کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ باتوں میں شکوک وشبہات پیدا نہیں کرتے اور نہ ہی خوامخواہ کی فضول تاویلات کرتے ہیں بلکہ فیصلہ ربانی آجانے پر وہ اپنے سر کو اس کے آگے جھکا دیتے ہیں۔

﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○﴾ [النور:51]

”ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور وہ اللہ سے ڈرے اور وہ اس کی مخالفت سے بچے تو یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے۔“

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اللہ کی شریعت ہر قسم کی غلطی سے پاک ہے اور حقیقی مومن وہ ہیں جو کلام الٰہی پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرنے کی بجائے اس کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ذی وقار سامعین حضرات......! بڑے ہی اختصار سے آپ نے سبحان اللہ کے پانچ معانی سماعت فرمائے اور یقیناً آپ نے محسوس کیا ہے کہ سبحان اللہ بظاہر مختصر سا جملہ ہے لیکن ایک سچے مومن کا اصل خزانہ اسی میں پوشیدہ ہے اور یہی وہ بول ہے جو زندگی میں بہار اور شخصیت میں نکھار پیدا کردینے میں عظیم کردار ادا کرتا ہے۔ آج

کے بعد جب آپ کی زبان پہ سبحان اللہ آئے تو یہ پانچوں مفہوم آپ کی نگاہوں کے سامنے اور آپ کے دل میں موجزن ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پیارے کلمے کی تمام برکات نصیب فرمائے۔ اور ہم اس کو بکثرت صبح وشام پڑھتے رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صبح وشام پڑھنے کا حکم قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ [الروم:41-42]

اے ایمان والو! اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور اس کی صبح وشام پاکی بیان کرو۔"

ایک صاحبِ دل نے کیا ہی خوب کہا ہے:

ہے ذات تیری سبحان اللہ
نالے بات تیری سبحان اللہ

تیرا دِتا ہر کوئی کھاندا اے
کوئی نعمتاں خوب ہنڈاندا اے

تیرے باج نہ کوئی عطاندا اے
سب تیرے نے احسان اللہ

ہے ذات تیری سبحان اللہ
نالے بات تیری سبحان اللہ

تیریاں نعمتاں اک دو چار نئیں
کر سکدا کوئی شمار نئیں

کسے نعمت دا انکار نئیں
ہیں سب تیرے توں قربان اللہ

ہے ذات تیری سبحان اللہ
نالے بات تیری سبحان اللہ

جیہڑا پیار تیرے وچ کھو جاوے
سب چھڈ کے تیرا ہو جاوے

تیرے بوہے اُتے آن کھلو جاوے
اوہنوں بخشنا تیری شان اللہ

ہے ذات تیری سبحان اللہ
نالے بات تیری سبحان اللہ

تسبیح کے کلمات:

صحیح احادیث میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے لیے طرح طرح کے خوبصورت ننھے منھے بول موجود ہیں، میں آپ کے سامنے پانچ بول بیان کرتا ہوں، آپ اچھی طرح ان کو یاد فرمالیں اور ان معانی کو ذہن میں رکھتے ہوئے کثرت کے ساتھ ان کو پڑھتے رہا کریں۔

❶ سُبْحَانَ اللہ ❷ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ❸ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم وَبِحَمْدِهِ ❹ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم ❺ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْح

اب میں آپ کے سامنے بڑے ہی اختصار سے سبحان اللہ کے پانچ فوائد بیان کرتا ہوں تاکہ روح کی تازگی کے ساتھ ساتھ آپ کا جذبہ ایمان اور بڑھ جائے۔

سبحان اللہ کے پانچ فائدے:

سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے اعلیٰ، افضل، پاکیزہ اور پسندیدہ کلمہ

ہے اور جو شخص اس کو صبح وشام ۱۰۰ ‘سو مرتبہ پڑھتا رہے یا کثرت کے ساتھ تسبیح کے کلمات اپنی زبان پر جاری رکھے اللہ تعالیٰ ان کو بے شمار فوائد سے نوازتے ہیں ان میں سے پانچ یہ ہیں۔

1 تسبیح کے کلمات ترازو میں بہت زیادہ بھاری ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بہت زیادہ اجروثواب عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ کہنے سے اللہ تعالیٰ کا ترازو اجروثواب سے بھر جاتا ہے۔ [صحیح المسلم:223]

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے یہ حدیث بیان کی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں کوئی شخص روزانہ ایک ہزار نیکی حاصل کرنے سے عاجز ہے......؟ ایک صحابی فرمانے لگے: اللہ کے رسول! ہم روزانہ ایک ہزار نیکی کیسے حاصل کر سکتے ہیں......؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهُ أَلْفُ حَسَنَةٍ

[صحیح المسلم:2698]

”جو سو دفعہ سبحان اللہ کہتا ہے اس کے لیے ہزار نیکی تحریر کر دی جاتی ہے۔“

سامعین کرام!......ہم میں سے کون شخص ہے جس کو جنت میں درجات کی بلندی کے لیے اجروثواب کی ضرورت نہ ہو......؟ یقیناً ہر شخص کو اجروثواب کی ضرورت ہے اور تسبیح کے کلمات اجروثواب کے حصول کا تیز ترین ذریعہ ہیں۔

2 اللہ تعالیٰ تسبیح کی وجہ سے بے شمار گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ صحیح المسلم کی روایت کے مطابق سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہزار غلطیاں معاف فرما دیتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کر دیتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

[صحیح المسلم:2691]

سامعین کرام......! سبحان اللہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور جو شخص ہر وقت اپنی زبان کو اللہ کی تسبیح سے تر رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال کو گناہوں سے پاک کر دیتے ہیں بشرطیکہ وہ ڈھٹائی کے ساتھ اللہ کی بغاوت کرنے والا نہ ہو۔

3 اللہ کی تسبیح کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ ہمیشہ باقی رہنے والی نیکی ہے۔ سبحان اللہ کی خیر و برکت اور اس کا اجر و ثواب کبھی ختم نہیں ہوگا حتی کہ آدمی اپنے پاک اللہ سے ملاقات کرے گا اور وہ اس کو خصوصی نوازشات سے نوازیں گے۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ۝ ﴾ [الکہف:46]

”مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں بہت بہتر ہیں تیرے رب کے ہاں ثواب پانے کے اعتبار سے اور بہت بہتر ہیں امید کے اعتبار سے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا: اے میرے صحابہ! باقیات صالحات کو کثرت سے حاصل کرو یعنی باقی رہنے والی نیکیاں بہت زیادہ اکٹھی کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کے رسول! باقی رہنے والی نیکیاں کون سی ہیں......؟ آپ ﷺ نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ان میں ایک نیکی سبحان اللہ پڑھنا ہے۔ کثرت کے ساتھ سبحان اللہ پڑھا کرو۔

[مسند احمد:18/241، مستدرک حاکم:1/511، سلسلہ احادیث صحیحہ:3264]

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی تسبیح بڑے ہی کمال کی نیکی ہے اور اس نیکی کا فیض کبھی ختم نہ ہوگا حتی کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی جنت میں بھی اس کی تسبیح کا نغمہ پڑھتا رہے گا۔

4 ہم چوتھے فائدے کو دو حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔(۱) جو شخص ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان اللہ پڑھے اور اس کے ساتھ 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر کو ملا لے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ لاکھوں روپے کے صدقہ سے زیادہ ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔(۲) اور اگر یہی عمل رات کو سوتے وقت دہرا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ دن بھر کی تھکن دور فرما دیتے ہیں۔سبحان اللہ!

اللہ کے بندو......! یاد رکھو، سبحان اللہ زندگی کی رونق اور بہار ہے اس کو اچھی طرح سمجھو اور کثرت سے پڑھنا اپنا معمول بنا لو دنیا کی ہر خیر حاصل ہوگی اور دنیا کے ہر شر سے نجات مل جائے گی کیونکہ عرش و فرش کے مالک کی پاکی بیان کرنے والے کو خصوصی پروٹوکول سے نوازا جاتا ہے۔

5 اللہ کی تسبیح بیان کرنے والے کو جنت میں عالیشان باغات اور بنگلے عطا کیے جائیں گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا صحیح فرمان ہے کہ جو شخص سبحان اللہ یا سبحان اللہ وبحمدہ یا سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھتا ہے غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ ”اس کے لیے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا یا جاتا ہے۔

[جامع ترمذی:3464،صحیح ابن حبان: 3/109(826)،مستدرک حاکم:1/511،صحیح الجامع الصغیر:6429،سلسلہ احادیث صحیحہ:64]

سامعین کرام......! یہ ہیں اللہ کی پاکی کے کلمات، اس کے معانی و مفاہیم اور اس کے مختصر فوائد کہ جن سے ایک مسلمان کی زندگی میں رونق اور بہار آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہر دم اور ہر پل اپنی تسبیح بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

الحمدللہ کے معانی وفوائد
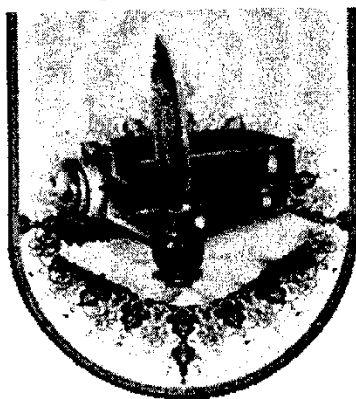
الحمدللہ

معانی اور فوائد

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ○

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ ﴾ [الفاتحہ]

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، بہت زیادہ رحم کرنے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا، قیامت کے دن کا مالک ہے۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت مبارک اور اعلیٰ نیکی ہے، جب اللہ تعالیٰ کا ذکر سوچ سمجھ کر پورے شعور کے ساتھ کیا جائے تو اس کے نقد دو فائدے ہوتے ہیں۔

1. مومن ذکر کی لذت اور حلاوت محسوس کرتا ہے اس کی اداسی، مایوسی اور ہر طرح کی بدسکونی ختم ہو جاتی ہے اور وہ عجیب روحانی مٹھاس محسوس کرنا شروع ہو جاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ جب پورے ادراک اور گہرائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو نیکیوں سے خوشبو آنا شروع ہو جاتی ہے۔

2. انسان بہت سی اخلاقی بیماریوں سے نجات پالیتا ہے، وہ ایک تربیت یافتہ، بااخلاق صالح مسلمان بن جاتا ہے۔ یعنی زبان کی بے راہ روی اور نگاہ کی آوارگی شعور والے ذکر کی برکت سے ختم ہو جاتی ہے۔ آج کل معاشرے میں بظاہر ذکر سے وابستہ لوگ جو شرک و بدعت اور بڑے بڑے گناہوں اور وارداتوں میں ملوث ہوتے ہیں اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہوتی ہے کہ ان کے پاس رٹے رٹائے الفاظ اور تسبیح کے منکوں کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔

آج میں آپ کے سامنے ایک افضل ترین دعا اور شکر کے لیے سب سے اعلیٰ اور معروف کلمہ ''الحمد للہ'' اس کے معنی اور فوائد بیان کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کی حمد موجزن ہو اور آپ اپنے اللہ کی پیاری تعریفوں کے ساتھ اس سے ملاقات کریں۔ نبی ﷺ سے پہلے بھی جتنے برگزیدہ انبیاء و رسل علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ گزرے ہیں ان کی زبانیں ہر حال میں الحمد للہ سے ہی تر رہیں، وہ تو غمی و خوشی اور ہر ایک موقع پر اللہ کی حمد کرنے والے تھے۔

سیدنا جبریل علیہ السلام کے متعلق صحیح حدیث میں موجود ہے کہ معراج کے موقعہ پر

جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شراب رکھی گئی اور دودھ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے دونوں کو دیکھ کر دودھ کو پکڑا تو امام الملائکہ سیدنا جبریل علیہ السلام یہ فرمانے لگے:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ [صحیح البخاری:5576]

''ہر قسم کی حمد اللہ کے لیے ہے ایسی ذات جس نے آپ کی فطرت کی طرف رہنمائی کی۔''

حضرت نوح علیہ السلام کو جب نجات ملی تو آپ نے یہی فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾[مومنون:28]

''حمد تو صرف اس ذات کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات بخشی''

اور اسی طرح حضرت داود علیہ السلام اور امام الملوک حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب عظیم مقام ومرتبہ ملا تو انہوں نے یہی فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

''حمد صرف اس ذات کے لیے ہے جس نے ہم کو اپنے زیادہ زیادہ مومن بندوں پر فضیلت بخشی۔'' [النمل:15]

رسول اللہ ﷺ نے الحمدللہ کو سب سے افضل دعا قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ ہر موقع پر اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کی حمد سے تر رکھتے تھے۔ مجھے یاد آیا خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہادت کے موقع پر پوچھا کہ مجھ پر حملہ کرنے والا کون ہے......؟ تحقیق کے بعد آپ کو بتایا گیا کہ وہ مجوسی غلام ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے شہادت نوش فرمانے سے چند لمحے پہلے یہی ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ مِیْتَتِیْ بِیَدِ رَجُلٍ یَدَّعِی الْاِسْلَامَ

"ہر قسم کی حمد اس ذات کے لیے ہے کہ جس نے میری موت ایسے شخص کے ہاتھوں نہیں کی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔"

سامعین حضرات......! "الحمدللہ" ایک ایسا مبارک اور پاکیزہ کلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی سورتوں کا آغاز ہی اس مبارک کلمے سے کیا ہے اور یہی کلمہ آج تک اہل ایمان کی زبانوں پر گونج رہا ہے۔ قرآن مجید نے کیا خوب بیان فرمایا:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴾ [السباء:1]

"ہر قسم کی حمد اللہ کے لیے ہے ایسی ذات کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور اسی کے لیے حمد آخرت میں ہے اور وہی حکمتوں والا باخبر ہے۔"

آیئے......! اللہ تعالیٰ کی حمد اور الحمدللہ کے معانی پر غور فرمائیں!

الحمدللہ کا پہلا معنی:

ہر طرح کی حمد وثناء اور حقیقی تعریف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یعنی ایک مسلمان اپنی زبان سے جب الحمدللہ کہتا ہے تو اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ تعریفوں بھرے ہر طرح کے پاکیزہ اور مبارک کلمات میرے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان ہی کے لائق ہیں کیونکہ تمام کمالات کا اصل محور وہی ہے، ہر قسم کی خوبی کا مالک وہی ہے اور ہر قسم کی توفیق اسی کی طرف سے نصیب ہوتی ہے، وہی رحیم وکریم دنیا وآخرت کا مالک ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ قرآن مجید کا آغاز ہی اس سے ہے۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ ﴾ [الفاتحه]

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، بہت زیادہ رحم کرنے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا، قیامت کے دن کا مالک ہے۔''

یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بات پہ اپنی تعریف کرنے کے دلائل بھی ذکر کیے ہیں کہ میری حمد وثنا اسی لیے ہے کہ میں ہی رب العالمین ہوں، میں ہی رحمن ورحیم ہوں اور میرے سوا روزِ جزا لانے والا کوئی نہیں، اس لیے حق ہے کہ سب سے زیادہ حمد وثناء اور تعریف میری ہی کی جائے اور یہی بات دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس انداز کے ساتھ بیان فرمائی:

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ○﴾

''اور کہہ دو! تمام خوبیاں اس اللہ کے لیے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ ہی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مدد گار ہے۔ اور تم خوب اس کی بڑائی بیان کرو۔'' [بنی اسرائیل:111]

سامعین کرام......! ''الحمدللہ'' ہر مسلمان کو اس جذبے کے ساتھ کہنا چاہیے کہ اس کو قلبی طور پر اس بات کا یقین ہو کہ حقیقی حمد وثناء اور تعریف کا مستحق صرف اور صرف میرا اللہ ہے، اس سے مسلمان کی دو نکات پر تربیت ہوتی ہے۔

1. اس کی طبیعت پر شعور سے پڑھے الحمدللہ کا سب سے پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ دوسروں کی مدح سرائی، مبالغہ آرائی اور خوشامد کرنے سے بچا رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر کسی میں کوئی کمال ہے تو وہ میرے اللہ ہی کا عطا کردہ ہے اور اس پر تعریف بھی اللہ ہی کی ہونی چاہیے۔

2. اس کے دل میں اپنے لیے تعریفات اور القابات سننے کی ہوس ہمیشہ

کی عطا کردہ ہیں۔ مجھے مال وزر، مقام ومرتبہ اور ایمان وصحت بخشنے والا صرف اور صرف میرا اکیلا اللہ ہے اور اس میں کسی کا ذرہ بھر حصہ نہیں ہے۔

خدا کی قسم......! سمجھ کر الحمد للہ پڑھنے والا کبھی اللہ کا شریک نہیں ٹھہرا سکتا ، بصیرت کے ساتھ الحمد للہ کا ورد کرنے والا کسی صورت غیر اللہ کو داتا، گنج بخش یا لجپال نہیں کہہ سکتا، کیونکہ روزی اور خزانے دینے والا اور ہمیں پالنے والا اور ہمیں ایک ایک نعمت عطا کرنے والا صرف ایک اللہ ہے، اللہ ہی دستگیر ہے باقی سب نبی، ولی اور چھوٹے بڑے فقیر ہیں۔ الحمد للہ کا یہ معنی قرآن میں اس انداز سے موجود ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ ﴾ [المومن:64-65]

”اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری بہت ہی خوبصورت شکل بنائی اور اس نے تم کو عمدہ چیزوں کا رزق دیا، یہ اللہ ہے تمہارا رب پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، جو رب ہے سارے جہان کا، وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم اسی کو پکارو دین کو اسی کے لیے خالص کرتے رہو، ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔“

اور اسی بات کو واضح لفظوں میں دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:

﴿ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ

کی عطا کردہ ہیں۔ مجھے مال وزر، مقام ومرتبہ اور ایمان وصحت بخشنے والا صرف اور صرف میرا اکیلا اللہ ہے اور اس میں کسی کا ذرہ بھر حصہ نہیں ہے۔

خدا کی قسم...... ! سمجھ کر الحمد للہ پڑھنے والا کبھی اللہ کا شریک نہیں ٹھہرا سکتا، بصیرت کے ساتھ الحمد للہ کا ورد کرنے والا کسی صورت غیر اللہ کو داتا، گنج بخش یا لجپال نہیں کہہ سکتا، کیونکہ روزی اور خزانے دینے والا اور ہمیں پالنے والا اور ہمیں ایک ایک نعمت عطا کرنے والا صرف ایک اللہ ہے، اللہ ہی دستگیر ہے باقی سب نبی، ولی اور چھوٹے بڑے فقیر ہیں۔ الحمد للہ کا یہ معنی قرآن میں اس انداز سے موجود ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ ﴾ [المومن:65-64]

”اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری بہت ہی خوبصورت شکل بنائی اور اس نے تم کو عمدہ چیزوں کا رزق دیا، یہ اللہ ہے تمہارا رب پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، جو رب ہے سارے جہان کا، وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم اسی کو پکارو دین کو اسی کے لیے خالص کرتے رہو، ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔“

اور اسی بات کو واضح لفظوں میں دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:

﴿ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ

تَجْئَرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ [النحل:53-54-55]

''اور تمہارے پاس جو نعمت بھی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تم کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس سے فریاد کرتے ہو، پھر جب وہ تم سے تکلیف دور کر دیتا ہے تو تم میں ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ وہ منکر ہو جائیں اس چیز سے جو ہم نے ان کو دی ہے، پس چند روز فائدے اٹھا لو عنقریب جلد ہی تم جان لو گے۔''

اللہ کے بندو......! الحمدللہ کی وسعت میں یہ معنی پوری طرح شامل ہے کہ بندے کو عطا کرنے والا صرف اور صرف اللہ ہے۔ آپ بحیثیت مسلمان اللہ تعالیٰ سے پوری محبت وعقیدت اور یقین سے مانگیں وہ ایمان کی حالت میں مانگی ہوئی کسی دعا کو رد نہیں فرماتا، بشرطیکہ مومن غیرت مند مومن ہو غیروں کے در پہ جا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ غداری کرنے والا نہ ہو۔

الحمدللہ کا تیسرا معنی:

احسان مندی کے جذبات سے لبریز حقیقی شکر کا صحیح حقدار صرف اور صرف اللہ ہے، یعنی ایک مسلمان جب الحمدللہ کہتا ہے تو وہ اس پاکیزہ بول کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی انتہا کر دیتا ہے۔ اے میرے اللہ......!

* ...... اگر تعریف ہے تو تیری
* ...... اگر کوئی نعمتیں دینے والا ہے تو صرف تُو ہے
* ...... اگر شکر کے لائق کوئی سب سے عظیم ہستی ہے تو وہ تیری ہے

آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ فرمائیں آپ قدم قدم اور پل پل پہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی انتہاء کر دیتے، اپنے خالق و مالک کی ایسی شکر گزاری کہ زمانہ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہم ہیں کہ اس کا دیا ہوا سب کچھ کھاتے ہیں اور اس کی نسبتیں اپنے پیروں کی طرف کرتے ہیں، اس کی نعمتوں کو استعمال کر کے شکر غیروں کے ادا کرتے ہیں۔

اللہ کے بندو!...... کائنات کے سب سے بڑے شکر گزار امام الشاکرین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرو، وہ کس قدر ادب اور اعلیٰ سلیقہ کے ساتھ الحمد للہ کا بول' بول کر اپنے اللہ کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ ہم تو شاید پانی کو نعمت ہی نہیں سمجھتے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں پانی کو بے دریغ ضائع کیا جاتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ گھونٹ گھونٹ پر الحمد للہ کہتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی اس پاکیزہ ادا کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

كَانَ يَشْرَبُ فِيْ ثَلَاثَةِ اَنْفَاسٍ اِذَا اَدْنَى الْاِنَاءَ اِلَى فِمِهِ سَمَّ اللهَ تَعَالَى وَاِذَا اَخَّرَهُ حَمِدَاللهَ [سلسلہ احادیث صحیحہ:1277]

''آپ ﷺ تین سانسوں میں پیتے، جب برتن کو اپنے منہ کے قریب کرتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب برتن کو پیچھے ہٹاتے تو الحمد للہ کہتے اور ہر گھونٹ پر ایسا ہی کرتے۔''

سامعین کرام!...... ہر گھونٹ اور ہر لقمے پر الحمد للہ کہنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ یہ اتنا بڑا مبارک عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اپنے بندے پر راضی ہو جاتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاُكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ اَوْ

يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا [صحیح المسلم:2734]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بندے سے خوش ہوتے ہیں یہ کہ وہ لقمہ لے اور اس پر الحمدللہ کہے یا وہ گھونٹ پیئے اور اس پر الحمدللہ کہے۔''

رسول اللہ ﷺ ہر لقمے پر الحمدللہ کہتے اور کھانا کھا کر بھی اپنی زبان سے الحمدللہ ادا کرتے جیسا کہ مسنون دعاؤں کے شروع میں یہ کلمات موجود ہیں۔

امام بکر مزنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مزدور سے ملاقات:

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی لاجواب اور بے مثال کتاب ''عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین'' میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت بکر مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مزدور کو دیکھا جو کمر پر بوجھ اٹھائے جا رہا تھا اور وہ اپنی زبان سے بار بار دو کلمے ادا کر رہا تھا: ''الحمدللہ'' اللہ تیرا شکر ہے''، ''استغفر اللہ'' اللہ مجھے معاف کر دے۔ حضرت صاحب نے جب بار بار ان کلمات کو سنا تو تعجب سے پوچھنے لگے: اے اللہ کے بندے! تجھے ان دو کلمات کے سوا اور کچھ نہیں آتا......؟ حمد سے فارغ ہوتا ہے تو استغفار شروع کر دیتا ہے اور اگر استغفار سے فارغ ہوتا ہے تو حمد شروع کر دیتا ہے آخر کیوں؟......

وہ مزدور جواب میں کہنے لگا: حضرت کیوں نہیں! اللہ کی توفیق سے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ کئی ایک اذکار کو جانتا ہوں اور پڑھتا بھی ہوں، لیکن زیادہ الحمدللہ اور استغفر اللہ اس لیے کہتا ہوں کہ آدمی دو حالتوں سے کبھی باہر نہیں ہوتا، اللہ کی نعمتیں لیتا ہے اور اس کے حق میں گناہ کرتا ہے۔ جب میں خدا کی نعمتوں کو یاد کرتا ہوں تو الحمدللہ کہتا ہوں اور جب اپنی کوتاہیوں پر نظر پڑتی ہے تو بے ساختہ زبان سے استغفر اللہ ہی نکلتا ہے۔ حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں مزدور کا جواب سن کر حیران ہو گیا اور میں نے دل ہی دل میں کہا: واہ! میرے اللہ...... ہم

کیا فقیہ ہیں؟ یہ مزدور تو ہم سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اللہ اکبر!

سامعین کرام!...... اگر قرآن پڑھا جائے تو وہ بھی ہمیں قدم قدم پر الحمد للہ کہنے کا ہی حکم دیتا ہے اور الحمد للہ شکرِ الٰہی کا سب سے مختصر اور جامع کلمہ ہے، اہل جنت جب جنت میں جائیں گے تو جنت میں داخل ہو کر بار بار الحمد للہ ہی کہیں گے۔

خطبہ جمعہ میں آنے والو!...... آپ نے جنت میں پہنچ کر جو سب سے پہلے بول بولنے ہیں، آیئے! میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔

1 ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ﴾ [الاعراف:43]

''اور وہ کہیں گے کہ سارا شکر اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو یہاں تک پہنچایا اور ہم یہ جنت پانے والے نہ تھے اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا۔''

2 ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ ﴾ [الفاطر:34]

''اور وہ کہیں گے: سارا شکر اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے غموں کو دور کیا، بلاشبہ ہمارا رب بہت زیادہ معاف کرنے والا قدر دان ہے۔''

3 ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ﴾

''اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ سچا کرتے ہوئے ہمیں اس زمین کا وارث بنایا ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں، عمل کرنے

والوں کا اجر بہت ہی اچھا ہے۔ اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہوئے اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: سارا شکر اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

الحمدللہ کے فوائد:

الحمدللہ کے معانی ومفاہیم کو سمجھ لینے کے بعد مسلمان ایک عجیب وغریب روحانی لذت محسوس کرتا ہے جس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ ہر حال میں الحمدللہ کا ورد اپنی زبان پر جاری رکھنے کے بے شمار فوائد ہیں ان میں سے چھ فائدے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حمد سے زبانیں تر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

1 ...... اللہ سبحانہ وتعالیٰ الحمدللہ کہنے پر بہت زیادہ اجر وثواب عطا فرماتے ہیں، صحیح المسلم کی روایت کے مطابق

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيْزَانَ [صحيح المسلم]

''الحمدللہ ترازو کو بھر دیتا ہے۔''

یعنی مسلمان جب اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور شکر پر مبنی یہ مبارک کلمات اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کو تولنے کے لیے جو ترازو قائم کیا ہے وہ اجر وثواب کے ساتھ بھر جاتا ہے۔ اور بعض روایات سے تو یوں معلوم ہوتا ہے جب ایک مسلمان دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے تو فرشتے اس کا اجر لکھنے سے قاصر آجاتے ہیں۔ ایک صحیح روایت کے مطابق ایک شخص نے 'الحمدللہ کثیرا' کہا تو فرشتے پر اس کا اجر وثواب لکھنا گراں ہو گیا وہ اپنے رب کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے

جواب میں ارشاد فرمایا:

اُكْتُبْهَا كَمَا قَالَ عَبْدِيْ كَثِيْرًا [سلسلہ احادیث صحیحہ:3452]

"اسی طرح لکھ دے جس طرح میرے بندے نے کثیرا کہا ہے"

جب میرا بندہ قیامت کے روز میری ملاقات کے لیے آئے گا تو اس کو اس بہت زیادہ تعریف اور شکر کرنے کی جزا خود عطا فرماؤں گا۔

❷......جب مسلمان کی زبان سے حمدِ الٰہی کے کلمات نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کلمات کو اپنی بارگاہ میں خصوصی طور پر پیش کرنے کے لیے اپنے ملائکہ کو زمین پر نازل فرماتے ہیں اور حمد کرنے والے خوش نصیب کو خاص پروٹوکول سے نوازا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں مشہور حدیث ہے کہ ایک شخص نے مندرجہ ذیل کلمات کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ

[سنن ابی داود:763، جامع ترمذی:404]

"اے اللہ! ہمارے پروردگار تیرے لیے بہت ہی زیادہ پاکیزہ، مبارک حمد ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کم وبیش 39 فرشتوں کو نازل فرمایا اور وہ اس بات میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے تھے کہ کون ان کلمات کو لکھے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے۔

❸......رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جب کوئی شخص کسی معذور شخص کو دیکھ کر اللہ کی حمد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو زندگی بھر معذوری سے محفوظ فرما لیتے ہیں۔ اور اس موقع پر آپ ﷺ نے حمد کے مندرجہ ذیل کلمات سکھلائے ہیں:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا [جامع ترمذی:2/253، سلسلہ صحیحہ:602]

”حمد ہے اس ذات کی جس نے مجھے اس مرض سے عافیت بخشی جس میں تجھے مبتلا کیا اور اپنی کئی ایک مخلوقات میں سے فضیلت بخشی۔“

سامعین کرام! یہاں میں ایک ضروری اصلاح کرنا چاہتا ہوں ہمارے بعض احباب مصیبت زدہ یا کسی معذور شخص کو دیکھ کر اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیتے ہیں یا اس کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں جب کہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ایسے شخص کو دیکھ کر آپ کے ذمہ دو کام ہیں۔ (۱) اس کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو تعاون کریں اور خیر خواہی کا معاملہ کریں (۲) اور آپ کے پاس جو سلامتی و عافیت ہے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے بیان کردہ دعا پڑھ لیں۔

4 ...... موت کے وقت زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے کلمات جاری ہو جاتے ہیں، یعنی جو مسلمان ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کا عادی ہو اور وہ کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کے گلے شکوے کرنے والا نہ ہو تو ایسے شخص پر جب موت آتی ہے تو موت کی مدہوشیوں میں بھی اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر اپنی حمد کے کلمات جاری فرما دیتے ہیں جو کہ ایک مسلمان کے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کے ایمان افروز فرمان پر غور فرمائیں:

اَلْمُؤْمِنُ بِخَيْرٍ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ تَخْرُجُ نَفْسُهُ وَهُوَ يَحْمَدُ اللهَ

[صحیح ابن حبان: 176/7 (2914) مسند احمد: 235/4 (2412) کنز العمال: 41208]

”مومن ہر حال میں بھلائی کے ساتھ ہوتا ہے اور بلا شبہ مومن ایسا خوش نصیب ہے کہ اس کی روح نکلتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہا ہوتا ہے۔“

اللہ کے بندو! ...... کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص کہ جو دنیا سے جاتے ہوئے

بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہا ہو، آیئے! اگر آپ بھی یہ اعزاز اور سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو حالات کی تنگی اور پریشانی کے عالم میں بھی اپنے اللہ کی حمد کرنا سیکھیں اور دل کی گہرائیوں سے الحمد للہ کا مبارک وظیفہ پڑھتے رہیں۔

5 ...... جو شخص دنیا میں کثرت کے ساتھ الحمد للہ پڑھنے والا ہوگا وہ قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ صاحبِ مقام اور صاحبِ فضیلت ہوگا، یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایسے شخص کو اپنے افضل ترین اور اعلیٰ ترین بندوں کی صف میں شامل فرمادیں گے۔ امام الشاکرین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اِنَّ أَفْضَلَ عِبَادِاللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْحَمَّادُوْنَ

[المعجم الکبیر:254، کنز العمال:6414، صحیح الجامع الصغیر:1571]

''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سب سے افضل بندے بہت زیادہ حمد کرنے والے ہوں گے۔''

سامعین کرام!...... مال کی قلت اور کثرت کامیابی نہیں! اصل کامیابی اور دونوں جہانوں کی کامرانی صرف اور صرف اس بات میں ہے کہ مسلمان جس حال میں بھی ہو...... امیر ہو یا غریب...... بیمار ہو یا صحتمند...... خوشحال ہو یا تنگدست...... نعمتوں کے باغ میں ہو یا آزمائشوں کے جال میں...... وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور تعریف کرنے والا ہو۔ آج دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے غرباء کو اگرچہ حقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے، دنیاداروں کی نگاہوں میں انکے شکر بھرے ایمانی جذبات کی کوئی قدر نہیں ہوتی لیکن قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں یہی لوگ سب سے افضل اور بہتر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہی میں سے کردے۔ آمین!

6 ...... حمد کرنے والوں کو جنت میں خاص محل دیا جائے گا یعنی جو شخص مصیبت، غم اور پریشانی کے عالم میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد سے منہ نہیں موڑتا' اللہ تعالیٰ

ایسے شخص کو اپنی جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں گے۔ اس سلسلہ میں میں آپ کے سامنے ایک معروف، صحیح حدیث بیان کرتے ہوئے اجازت چاہوں گا۔

حضرت ابوسنان رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے اپنے بیٹے سنان کو دفن کیا تو قبر کے کنارے حضرت ابوطلحہ خولانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے، جب میں وہاں سے جانے لگا تو انہوں نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور کہا: اے ابوسنان! کیا میں تجھے ایک خوشخبری نہ دوں......؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: مجھے یہ حدیث ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی اور وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کا بیٹا فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو کہتے ہیں: کیا تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح کو قبض کیا......؟ وہ کہتے ہیں ہاں!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کیا تم میرے بندے کے دل کا ٹکڑا چھین لائے ہو؟

فرشتے فرماتے ہیں: جی ہاں!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بتاؤ اس وقت میرے بندے کی زبان پر کیا تھا......؟

فرشتے جواب میں کہتے ہیں: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ ''وہ آپ کی حمد کر رہا تھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہا تھا''

اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

اِبْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَیْتَ الْحَمْدِ

''میرے بندے کے لیے جنت میں ایک محل بنا دو اور اس کا نام 'بیت الحمد' رکھ دو'' [مسند احمد: 1/194 (510) جامع ترمذی: 1021 صحیح ابن حبان: 2948، 7/210]

سامعین کرام......! اللہ تعالیٰ کے خصوصی پیار کا اندازہ فرمائیں کہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے وہ بندے کے ہر بول کو عرش پر بیٹھا سنتا اور سمجھتا بھی

ہے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں کی گواہی کے ذریعے اپنے بندے کی زبان سے حمد والے کلمات دوبارہ سنتے ہیں اور پھر خود حکم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے ایسے پیارے بندے کے لیے تعریفوں بھرا گھر بنادو۔

اللہ کے بندو......! یہ ہے وہ مقام اور عالی رتبہ جو حمد کرنے والے خوش نصیب مسلمان کو عطا کیا جاتا ہے، آج کے بعد اچھی طرح اپنی ذہن سازی فرمالیں کہ خوشحالی کے دنوں میں بھی تعریف اور شکر اللہ ہی کا ادا ہو اور غمی کے ایام میں بھی اسی کے حمد کے گیت گائے جائیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو زیادہ سے زیادہ الحمدللہ کا ورد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

هذا ما كان عندي والله تعالى اعلم بالصواب
ان اريد الا الاصلاح وما توفيقي الا بالله
واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

کیا ہم حقیقی مسلمان ہیں؟
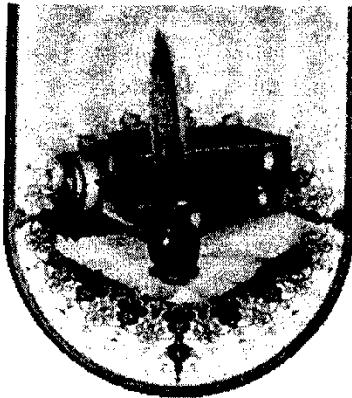
کیا ہم حقیقی مسلمان ہیں؟؟؟

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○﴾ [الحشر:22]

''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی الہ نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، وہی بہت زیادہ رحم کرنے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ عطا فرمایا ہے، ہمارے ہر طرف اس کی رحمتوں اور نعمتوں کا گھیرا ہے اور ہمیں سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب کچھ عطا کیا ہے ہم نے اللہ تعالیٰ کو کیا دیا ہے......؟ اللہ کے بندو! ہم اللہ تعالیٰ کو دے بھی کیا سکتے ہیں......؟ کم از کم اتنا تو کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو وہ شان اور مقام دیں جو شان اور مقام اس کے لائق ہے۔ لا الہ الا اللہ پڑھنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو وہ مقام دینا ہے جو مقام اس کی شان کے لائق ہے، یعنی یہ گواہی دینا کہ میرا اللہ بلکہ میرا سب کچھ میرا اللہ ہی ہے، میری سب عبادات اور میری تمام امیدوں کا محور صرف اور صرف میرا اللہ ہے

سامعین کرام......! اس وقت تک ہم اللہ تعالیٰ کو اس کی شان کے لائق مقام دے ہی نہیں سکتے جب تک پوری بصیرت اور گہرائی کے ساتھ کلمہ شہادت کا اقرار نہ کریں۔ سب سے پہلے دیگر عبادات کی طرح کلمہ شہادت کی بھی چند شروط ہیں کہ جن کو پورا کرنا از حد ضروری ہے اس کے بغیر آدمی کے پڑھے ہوئے کلمے کا کوئی اعتبار نہیں اور ایسا شخص اسلام کی برکتوں سے محروم ہے۔ ہمارے معاشرے میں صرف کلمہ شہادت کا رٹا لگایا جاتا ہے لیکن اس کی شروط اور پھر اس کے بعد اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی جو کہ ناقابل معافی غفلت ہے اگر ہم غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ہر عبادت کے لیے کچھ نہ کچھ شروط ضرور ہوتی ہیں کہ جن کا پہلے خیال رکھنا از حد ضروری ہوتا ہے اس کے بغیر وہ عبادت قبول ہی نہیں کی جاتی۔

مثال کے طور پر نماز' اعلیٰ درجے کی عبادت ہے، اور اس کے لیے وضو شرط ہے لیکن اگر کوئی شخص بغیر وضو کے نماز پڑھے تو ہم سب جانتے ہیں کہ

اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

فرضی روزہ بہت بڑی عبادت ہے لیکن اس کے لیے رات کو نیت کرنا شرط ہے اگر کوئی شخص فرضی روزے کی رات کو نیت نہ کرے تو اس کے دن بھر بھوکا رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حج عظیم ترین عبادت ہے اور اس کے لیے احرام باندھنا شرط ہے لیکن جو شخص بغیر احرام باندھے بیت اللہ کا طواف ـــــ اور صفا مروہ کی سعی کرتے ہوئے منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں حاضری دے تو اس کا حج قبول نہیں کیا جائے گا۔

یا ہم ہر سال قربانی کرتے ہیں تو جانور کا دوندا ہونا شرط ہے اگر کوئی جان بوجھ کر دوندا جانور نہ کرے تو اس کی قربانی بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی۔

میرے پیارے مسلمان بھائیو...... ! جب جزوی عبادات کے لیے شروط کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے تو کلمہ توحید تو ان تمام عبادات سے بڑھ کر ہے بلکہ اسی پر تمام عبادات کی بنیاد ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شریعت میں کلمے کی شروط موجود نہ ہوں۔ آیئے! میں آج آپ کے سامنے کلمے کی شروط بیان کرتا ہوں جن کا خیال اور لحاظ رکھنا ازحد ضروری ہے اس کے بغیر آدمی کے کلمے کا سرے سے اعتبار ہی نہیں رہتا یا کم از کم آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان شروط کے بغیر آدمی پورے کا پورا اسلام میں داخل نہیں ہوتا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ بیان کی جانے والی شروط اکثر مسلمانوں کے علم میں ہوتی ہیں لیکن ہم ان کو ان کے اصل ناموں کے ساتھ آسان ترتیب دیتے ہوئے بیان کریں گے تاکہ اس سے دل و دماغ میں کلمے کی شروط کا نقشہ بالکل واضح ہو جائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾

''اللہ کی گواہی ہے اور فرشتوں کی اور اہل علم کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ انصاف کو قائم رکھنے والا ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ زبردست حکمت والا ہے۔'' [آل عمران:17]

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی صرف انسان ہی نہیں دیتے بلکہ لا الٰہ الا اللہ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کی گواہی بھی موجود ہے اور ہمیں یہ گواہی پوری بصیرت، شعور اور شروط کو ملحوظِ خاطر رکھ کر دینی چاہیے۔ آیئے! میں کلمہ شہادت کی سب سے پہلی شرط بیان کرتا ہوں۔

کلمہ شہادت کی پہلی شرط ''علم''

مسلمان کا کلمہ صرف رٹے اور ترجمے کی حد تک نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کو اپنے کلمے کے بارے میں مکمل علم اور ادراک گہرائی کی حد تک ہونا چاہیے کیونکہ بغیر علم کے کلمے کا کوئی اعتبار نہیں!...... اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے آخری حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا حکم ارشاد فرمایا:

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ ۝﴾

''پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور معافی مانگو اپنے قصور کے لیے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے اور اللہ جانتا ہے تمہارے چلنے پھرنے کو اور تمہارے ٹھکانوں کو۔'' [محمد:19]

اس آیت میں آپ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ حکم ارشاد فرما رہے ہیں کہ آپ بھی اس بات کا مکمل علم حاصل کریں، اور پورے شعور اور بصیرت کے ساتھ اس بات کی گواہی دیں کہ دنیا میں کوئی الٰہ نہیں سوائے اللہ رب العالمین کی ذات کے۔ یاد رہے! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری کتاب العلم میں باقاعدہ باب باندھ کر اس شرط کا تذکرہ کیا ہے کہ قول اور عمل سے پہلے علم کا ہونا ضروری ہے، بغیر علم کے کہے ہوئے قول اور کیے ہوئے عمل کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں۔ العلم قبل القول والعمل!

اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس شرط کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الزخرف:86]

''اور اللہ کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے، مگر وہ جو حق کی گواہی دیں گے اور وہ جانتے ہوں گے۔''

یعنی جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیروں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں، غیروں کے در پر اس لیے سر جھکاتے ہیں، غیروں کے نام کی نذر و نیاز اس لیے دیتے ہیں، غیروں کی قبروں کا چکر اس لیے لگاتے ہیں کہ وہ کل قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہماری سفارش کریں گے، ایسا کبھی نہیں ہوگا! ان اور ان کے جھوٹے معبودوں کو شفاعت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا بلکہ اللہ کی بارگاہ میں شفاعت اور سفارش وہ کریں گے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دی اور ان کو لا الٰہ الا اللہ کے متعلق مکمل علم تھا۔ یاد رہے! اسی شرط کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان میں بھی کیا ہے۔

خلیفہ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

”جو اس حال میں مرا کہ اس کو علم تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہو گیا۔“ [صحیح المسلم:26]

اس حدیث میں بھی جنت میں داخلے کے لیے کلمے کی گواہی پر علم کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

کلمے کے متعلق ”علم“ ہونا کیا ہے......؟

لا الٰہ الا اللہ میں دو باتوں کا ذکر ہے۔(۱) غیر اللہ کی بندگی کا دوٹوک انکار، یعنی اللہ کے علاوہ ہر الٰہ کی نفی، اور اس کے علاوہ ہر ایک کی عبادت سے مکمل بیزاری، یہ سب سے پہلے ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی عبادت کا پرجزم اقرار، یعنی عبادت اور اطاعت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہو گی اور حاجت روا صرف اور صرف اسی کو ہی سمجھا جائے گا، دنیا میں قانون اسی کا، دستور اسی کا، نظام اسی کا اور حکمرانی بھی اسی کی ہو گی، اس کی زمین پر فیصلہ اسی کا نافذ ہو گا یہ تمام باتیں اقرار میں شامل ہیں۔ اسی لیے تو اللہ احکم الحاکمین نے قرآن مجید کی سورۃ بقرہ آیت:256 میں اس بات کا اعلان کیا:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ [البقرہ:256]

”پس جو شخص طاغوت کا کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔“

سامعین کرام......! خدارا! چھوٹے چھوٹے اختلافی مسائل پر اپنے وقت کو برباد نہ کریں! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم یہی ہے کہ اللہ کے سوا سب پوجی جانے والی ہستیوں کا دوٹوک انکار کر دیں، غیر اللہ کی پکار، دعا اور عبادت کو مسترد کرتے ہوئے ایک الٰہ کی بندگی کو تسلیم

کرنا اور یہی کلمے کی پہلی شرط ہے۔ اللہ ہم سب کو یہ شرط پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کلمہ شہادت کی دوسری شرط ''یقین''

کلمے کے معتبر ہونے کے لیے دوسری شرط یقین ہے کہ آپ نے کلمہ پورے یقین، وثوق، دل کے اطمینان اور مکمل اعتماد کے ساتھ قبول کرلیا ہے اور کلمے پر مکمل یقین اس وقت بہت آسان ہو جاتا ہے کہ جب کلمے کو اچھی طرح سیکھ لیا جائے، لا الہ الا اللہ کا علم حاصل کرنے کے بعد اس پر یقین محکم پیدا کرنا حد درجہ آسان ہے۔

یاد رکھو!...... جس شخص کو اللہ کے الٰہ ہونے پر ذرّہ بھر بھی شک ہو اس کے کلمے کا کوئی اعتبار نہیں رہتا بلکہ وہ اپنے تردّد اور تذبذب کی وجہ سے کفرِ شک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آیئے! اس دوسری شرط کے دلائل پر غور کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝﴾ [الحجرات:15]

''مومن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہی سچے لوگ ہیں۔''

یہاں اس آیت میں 'ثم لم یرتابوا' نے اس بات کو واضح کر دیا حقیقی مسلمان وہی ہے جو کلمہ پڑھنے کے بعد اس پر دل وجان سے یقین رکھتا ہو اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا

عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍ فِيهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو شخص ان دونوں شہادتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا بشرطیکہ وہ ان دونوں باتوں کی حقیقت میں کوئی شک نہ رکھتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' [صحیح المسلم:27]

ایک باغ میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے امام المحدثین رضی اللہ عنہ کو کہا:

مَنْ لَقِيتَ مِنْ وَّرَآءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ [صحیح المسلم:31]

''اس دیوار کے پیچھے تیری جس کے ساتھ ملاقات ہو اور وہ شخص دل کے پورے یقین کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، اسے جنت کی خوشخبری سنادو۔''

سامعین کرام......! ان دلائل سے معلوم ہوا کہ انسان کو شعور کے ساتھ ساتھ اپنے کلمے پر پورا وثوق بھی ہونا چاہیے' بغیر وثوق اور یقین کے کلمے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

کلمہ شہادت کی تیسری شرط ''اخلاص''

شعور اور وثوق کے بعد تیسری شرط اخلاص ہے، یعنی آدمی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کلمے کا اقرار کرے اور زندگی بھر اس کی عبادت میں کسی کو اس کا حصہ دار نہ بنائے۔ کلمہ شہادت کوئی معاشرتی رواج کا نام نہیں کہ محض دیکھا دیکھی پڑھ لیا جائے، یا یہ کوئی آبائی رسم یا قومی روایت نہیں کہ موروثی

طور پر اس کا اقرار کر لیا جائے بلکہ یہ تو اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کو پورے شعور، وثوق اور اخلاص سے قبول کرنا لازمی وضروری ہے اور اس تیسری شرط کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾

''اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے بالکل یکسو ہو کر اس کی بندگی کریں۔'' [البینۃ:5]

آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اخلاص اور یکسوئی کو عبادت کے لیے لازمی قرار دیا ہے اور اسی طرح امام المحدثین سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهِ [صحيح البخاري:99]

''لوگوں میں سب سے زیادہ سعادت مند میری شفاعت کا حقدار وہ ہے جو خلوصِ دل کے ساتھ یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔''

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کونین کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذَالِكَ وَجْهَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ [صحيح المسلم:263]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے آدمی پر جہنم کو حرام کر دیا ہے جس نے یہ کہا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور وہ اس بات سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طلب گار ہو۔''

ان احادیث سے تو یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ کلمہ شہادت کے معتبر ہونے

کے لیے اس میں اخلاص کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

آج کل کئی عیسائی اور غیر مسلم دوبارہ مرتد کیوں ہوتے ہیں......؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے دل میں اخلاص نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے مفادات کے لیے کلمے کا اقرار کرتے ہیں، اگر ان کے مفادات حل ہوتے رہیں تو کلمہ چلتا رہتا ہے ورنہ وہ دوبارہ لعنت کو اپنے مقدر میں کر لیتے ہیں۔ اسی طرح آج کل کئی مسلمان اللہ تعالیٰ کو سجدے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو حاجت روا مشکل کشا سمجھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ غیروں کو بھی اس میں شریک کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے سارے اعمال برباد کر دیئے جاتے ہیں اور ان کے کلمے کا کوئی اعتبار نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلوص سے کلمے کے اقرار پر دوام نصیب فرمائے۔

کلمہ شہادت کی چوتھی شرط "صدق و وفا"

سچا مسلمان ہونے کے لیے چوتھی شرط یہ ہے کہ آدمی شعور، وثوق اور اخلاص کے ساتھ اپنے کیے ہوئے اقرار پر ڈٹ جائے، اس کو توڑ نبھائے اور کبھی بھی وفا کا دامن نہ چھوڑے، آزمائشوں، صدموں، نقصانوں اور محرومیوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں لیکن وہ اپنے اللہ کے ساتھ سچائی سے چمٹا رہے، منافقت اور غداری کا رویہ اختیار نہ کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ○ ﴾ [عنکبوت:3]

"کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ محض یہ کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو جانچا نہ جائے گا؟ اور ہم نے ان لوگوں کو جانچا ہے جو ان سے

پہلے تھے پس اللہ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے ہیں اور وہ جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کرے گا۔“

اس آیت میں یہی کچھ بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کھرے کھوٹے اور سچے وجھوٹے کی تمیز ضرور کریں گے، اس لیے ہمیں ہر موڑ پر صدق ووفا کا مظاہرہ ہی کرنا چاہیے۔ سلطان العلماء امام الصلحاء سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهِ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ

”جو شخص بھی دل کی سچائی سے یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر جہنم کو حرام کر دیں گے۔“ [صحیح البخاری مع الفتح:1/226]

ان تمام نصوص سے معلوم ہوا کہ کلمہ پڑھنے کے بعد صدق ووفا یہ بنیادی شرط ہے کہ آدمی دل کی سچائی کے ساتھ اپنے کلمے پر قائم رہے اور اس کی سب ہمدردیاں کلمے کے ساتھ ہوں۔

کلمہ شہادت کی پانچویں شرط ”انتہا کی محبت“

آدمی کے سچا مسلمان اور کلمہ شہادت کے معتبر ہونے کے لیے پانچویں شرط یہ ہے کہ آدمی کو اپنے کلمے کے ساتھ انتہا درجے کی محبت ہو اور اس قدر محبت ہو کہ اس کو کلمے سے لطف وسرور اور سکون ملنا شروع ہو جائے، کلمہ اس کی نگاہ میں دل وجان سے زیادہ عزیز ہو، اسی کو وہ اپنا سب سے قیمتی سرمایہ سمجھے اور اس کی سچی محبت کا عالم یہ ہو کہ اگر کلمہ مفادات کی قربانی مانگتا ہو تو وہ دے دے اگر کلمہ فرائض کا پابند کرتا ہو تو وہ خوش

دلی سے پابند ہو جائے۔ اگر وہ بعض پسندیدہ کاموں کو چھوڑنے کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ ان کو ہمیشہ ہمیش کے لیے ترک کر دے۔ یہ سب کچھ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا اپنے کلمے کی طرف میلان ہی نہیں، اس کو دلی لگاؤ اور محبت ہی نہیں تو اس کے کلمے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [البقرہ:165]

"کچھ لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو اس کا شریک بناتے ہیں وہ ان شریکوں کو یوں محبوب رکھتے ہیں جیسے اللہ کو رکھنا چاہیے اور جو ایماندار ہیں وہ تو سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت رکھتے ہیں۔"

اہل ایمان محبت، عقیدت، چاہت اور پیار کرنے میں سب سے پہلا حق اللہ تعالیٰ کا سمجھتے ہیں اس سے بڑھ کر کسی سے وہ اپنا تعلق قائم نہیں کرتے۔

اسی حوالہ سے نبی رحمت ﷺ کا ایک ایمان افروز فرمان سماعت فرمائیں:

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ ، اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْقَضَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ [صحيح البخاری:6941]

"تین باتیں جس میں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا اللہ اور اس کا رسول اس کو دنیا کی ہر ہستی سے زیادہ عزیز ہو، وہ کسی انسان سے محبت کرے تو صرف اور صرف اللہ کی خاطر کرے اور وہ کفر سے ایک بار نکل آنے کے بعد اس میں لوٹ جانے سے اس کو اتنی ناپسندیدگی ہونے لگے جس طرح آگ

میں پھینکے جانے سے وہ ناپسندیدگی کرتا ہے۔"

آپ یوں سمجھ لیں کہ جس کو دوسری ہستیوں کے انکار پر لطف آتا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر اس کی روح کو چین اور دل کو اطمینان ملتا ہو تو ایسا شخص کلمے کے اقرار میں قبولیت کے اعلیٰ درجوں پر فائز ہوتا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو کلمے سے سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین!

کلمہ شہادت کی چھٹی شرط "تابعداری پر مکمل آمادگی"

کلمے کے معتبر ہونے کے لیے چھٹی اہم ترین شرط یہ ہے کہ کلمے کا اقرار عمل کی نیت سے ہو کہ اب آئندہ زندگی میں وہ کچھ ہوگا جو کلمہ کہے گا، زندگی میں میری مرضی یا کسی میرے بڑے کی مرضی نہیں چلے گی بلکہ زندگی میں مرضی کلمے کی چلے گی، کلمہ جدھر چلائے گا چلوں گا، جہاں سے روکے گا رک جاؤں گا، میرا ظاہر و باطن کلمے کی مکمل تابعداری پر ہمیشہ ہمیش کے لیے آمادہ رہے گا۔ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھ کر اپنی مہار غیروں کو پکڑا دے، کلمہ پڑھ کر قانون غیروں کے نافذ کرے، کلمہ پڑھ کر دستور اور آئین انگریز کا نافذ کرے تو ایسے شخص کو اپنے کلمے کی فکر کرنی چاہیے، وہ کردار کی روشنی میں کلمے کا تابعدار نظر نہیں آتا۔ فرمان باری تعالیٰ پر غور فرمائیں:

﴿ وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ ﴾ [الزمر:45]

"اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ۔"

وگرنہ تمہارے ایمان اور اسلام کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

"اے محمد! تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو

سکتے جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو حَکَم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم نہ کرلیں پھر آپ ان کے متعلق فیصلہ کریں اس کے متعلق اپنے دلوں میں گھٹن بھی محسوس نہ کریں اور اس فیصلہ پر پوری طرح سر تسلیم خم کر دیں۔'' [نساء:65]

اور اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا واضح فرمان ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ میری لائی ہوئی شریعت کا مکمل تابعدار بن جائے۔'' [ہدایۃ الرواۃ الی تخریج المشکاۃ:166]

سامعین کرام......! ہمارا حکمرانوں سے سوال ہے کہ تم کلمہ تو مدینے والے کا پڑھتے ہو لیکن اپنے ملک میں تم نے انگریز کا قانون نافذ کیا ہے، ہماری عدالتیں اکثر فیصلے اسی کے مطابق کرتی ہیں......آخر کیوں......؟ کیا جو قانون و دستور اور آئین کلمہ لے کر آتا ہے اس سے آپ بیزار ہیں......؟ اگر ہیں تو کیوں......؟ کیا تم کلمے سے ایسی بے وفائیوں کرتے ہوئے قیامت کے دن سرکارِ دو عالم ﷺ کو چہرہ دکھانے کے قابل رہو گے......؟ اللہ کے بندو......! کلمہ پڑھ کر تو اس قدر تابعداری کرنی پڑتی ہے کہ اگر مدینے والے مرشد پاک ﷺ کی آواز سے کسی کی آواز اونچی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کے اعمال کو برباد کر دیتے ہیں تم نے تو مرشد پاک ﷺ کے لائے ہوئے قانون کے مقابلے میں انگریز کے قانون کو اونچا کیا ہے، کیا تمہارا یہ جرم قابل معافی ہے......؟ ہم فیصلہ آپ ہی پر چھوڑتے ہیں۔ آنے والی آیت پر غور کرلیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا

تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝﴾ [الحجرات:1-2]

''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اوپر مت کرو اور نہ اسکو اس طرح آواز دے کر پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے۔ ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔''

آخر میں ہم گدی نشینوں کی خدمت میں بھی گزارش کریں گے کہ وہ اپنے بزرگوں اور اماموں کی باتوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات سے آگے نہ کریں بلکہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے احکامات کو ہی اپنائیں اور انہی کو پوری دیانتداری سے آگے پھیلائیں وگرنہ اسلام رہے گا اور نہ ہی ایمان۔

کیونکہ حقیقی مسلمان وہی ہے جو پورے شعور، وثوق اور اخلاص کے ساتھ وفا کرتے ہوئے والہانہ محبت سے کلمے کا اقرار کرے اور کلمے کی ہر بات ماننے پر مکمل آمادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام شروط کا لحاظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

هذا ما كان عندی واللہ تعالی اعلم بالصواب

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

اچھی نیت کے فوائد
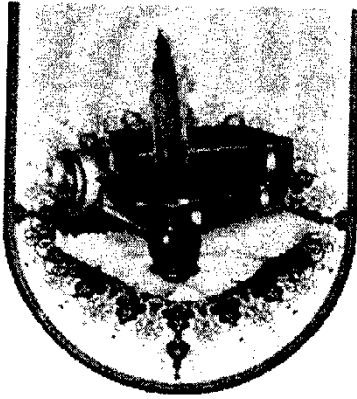
اچھی نیت کے فوائد

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○﴾ [بقرہ:235]

”اور جان لو! جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے، لہٰذا اس سے ڈرتے رہو اور یہ بھی جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا بردبار ہے۔“

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے مسلمان بندے سے بہت زیادہ محبت فرماتے ہیں، قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ مسلمان کا سب سے زیادہ قدردان اس کا رب رحمن ہے۔ اور اس کی تمنا اور خواہش ہے کہ میرا مسلمان بندہ دنیا میں عزت پائے اور آخرت میں بھی میری جنت کا مہمان بنے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی لیے انسانوں کی رہنمائی کے لیے انبیاء ورسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور مزید رہنمائی کے لیے آسمان سے کتابیں اور صحیفے نازل کیے۔ اس دنیا میں خیر انہی لوگوں کو نصیب ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت کو سمجھتے، سیکھتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اسلام کا پہلا اصول:

کلمہ پڑھنے کے بعد مسلمان کے اعمال میں سب سے پہلا اور بنیادی کردار اس کی نیت کا ہوتا ہے۔ مسلمان آدمی صرف اور صرف نیک نیت کی بنیاد پر بہت زیادہ خیر وبرکات کو حاصل کر لیتا ہے۔ صاف ستھری اور اچھی نیت رکھنا بذاتِ خود بہت بڑا نیک عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں نیک اعمال کرنے والے مسلمان کی بہت زیادہ قدر ومنزلت ہے لیکن اگر کوئی مسلمان کسی مجبوری یا رکاوٹ کی وجہ سے نیک عمل نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ پختہ نیت کی وجہ سے نیک عمل کا پورا پورا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیار ومحبت اور قدردانی کی انتہا ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم نیک اعمال میں دن رات محنت کریں اور اپنی نیتوں کا جائزہ لیں اور ہمیشہ اپنے ارادوں کو، جذبات کو، احساسات اور نیات کو پاکیزہ سے پاکیزہ تر رکھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ جذبات اور پختہ نیات کی مکمل قدردانی فرماتے ہیں اور اسی لیے قرآن مجید نے کئی ایک مقامات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ اپنی نیتوں کو دیکھو اور ان کو سنوارو۔ اللہ تعالیٰ سچی نیت اور

سچے ارادے والوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا، اعلان خداوندی پر غور فرمائیں:

﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝﴾ [بقرہ:235]

''اور جان لو! جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے، لہٰذا اس سے ڈرتے رہو اور یہ بھی جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا بردبار ہے۔''

سامعین کرام......! نیت اچھی ہو تو زندگی اچھی گزرتی ہے نیت اچھی ہو تو پوری پوری اس کی جزا دی جاتی ہے، اگر آپ کے دل میں کسی نیکی کے کرنے کا پختہ ارادہ ہے تو آپ کو اس پختہ ارادے کی وجہ سے پورا ثواب دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے اور ایک مقام پر قرآن پاک یوں رہنمائی کرتا ہے:

﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾

[احزاب:51]

اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے۔''

اور اسی بات کو سورۂ آل عمران میں مزید وضاحت سے بیان فرمایا گیا:

﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ [آل عمران:29]

''آپ کہہ دیجیے! کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تم چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ اسے خوب جانتا ہے اور اسی طرح جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے

اسے بھی جانتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

سورۃ البقرہ کے آخر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جذبات، احساسات، نیّات اور پختہ ارادوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی اہمیت کو خوب اجاگر کیا ہے۔

﴿ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ [بقرہ:284]

''اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

سامعین کرام......! اپنی نیتوں کو پاک اور صاف کرو، ہم نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے لوگ ساری زندگی بدنیتوں کی نحوست میں رہتے ہیں، ناپاک عزائم، برے ارادے، گھٹیا جذبات اور غلط سوچیں انکی زندگی کو بدمزہ کر دیتی ہے وہ ہمہ وقت بے چینی اور بے سکونی میں رہتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی پکڑ میں آجاتے ہیں۔ آج ہمارے تمام مسائل کا یہی حل ہے کہ کم از کم ہم اپنی نیتوں کو بہتر کریں اور اپنے آپ کو دین اسلام کی سربلندی کے لیے تیار رکھیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیک ارادوں کی اس قدر قدر فرماتے ہیں کہ اگر مشرک قیدی اپنی نیت کو پاک کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی رہائی اور بہتری کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے قیدیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ [انفال:70]

"اے نبی! جو قیدی آپ لوگوں کے قبضہ میں ہیں انہیں کہیے کہ اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں کچھ بھلائی دیکھی تو جو کچھ تم سے چھن چکا ہے اس سے بہتر عطا کر دے گا اور تمہیں معاف کر دے گا اور اللہ معاف کر دینے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

ان بابرکت آیات سے معلوم ہوا کہ اچھی نیت کی وجہ سے انسان پر بہت زیادہ آسانی کر دی جاتی ہے اور آپ غزوۂ بدر کے قیدیوں کی سیرت پڑھ کر دیکھیں کہ جن کی نیتیں اچھی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دین و دنیا اور آخرت کی سب آسانیاں عطا فرمائیں۔ آج تمہارے رشتہ داروں یا تعلق داروں میں سے کوئی شخص جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہے تو اس تک پیغام پہنچاؤ کہ بھائی اگر تمہارا رہائی پانے کا ارادہ ہے تو اپنے آپ کو معافی اور عاجزی کے جذبات سے سرشار کر، اپنی نیت کو بہتر بنا، کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے رہائی دی تو میں پانچ وقت کا پکا سچا نمازی بنوں گا اور اللہ کے دین کی خدمت کروں گا۔

سامعین کرام......! میرا یہ ایمان ہے اگر بدر کے مشرک قیدی اچھی نیتوں کی وجہ سے اپنے مستقبل کو آزاد اور روشن کر سکتے ہیں تو پاکستانی جیلوں کے قیدی بھی عزت کی بلندیوں کو چھو سکتے ہیں اور ہم نے عملاً دیکھا ہے کہ اچھی نیت کی وجہ سے بہت جلد رہائی کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں اور بری نیتوں والے "کہ ہم رہائی کے بعد اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے" یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے" ہمیشہ ذلیل وخوار ہی ہوتے ہیں۔

اچھی نیت پر پورا ثواب:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے بیان کرتے ہیں، اور اس حدیث کو "حدیث

قدسی'' کہا جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، ثُمَّ بَيَّنَ ذَالِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ

[صحیح البخاری، الرقاق:6491، صحیح مسلم، ایمان:131]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ لی ہیں پھر ان کی وضاحت فرمائی کہ جس شخص نے نیکی کی نیت کی لیکن وہ اسے کر نہ سکا اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ایک مکمل نیکی لکھ دیتے ہیں اور اگر نیت کے مطابق اس نے عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیوں کا ثواب لکھ دیتا ہے۔'' سبحان اللہ!

اے اللہ کے بندو......! اس حدیثِ قدسی پر غور کرو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کس قدر مہربان اور قدردان ہے......کہ اچھی نیت پر ہی پورا ثواب تحریر فرما دیتے ہیں ،مثال کے طور پر ایک شخص پکی نیت کرتا ہے کہ میرے پاس مال ہو تو میں مسجد بناؤں گا لیکن وہ وسائل کی کمی کی وجہ سے مسجد نہیں بنا سکا لیکن اللہ تعالیٰ پختہ نیت کی وجہ سے اس قدر ثواب عطا فرمائیں گے جس قدر مسجد بنانے والے کو ثواب دیا جاتا ہے۔

صرف اچھی نیت کی بنیاد پر اعلیٰ درجے:

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے صحابہ! آج میں تمہیں ایک خاص حدیث سناتا ہوں اس کو اچھی طرح یاد کرلو، یہ حدیث بھولنے نہ پائے بلکہ ہمہ وقت تمہاری نگاہوں کے

سامنے رہے......! آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: دنیا میں چار طرح کے لوگ ہیں۔

❶ اعلیٰ درجے پر فائز شخص:

وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی فراوانی عطا کی ہے اور اس کے پاس علم بھی ہے، یعنی کاروبار بھی اچھا ہے اور عبادات کے طریقوں کے ساتھ ساتھ حلال وحرام کا مکمل علم رکھتا ہے۔ مال اور علم یہ دونوں نعمتیں پانے کے بعد وہ تین کام کرتا ہے۔

۱) فَهُوَ يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهٗ

وہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، مال اور علم پا کر تقویٰ اختیار کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے۔

۲) وَيَصِلُ فِيْهِ رَحِمَ

اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرتا ہے ہمہ وقت صلہ رحمی کے لیے کوشاں رہتا ہے، اپنے پیاروں اور رشتہ داروں کو ملانے کے لیے پاکیزہ سوچ رکھتا ہے۔

۳) وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا

اور اس پر جو اللہ کا حق ہے اسے وہ جانتا پہچانتا ہے یعنی حقوق الٰہی کی ادائیگی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے حقوق سے غافل ہو کر آوارگی کی زندگی بسر نہیں کرتا بلکہ وہ ہر پل عاجزی کے ساتھ خود کو اور اپنے دل کو اس کے سامنے جھکائے رکھتا ہے۔

❷ ایسا شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا وہ عبادت کے طریقے اور حلال وحرام کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن اس کے پاس مال نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو مال والی نعمت سے محروم رکھا ہے لیکن اس کی نیت بہت اچھی اور سچی ہے اور وہ کہتا ہے: اگر میرے پاس مال ہو تو میں مساجد بناؤں، اگر میرے پاس وسائل ہوں تو میں فلاں شخص کی طرح دینی اداروں پر خرچ کروں، اگر مجھے مال ملے تو میں ہر سال

بیت اللہ جاؤں وغیرہ وغیرہ ایسا شخص مقام ومرتبے کے لحاظ سے، اجر وثواب کے لحاظ سے اور درجات کی بلندی کے لحاظ سے پہلے شخص کی طرح ہے۔ پہلے شخص میں اور اس میں کوئی فرق نہیں دونوں کا مقام ومرتبہ ایک ہوگا۔ سبحان اللہ! حدیث شریف کے الفاظ ہیں: فَاَجْرُهُمَا سَوَاءٌ ''پس دونوں کا اجر برابر ہوگا''

اللہ کے بندو بتاؤ! اس سے بڑھ کر شریعت میں نرمی اور اعمال میں آسانی اور کیا ہوسکتی ہے......؟ اپنی نیتوں کو بہتر کرو، اپنی نیتوں کو اچھا بناؤ، پورا اجر وثواب اور اعلیٰ رتبہ حاصل کرو۔ اور میں سمجھتا ہوں اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا غریب لوگوں پر اور احسان کیا ہوسکتا ہے کہ وہ صرف نیت کی وجہ سے نیک امیروں والے رتبے پر ان کے ساتھ فائز ہوں گے۔

3 سب سے زیادہ گھٹیا درجے پر:

وہ شخص ہے جس کے پاس مال ہو، روپیہ پیسہ ہو، کاروبار اچھا ہو، اور وسائل کی فراوانی ہو لیکن اس کے پاس علم نہیں، حلال وحرام کی تمیز نہیں، عبادت اور نیکی کا شوق نہ ہونے کے برابر ہے اور وہ مال کو بے دریغ ضائع کرتا ہے یعنی مال کی کثرت ہے لیکن شریعت کی معرفت نہیں اور وہ مال پا کر تین غفلتوں کا شکار ہے۔

۱) لَا يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهٗ

وہ اس مال کے خرچ کرنے میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا بلکہ اس کی حدود پھلانگتا ہے اور اپنے مال کے ذریعے فضول خرچی کرتا ہے اور حرام کاموں کا مرتکب ہوتا ہے۔

۲) وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ

مال پا کر وہ اپنے رشتہ داروں پر اسے خرچ نہیں کرتا، مال کے ذریعے صلہ رحمی کو فروغ نہیں دیتا بلکہ وہ چار پیسے آ جانے کی وجہ سے اپنے رشتہ داروں کو دھتکارتا

ہے اور ان کے حقوق پورے کرنے سے اتراتا ہے۔

۳) وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا

اور اللہ کے حقوق بھی ادا نہیں کرتا، کبھی اس کو خیال تک نہیں آیا کہ میرے داتا کے بھی مجھ پر حقوق ہیں، آخر اسے بھی میں نے خوش کرنا ہے بلکہ وہ صبح و شام، دن رات اس کی بغاوتوں میں کمر بستہ ہے۔

ذی وقار سامعین کرام......! اس حدیث کے مطابق یہ شخص کائنات کا گندہ ترین شخص ہے اور اللہ کی نگاہ میں بدترین ہے اور آج ہمارے معاشرے میں 90 فیصد مالدار لوگ ایسے ہی ہیں جو مال کو جائز و ناجائز سب طریقوں سے کماتے ہیں اور حرام کاموں پر پانی کی طرح بہا دیتے ہیں، شریعت کے علم کی ذرہ بھر پاسداری نہیں کرتے، بلکہ وہ علماء اور صلحاء کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مال کی سرکشی اور آفت سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

4 ایسا شخص جس کے پاس مال ہے نہ ہی علم لیکن اس کی نیت بہت ناپاک ہے اور دن رات اس کے یہی منصوبے ہیں کہ میرے پاس مال ہو تو میں بھی دنیا دار لوگوں کی طرح عیاشی کروں اور اپنے گھر میں فحاشی اور عریانی کے تمام آلات رکھوں، شادی اور خوشی کے موقع پر حدود اللہ کی خوب پامالی کروں۔ یہ شخص عملی طور پر کوئی برائی نہیں کرتا لیکن اپنی ناپاک نیت کی وجہ سے وہ تیسرے شخص کی طرح زمانے کا سب سے زیادہ گھٹیا ترین شخص ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے سخت ناراض ہیں۔ اور آج کل اکثر جاہل غرباء کا یہی حال ہے، روپیہ پاس نہیں ہوتا لیکن ہر وقت اسی سوچ اور فکر میں رہتے ہیں کہ کچھ ہاتھ آئے اور ہم اپنی عیاشی کا سامان کریں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (جامع ترمذی، زہد: 2325)

پیارے مسلمان بھائیو......! زندگی بڑی تیزی سے گزر رہی ہے اپنی نیتوں اور سوچوں کا جائزہ لو اور دیکھو تمہارے سینوں میں کیسے جذبات ہیں......؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناپاک جذبات اور گندے منصوبے تمہیں تباہی کی طرف لے جائیں اور قرآن بھی یہی حکم کرتا ہے:

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝﴾ [بقرہ:235]

''اور جان لو! جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے، لہٰذا اس سے ڈرتے رہو اور یہ بھی جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا بردبار ہے۔''

دنیا آپ کے قدموں میں:

نیت اچھی رکھنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کے دونوں جہان سدھر جاتے ہیں، دنیا بھی ملتی ہے اور آخرت کی تمام کامیابیاں بھی نصیب ہوتی ہیں۔ آج ہمارے معاشی اور معاشرتی حالات صرف اور صرف اس لیے خراب ہیں کہ ہماری نیتوں کا قبلہ درست نہیں ہے۔ اگر آج ہم اپنی نیت کا قبلہ درست کر لیں تو زندگی کے سارے معاملے لمحہ بھر میں سدھر سکتے ہیں، آیئے خرابی کی بنیادی وجہ کو سمجھیں اور اس کو ختم کرتے ہوئے اپنی اصلاح کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ الدُّنْيَا فَرَّقَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ اِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ

[مسند احمد:21596، اتحاف الخیرۃ:7/432، سلسلہ صحیحہ:949]

”جس کی نیت صرف دنیا ہو، اللہ اس پر اس کے معاملات کو الجھا دیتا ہے اور اس کی فقیری کو اس کی نگاہوں کے سامنے کر دیتا ہے اور دنیا بھی اس کو صرف نصیب کے مطابق ملتی ہے۔“

سامعین کرام......! دانائے سبل، ہادیٔ کل اور امام الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو سمجھو اور اپنی نیتوں کے قبلے سیدھے کرو، جو شخص ہر وقت دنیا کی فکر میں رہتا ہے، دکان، مکان اور پلاٹوں کے علاوہ اسے کسی چیز کی فکر ہی نہیں ایسا شخص کبھی سیراب نہیں ہوتا بلکہ اس کی ناقص نیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر اپنے دو عذاب نقد نازل کرتا ہے۔

① اس کے سارے معاملے بکھر جاتے ہیں، ایک معاملے کو سلجھاتا ہے تو دوسرے میں الجھ جاتا ہے، کاروباری معاملہ سیدھا ہوا تو رشتہ داری کے معاملے میں الجھ گیا، رشتہ داری کا معاملہ سلجھا تو محلہ داری کے فتنوں نے دبوچ لیا، غرض کہ ایسے شخص کی زندگی طرح طرح کے مسائل میں گھری ہوتی ہے، کسی گھڑی بھی اس کو اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ اور دیکھ لیں......! آج ہمارے اردگرد لوگوں کی اکثریت کا یہی حال ہے، دکان کی بہت فکر ہے لیکن مسجد کا خیال تک نہیں، دو مرلے کے پلاٹ کے لیے مارے مارے پھرتا ہے لیکن جنت کے محلوں تک پہنچنے کے لیے خیال تک نہیں آتا۔

② ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کا دوسرا عذاب یہ اترتا ہے کہ وہ کبھی سیراب نہیں ہوتا لاکھوں، کروڑوں کمانے کے باوجود وہ خوش نہیں بلکہ پریشان ہے اور یہی فکر اس کو دامن گیر ہے کہ میں دنیا کی دوڑ میں ابھی بہت پیچھے ہوں، ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ بس اسی محرومی اور فکر میں وہ موت کے شکنجے اور قبر تک جا پہنچتا ہے۔ جب کہ ایسے شخص کو دنیا وہی ملتی ہے جو اس کے نصیب کی ہوتی ہے لیکن وہ اپنے حرص و ہوس کی وجہ سے اپنی زندگی کو بدسکون کر لیتا ہے اور سوائے آرزوؤں اور حسرتوں کے اس کے پاس

کچھ نہیں ہوتا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ ﴾ [البقرہ:235]

''اور جان لو! جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے، لہٰذا اس سے ڈرتے رہو اور یہ بھی جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا بردبار ہے۔''

نیت کی بنیاد پر جماعت کا ثواب:

دین اسلام میں نماز قائم کرنے کا حکم ہے اور نماز جماعت کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص بلاوجہ اذان سننے کے باوجود گھر یا دکان میں نماز پڑھے تو اس کی نماز کا کوئی اعتبار نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اذان کے بعد بھول گیا یا نہ چاہتے بھی مسجد میں جانے سے لیٹ ہو گیا اور جب مسجد گیا تو جماعت ہو چکی تھی جب کہ نیت اس کی یہی تھی کہ میں جماعت کے ساتھ مل جاؤں گا، اب وہ اکیلا نماز پڑھے گا تو اللہ اس کی اچھی نیت کی وجہ سے نماز با جماعت کا پورا پورا ثواب عطا فرمائیں گے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث پر غور فرمائیں، کونین کے تاجدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا، لَا يَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ اَجْرِهِمْ شَيْئًا [سنن ابی داود:564]

''جس شخص نے سنت کے مطابق بہت اچھا وضو کیا پھر مسجد کی طرف نکلا تو لوگوں کو پایا کہ وہ نماز سے فارغ ہو چکے تھے تو اللہ عزوجل ایسے بندے کو اتنا

ہی اجر عطا فرمائیں گے جتنا کہ نماز باجماعت پڑھنے والے کو ملا اور یہ اجر ان کے اجروں میں کسی کمی کا باعث نہیں ہوگا۔''

سامعین کرام......! مجھے بتاؤ کہ کس دین میں اس قدر آسانیاں ہیں......؟ اور اللہ کے علاوہ کون سی ذات ہے جو اس قدر رحیم وکریم ہے......؟ یہ صرف اور صرف ہمارے مولا وداتا کی شان ہے کہ وہ صرف اچھی نیتوں کی بنیاد پر پورا پورا اجر وثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ نماز باجماعت کو اپنا معمول بنائیں لیکن اگر کسی وقت عذر کی وجہ سے جماعت رہ جائے تو پھر بھی گھر نماز پڑھنے کی بجائے مسجد جا کر نماز پڑھیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے پورا پورا اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔

یاد رکھو......! یہ اجر وثواب صرف ان لوگوں کے لیے ہے کہ جن کی نیتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تھیں جو لوگ بلا وجہ یا غفلت کرتے ہوئے جماعت کے بعد مسجد جاتے ہیں ان کو یہ اضافی رعایت نہیں ملے گی اور اللہ تعالیٰ دلوں کے سب ارادوں سے پوری طرح باخبر ہے۔ اسی لیے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بڑے ہی فصیح وبلیغ انداز میں حکم فرمایا:

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ ﴾ [بقرہ:235]

''اور جان لو! جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے، لہٰذا اس سے ڈرتے رہو اور یہ بھی جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا بردبار ہے۔''

نیت کی بنیاد پر جہاد کا ثواب:

اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنا بہت بڑا مبارک عمل ہے، مجاہدین اللہ کے

خاص مقربین ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے بہت زیادہ محبت فرماتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص کسی شرعی عذر کی بنا پر جہاد کے فرض ہو جانے پر میدان جہاد میں نہ پہنچ سکا جب کہ اس کی نیت یہی تھی کہ میں میدان کارزار میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاؤں اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اس کی نیت کی بنیاد پر جہاد کا پورا ثواب عطا فرمائیں گے۔ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف نیت کی بنیاد پر گھر بیٹھے جہاد کا ثواب حاصل کیا تھا۔ حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میدان جہاد میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِلَّا شَرَكُوْكُمْ فِي الْاَجْرِ [صحیح المسلم، الامارۃ:1911]

یقیناً مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے جتنا بھی سفر کیا ہے اور جو بھی وادی طے کی ہے وہ تمہارے ساتھ رہے ہیں ان کو (مدینے میں) بیماری نے روکے رکھا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، وہ تمہارے ساتھ اجر میں شریک رہے ہیں۔"

سامعین کرام......! نرم گرم بستر اور دکانوں پر بیٹھ کر مجاہدین کی نیتوں پر حملہ نہ کریں اور ان پر کیچڑ اچھالتے ہوئے ان کی تنقیص کرنے کی بجائے انکے لیے دعا کریں کیونکہ وہ دنیا کو اپنے جوتے کی نوک پہ ٹھکرا کر میدان عمل میں پہنچ چکے ہیں۔ ان کے جذبے اور ان کی نیات پر شک کرنا یقیناً بہت بڑی بدگمانی اور گناہ ہے۔ آپ دعا کریں اور ساتھ پختہ نیت رکھیں کہ اگر میری ضرورت پڑی تو میں بھی اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے لمحہ بھر تاخیر نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس نیت کی وجہ سے آپ کو اجر اور برکت دونوں نعمتیں عطا کرے گا۔

صرف نیت کی بنیاد پر شہداء کا ساتھ:

شہادت بہت بڑی عظمت اور سعادت ہے کیسا خوش نصیب ہے وہ شخص جو میدان جہاد میں اللہ کی خوشنودی کے لیے کٹ جائے، خون کا آخری قطرہ بہنے سے قبل اللہ تعالیٰ رحمتوں کے سب دروازے کھول دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے کہ اگر وہ اپنے لیے شہادت کے لیے دعا کریں اور دل میں شہادت کا پختہ ارادہ رکھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی پختہ نیت کی وجہ سے ان کو مرنے کے بعد جنت میں شہیدوں کا ساتھ نصیب کرے گا، جیسا کہ امام الشہداء والمجاہدین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَئَلَ اللهَ الشَهادَةَ بِصِدْقٍ، بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ [صحیح المسلم، الامارۃ:1909]

''جس نے سچی نیت سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا مطالبہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے درجوں تک پہنچادے گا اگر چہ وہ اپنے بستر پر فوت ہوا۔''

اور ایک روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا أُعْطِيَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ

''جس نے سچی نیت سے شہادت کو طلب کیا اسے شہادت کا رتبہ عطا کر دیا جاتا ہے اگر چہ وہ اس کو نہیں پہنچا۔'' [صحیح المسلم:1908]

اگر تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو بڑے بڑے جرنیل آخری وقت اپنے بستروں پر فوت ہو گئے اور کئی ایسے بھی تھے کہ جو اپنی بیماری اور مجبوری کی وجہ سے راہِ خدا میں خون کا نذرانہ پیش نہ کر سکے لیکن اللہ تعالیٰ نے وفادار جانثاروں پر بہت بڑا احسان فرمایا اور ان کی پاکیزہ نیت کو چار چاند لگا دیئے، اگر وہ شہادت کا جذبہ لیے اور

راہِ خدا میں کٹ مرنے کی سچی نیت رکھتے ہوئے دنیا سے چلے گئے تو قیامت کے روز ان کو شہداء کے ساتھ اٹھایا اور بٹھایا جائے گا۔ سبحان اللہ!

اے بیٹی! تیرا باپ شہداء کے ساتھ ہوگا:

کئی خوش نصیب ایسے گزرے کہ جو جہاد اور شہادت کا عزم لیے شہید ہونے کو مکمل تیار تھے لیکن بستروں پر موت آ گئی، انہی میں سے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کی تیمارداری کے لیے گئے تو دیکھا کہ وہ بے ہوش ہیں، رسول اللہ ﷺ نے خوب بلند آواز سے آواز دی، لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے 'انا للہ وانا الیہ راجعون' پڑھا اور فرمایا: اے عبداللہ! ہم نے تیری صحت کے لیے کمر توڑ کوشش کی مگر تقدیر تجھ پر غالب آ گئی، رشتہ دار خواتین نے جب عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات کا سنا تو رونا شروع کر دیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی آپ کی میت کو دیکھ کر کہنے لگی:

وَاللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ شَهِيْدًا فَاِنَّكَ قَدْ كُنْتَ قَضَيْتَ جِهَازَكَ

''اللہ کی قسم! مجھے تو یہی امید تھی کہ آپ شہید ہوں گے کیونکہ آپ نے (جہاد) کے سامان کی مکمل تیاری کر رکھی تھی۔''

رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا یہ بول سن کر ایسا تاریخ ساز جملہ کہا کہ پوری امت پر احسانِ عظیم فرما دیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ اَوْقَعَ اَجْرَهُ عَلٰى قَدْرِ نِيَّتِهِ

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نیت کے برابر اس کو (شہادت کا) اجر و ثواب اور رتبہ عطا کر دیا ہے۔'' [سنن ابی داود، الجنائز: 3111]

سامعین حضرات......! اس واقعہ سے آپ اندازہ لگائیں کہ اچھی نیت کے کس قدر فوائد ہیں......؟ اور یہاں ایک بات بھی یاد رہے کہ اگر کسی مسلمان نے زندگی بھر جہاد کی نیت تک نہ کی اور راہِ خدا میں کٹ مرنے کا خیال تک نہ آیا تو ایسا مسلمان نفاق کی موت مرے گا۔ [مسند احمد بن حنبل:4/453(8865)]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شہادت کے جذبے سے سرشار فرمائے اور انبیاء و شہداء کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین!

روزِ قیامت نیت کی بنیاد پر نجات:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک حد تک قوموں کو مہلت دیتے ہیں جب وہ خاص حد کو کراس کر جائیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب نازل ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ کئی مرتبہ جزوی طور پر اللہ تعالیٰ کے عذاب آچکے ہیں، زلزلے، سیلاب اور مختلف وباؤں نے بڑے بڑے جابروں کی کمر توڑ دی ہے لیکن کئی مؤحد باعمل مسلمان بھی اس کی زد میں آگئے، سوال یہ ہے......؟ کہ زلزلوں اور سیلابوں میں شہید ہونے والے باکردار سچے مسلمانوں کا کیا انجام ہوگا......؟ تو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کئی ایک روایات سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ قیامت کے روز اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے، اگر ان کے جذبات پاکیزہ تھے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور اگر برے معاشرے میں مردہ نیت کے ساتھ جی رہے تھے تو ان کا حشر بھی برے لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ

[صحیح البخاری:2118، صحیح المسلم:2884]

''پھر وہ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔''

اس لیے موجودہ حالات میں جب ہر طرف عیاشی فحاشی اور آوارگی کا غلبہ ہے ایسے حالات میں غلبۂ اسلام کے لیے اور خدمتِ دین کے لیے محنت بھی کریں اور اپنی نیتوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ بنانے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ الرحمن اللہ تعالیٰ دنیا بھی بہتر کرے گا اور آخرت میں آپ کا حشر نیکوکار لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

آخر میں یہ بھی یاد رہے کہ:

آپ نے پاکیزہ نیت کی برکات پوری تفصیل کے ساتھ سماعت فرمالی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہاں میں بری نیت کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایسا برا خیال جو دل پر خراش کرتے ہوئے گزر جائے تو اس پر تو مؤاخذہ ہرگز نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی مکمل بدنیت ہو اور برائی یا ظلم کا پورا منصوبہ دل میں رکھتا ہو تو کامیاب نہ ہونے پر بھی اسے پوری پوری سزا دی جائے گی، اس سلسلہ میں صحیح البخاری کی روایت سماعت فرمالیں، حضرت نفیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ حَرِيْصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ [صحيح البخاری:7083]

''جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں ایک دوسرے کو مارنے کی نیت سے ملتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، صحابی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! قاتل کا جہنمی ہونا تو واضح ہے البتہ مقتول جہنمی کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس لیے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کے قتل کی پوری نیت رکھتا تھا۔''

اس روایت سے ہم سب کو اپنے ناپاک عزائم سے فوراً توبہ کرنی چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم برے جذبات کو اپنے دلوں میں پروان چڑھاتے ہوئے مر جائیں اور بغیر برائی اور ظلم کیے عذاب کے مستحق بن جائیں جس طرح پاکیزہ نیت کی حد درجہ قدر کی جاتی ہے اسی طرح بدنیت انسان بھی سزا کا حقدار بن جاتا ہے۔

میں انہی کلمات پر اکتفا کرتا ہوں اور آپ کی خدمت میں التجا کرتا ہوں کہ کم از کم اپنی نیتوں کو درست کیجیے اور پاکیزہ جذبوں کے ساتھ اپنے لیل ونہار مبارک بنائیں۔ ان شاء اللہ دنیا بھی بہتر ہوگی اور مرنے کے بعد بھی سوچ سے بالاتر اعلیٰ درجات نصیب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

هذا ما كان عندي والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقي الا بالله

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

☆ ❋ ☆ ❋ ☆ ❋ ☆ ❋ ☆

نیت کی برکت سے
قرض کی ادائیگی
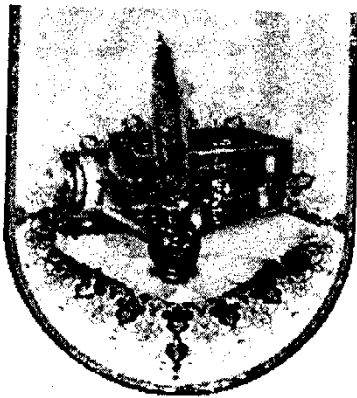
نیت کی برکت سے قرض کی ادائیگی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○﴾ [بقرہ:280]

''اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو آسانی تک مہلت دینا ہے اور یہ کہ تم صدقہ کرو تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الآخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امام منافی الدنیا وامام منافی الآخرۃ وامام منافی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

گزشتہ خطبے میں نیک ارادوں، اچھی نیتوں اور پاکیزہ جذبات کے حوالے سے سیر حاصل دلائل پیش کیے گئے تھے اور یہ بتایا گیا تھا کہ ایک مسلمان محض اپنی نیت کی بنیاد پر بے شمار خیر و برکات، اجر و ثواب اور آسانیاں حاصل کر لیتا ہے۔

آج میں اسی حوالے سے قرض کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، کہ اگر نیک نیتی کے ساتھ قرض لیا اور دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کس قدر آسانیاں پیدا فرماتے ہیں! آج کی ہماری تمام گزارشات صرف اسی موضوع کے متعلق ہوں گی کہ قرض کے معاملات میں نیت کا کردار کس قدر اہم ہے۔ آغازِ خطبہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو رزقِ حلال اور اپنے خصوصی فضل و کرم سے غنی فرمائے، قرض لینے والا نہیں بلکہ قرض دینے والا بنا کر دونوں جہانوں کی سرداری نصیب فرمائے۔ آمین!

قرض سے بچنے کی دعائیں کرنی چاہئیں:

اپنی منجملہ دعاؤں میں ایک اور دعا پوری پابندی اور دلجمعی سے کیا کریں کہ یا اللہ العالمین مجھے ہمیشہ اپنے فضل سے غنی رکھنا اور ساری زندگی قرض جیسی محتاجگی سے محفوظ فرمانا۔ جب آپ کتبِ احادیث کا مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی دیگر دعاؤں کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی آئے گی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے قرض سے پناہ مانگا کرتے تھے، بلکہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ آپ ﷺ یہ دعا نمازوں میں بھی کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ

”اے اللہ! میں بلاشبہ گناہ اور قرض سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔“

بلکہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے ایک صحابی پوچھنے لگے: اے اللہ کے رسول! آپ قرض سے بہت زیادہ بچتے اور پناہ طلب کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے......؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ کے بندے......! انسان جب قرض لیتا ہے تو بسا اوقات وسائل کی تنگی کی وجہ سے وہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے بہت زیادہ شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ شرمندگی سے بچنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی بھی کرتا ہے۔ [صحیح البخاری:2397]

اس سلسلے میں ایک واقعہ سماعت فرمائیں، صحیح المسلم کتاب الزہد میں ہے کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے قرض لیا، لیکن وعدے کے مطابق اس کو ادا نہ کر سکے۔ بہت زیادہ کوشش کے باوجود غربت اور حالات کی تنگی آڑے رہی۔

قرض لینے والے صحابی مقروض صحابی کے گھر آتے رہے، لیکن مقروض صحابی اس کی آواز اور انداز دیکھ کر گھر کے اندر ہی چھپ جاتے اور قرض لینے والے صحابی واپس چلے جاتے۔ ایک دفعہ وہ قرض لینے کے لیے اس کے گھر آئے، سلام کیا اور پوچھا: ثَمَّ هُوَ'' وہ کدھر ہے......؟'' گھر والوں نے مجمل سا جواب دیا: نہیں! اسی دوران صحابی کا پانچ سالہ چھوٹا بچہ گھر سے باہر نکلا تو اس نے اس سے پوچھا: أَيْنَ أَبُوكَ؟ '' تیرے ابو کدھر ہیں......؟'' وہ بچہ معصومیت سے جواب دیتا ہے کہ میرے ابو آپ کی آواز سن کر امی کی ڈولی میں چھپ گئے ہیں۔ قرض لینے والے صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے باآواز بلند اس کو پکارا اور کہا: باہر آجاؤ، مجھے تمہارے چھپنے کا علم ہو چکا ہے، چنانچہ وہ نہ چاہتے ہوئے باہر آئے اور شرم سے سر جھکائے اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

قرض لینے والے صحابی نے کہا: تمہارا مجھ سے چھپنے کا سبب کیا ہے......؟ تم باہر نکلنے کی بجائے گھر ہی میں کیوں چھپ جاتے ہو......؟

مقروض صحابی جو ایمان کی دولت سے بہت زیادہ مالا مال تھے، خوبصورت اور ایمان افروز جواب دیتے ہوئے فرمانے لگے:

أَنَا وَاللّٰهِ! أُحَدِّثُكَ ثُمَّ لَا أَكْذِبُكَ خَشِيْتُ وَاللّٰهِ ! أَنْ أُحَدِّثَكَ فَأَكْذِبَكَ وَأَنْ أَعِدَكَ فَأُخْلِفَكَ وَكُنْتَ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكُنْتُ وَاللّٰهِ مُعْسِرًا

"میں اللہ کی قسم! آپ سے بات کرتا ہوا جھوٹ نہیں بولوں گا، اللہ کی قسم! (میں صرف اس لیے چھپ جاتا تھا کہ باہر نکلوں گا) تیرے ساتھ بات کروں گا تو جھوٹ بولوں گا یا وعدہ کروں گا تو اس کی خلاف ورزی کروں گا اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے اور میں اللہ کی قسم! تنگ دست ہوں۔"

قرض لینے صحابی کو جب حقیقتِ حال کا علم ہوا تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ تین مرتبہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہنے لگے: کیا واقعتاً تیری حالت یہی ہے......؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میری یہی حالت ہے، وہ صحابی فوراً قرض کا جو معاہدہ لکھا تھا اس کو لائے، اس معاہدے کو وہاں سے مٹا دیا اور کہا آج کے بعد اگر تجھے آسانی میسر آئے تو میرا قرض ادا کر دینا ورنہ میری طرف سے تو بری ہے، اگر مجھے تیری طرف سے رقم نہ ملی تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ مجھ کو عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے اور یہ بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنی اور دل کے ساتھ سمجھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ ، أَظَلَّهُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ

"جس نے تنگی والے کو مہلت دی یا اس کو قرض معاف کر دیا، اللہ اس کو اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔" [صحیح المسلم: 3006، الزہد]

سامعین کرام......! سوچنے والے دل اور سمجھنے والے دماغ اس واقعہ سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہر حال میں خیر خواہ اور نیک انسان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قرض سے پناہ مانگنے کی وجہ:

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے باوجود قرض معاف نہیں ہوتا۔ ایک آدمی اپنے پاس ہر طرح کے نیک اعمال رکھتا ہو لیکن اگر وہ مقروض ہے اور قرض لینے والے نے اسے معاف نہیں کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ شہادت سے بڑھ کر کوئی موت عزت والی نہیں ہے لیکن مقروض شہید کو جنت کا داخلہ نہیں ملتا۔ اس سلسلے میں ایک حدیث پوری توجہ سے سماعت فرمائیں، محمد بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر پریشانی کے عالم میں اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا نَزَلَ مِنَ التَّشْدِيْدِ

''اللہ پاک ہے! کس قدر سختی اتری ہے؟''

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہوئے خوف کا اظہار کیا، اترنے والی سختی پر کوئی اعتراض نہیں کیا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول......! اللہ تعالیٰ نے کیا سختی نازل فرمائی ہے......؟ کون سا ایسا سخت حکم ہے جس کی وجہ سے آپ سخت پریشان ہوگئے......؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ

أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ دَيْنُهُ [سنن النسائی:4688]

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے، پھر اس کو زندہ کیا جائے، پھر اس کو شہید کیا جائے پھر اس کو زندہ کیا جائے، پھر اس کو شہید کیا جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو، تو قرض ادا ہونے تک وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' اللہ اکبر!

اس حدیث سے آپ اندازہ لگالیں کہ قرض نہ ادا کرنے کی سنگینی کس قدر زیادہ ہے کہ تین دفعہ شہادت نوش کرنے والا بھی جنت میں نہیں جا سکتا۔

کیا قرض لینا جائز ہے......؟

جب رسول اللہ ﷺ نے قرض سے پناہ مانگی ہے اور قرض ادا نہ ہونے کی صورت میں اس قدر سخت وعید سنائی ہے تو کیا پھر ایسی صورتِ حال میں قرض لینا جائز ہے......؟

قرآن وحدیث کے دلائل سے معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ حتی المقدور قرض لینے سے بچا جائے، لیکن وسائل کی تنگی اور حالات کی سختی کے پیش نظر قرض لینا بالکل جائز اور درست ہے اور اگر بالفرض حالات کی تنگی نہ بھی ہو تو کسی بہتری کو حاصل کرنے کے لیے قرض لینا پڑے تو ادائیگی کی نیت سے قرض حاصل کرنا بالکل جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بھی کئی دفعہ مال بطورِ قرض لیا تھا اور بعد میں اس کو بطریق احسن ادا کر دیا، بلکہ آپ ﷺ کا غیر مسلموں سے قرض لینا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے، ضرورت کے وقت غیر مسلم سے بھی قرض لیا جا سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ مخزومی بیان کرتے ہیں:

اِسْتَقْرَضَ مِنِّي النَّبِيُّ ﷺ أَرْبَعِيْنَ أَلْفًا فَجَآءَهُ مَالٌ فَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ إِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْأَدَاءُ

[سنن النسائی، البیوع۔ سنن ابن ماجہ، الصدقات حسنہ الائمۃ]

''نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے چالیس ہزار بطورِ قرض لیے اچانک آپ کے پاس مال آ گیا تو آپ نے مجھے واپس کر دیا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تیرے لیے تیرے اہل وعیال اور مال میں برکت فرمائے، بلاشبہ قرض کا بدلہ اچھے الفاظ میں یاد رکھنا اور اس کو ادا کرنا ہے۔''

قرض لیتے ہوئے ادائیگی کی سچی نیت پر برکات:

قرض دینے والے کو بھی بلاوجہ انکار نہیں کرنا چاہیے، ایک تحقیق کے مطابق جو شخص بلاوجہ کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا نہیں کرتا اور اس کو سوال کرنے کے بعد خالی لوٹا دیتا ہے ایسا شخص اللہ کی رحمت سے دھتکارا ہوا لعنتی ہے۔

قرض لینے والا جب دینے کی سچی نیت رکھتا ہو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی ادائیگی کے بہت سارے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں اور اللہ نہ کرے وہ سچی نیت کے باوجود ادائیگی سے پہلے مر جائے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت کے روز قرض لینے والے کو اپنی طرف سے قرض کا بدلہ دیں گے اور اپنے بندے کو معاف کر دیں گے۔

اس سلسلے میں چند ایک روایات پوری یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ سماعت فرمائیں اور ساری زندگی اپنے آپ کو نیت کی خرابی سے بچا کر رکھیں۔

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ

”جس نے لوگوں کے مالوں کو ادائیگی کی نیت سے لیا، اللہ اس سے ادا کروا دیتے ہیں۔“ [صحیح البخاری، الاستقراض: 2387]

ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدَّانُ دَيْنًا يَعْلَمُ اللهُ مِنْهُ أَنَّهُ يُرِيْدُ أَدَاءَهُ إِلَّا أَدَّهُ عَنْهُ فِي الدُّنْيَا [سنن ابن ماجه: 2408، سنن نسائي: 4690]

”کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ وہ قرضہ لے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بارے میں علم ہو کہ وہ اس کو ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ دنیا میں اس سے ادا کروا دیتے ہیں۔“

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ كَانَتْ لَهُ نِيَّةٌ فِيْ أَدَاءِ دَيْنِهِ إِلَّا كَانَ لَهُ مِنَ اللهِ عَوْنٌ وَسَبَّبَ لَهُ رِزْقًا

[مسند احمد، صحیح الترغیب، سلسلہ احادیث صحیحہ: 2822]

”جو بھی بندہ اپنے قرض کو ادا کرنے کی سچی نیت رکھتا ہے اس کے لیے اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے اور اللہ اس کے رزق کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔“

اور بعض روایات میں یہاں تک آتا ہے کہ ادائیگی کی سچی نیت رکھنے والا اگر بغیر ادا کیے فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے درگزری فرمائیں گے اور اس کے حق کو خود ادا فرما دیں گے۔

تَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُ وَ أَرْضَى صَاحِبَ الدَّيْنِ بِمَا شَآءَ وَ فِي رِوَايَةٍ أَدَّى اللهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"اللہ تعالیٰ اس سے درگزری کرے گا اور جس طرح چاہے قرض دینے والے کو وہ راضی کرے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سچی نیت والے کی طرف سے قیامت والے دن قرض ادا کردے گا۔" [المعجم الکبیر:1049، المعجم الاوسط:7608]

سامعین کرام......! اب آپ اچھی طرح جان چکے ہیں کہ قرض جیسا عظیم بوجھ بھی سچی نیت کی وجہ سے ہلکا کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ یا تو دنیا میں قرض کی ادائیگی کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں یا پھر قیامت کے روز خود ہی اپنے بندے کے قرض کو ادا فرما دیں گے۔

یاد رکھو......! اللہ تعالیٰ کو کوئی شخص دھوکہ نہیں دے سکتا وہ دلوں کے ارادوں اور نیتوں کو اچھی طرح جانتے ہوئے نیک جذبات والوں کو یوں بشارتیں سناتا ہے:

﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا۝﴾

"اور تمہارا رب جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خوب جانتا ہے، اگر تم نیکی کرنے والے ہو تو بلاشبہ وہ جھکنے والوں کو بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے۔"

اچھی نیت والے کی خصوصی مدد:

لین دین کے معاملات میں اللہ تعالیٰ بہت زیادہ نگرانی فرماتے ہیں اور ان میں برکت نازل فرماتے ہیں، لین دین کے معاملات صرف اور صرف اس وقت بگڑتے ہیں جب فریقین میں سے دونوں کی نیتیں بد ہو جائیں یا کسی ایک کی نیت میں فتور آجائے۔ آج بھی ہمارے لین دین کے سب معاملات خیر و برکت سے مزین ہو سکتے ہیں اگر ہم اپنے دلوں میں خیر خواہی، قربانی، ایثار اور سچائی کے جذبات پیدا کر لیں۔

آیئے......! میں آپ کے سامنے ایک ایمان افروز واقعہ پیش کرتا ہوں

جس کو رسول اللہ ﷺ نے بیان نہ کیا ہوتا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی صحیح میں جگہ نہ دی ہوتی تو شاید اسس پر یقین نہ آتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بیان فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا اس نے اپنے کسی ساتھی سے ایک ہزار دینار بطورِ قرض کا سوال کیا، موجودہ دور میں ایک ہزار دینار تقریباً دو کروڑ روپے کے برابر ہے، ایک دینار تقریباً بیس ہزار روپے کے قریب ہے اور ایک ہزار دینار کم وبیش دو کروڑ روپے بنتے ہیں۔

قرض دینے والے نے سائل کو کہا: میرے پاس کوئی گواہ لے کر آؤ،

اس نے کہا: كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ''گواہی کے لیے میرے پاس کوئی انسان نہیں، میری گواہی کے لیے رحمن ہی کافی ہے۔ سبحان اللہ!

یہ بات سن کر قرض دینے والے نے کوئی فضول بات نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کو جب بطورِ گواہ پیش کیا تو اس نے اس کا پورا پورا احترام کیا، لیکن ایک اور مطالبہ کیا کہ میرے پاس کوئی ضامن لے کر آؤ جو تمہاری گارنٹی دے۔

وہ جواب میں کہنے لگا: كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا ''گارنٹی کے لیے اللہ ہی کافی ہے''

قرض دینے والا کہنے لگا: بہت خوب! تو نے سچ کہا ہے، اللہ تعالیٰ سے بہتر گواہ اور ضامن کون ہو سکتا ہے......؟

سامعین کرام......! آج افسوس ہے اس معاشرے پر کہ لوگوں نے اللہ کے نام اور اللہ کی قسم کو لوٹنے کا بہانہ بنا رکھا ہے، جھوٹی قسمیں اٹھا کر ہر قسم کی بدخواہی اور فراڈ کرتے ہیں، ایسے لوگ کائنات کے بدترین افراد ہیں۔

چنانچہ اس شخص نے اس کو ایک ہزار دینار بطورِ قرض معینہ مدت کے لیے دے دیئے۔ قرض لینے والا کشتی پر سوار ہو کر چلا گیا اور اس نے اپنی ضرورت کو پورا

کرلیا۔ جب وعدے کا وقت آیا تو وہ قرض کی ادائیگی کے لیے سمندر کے کنارے پہنچا، لمبے انتظار کے باوجود اس کو کوئی کشتی نہ ملی۔ بالآخر اس نے ایک بڑی لکڑ پکڑی اور اس میں ایک سوراخ کر کے ایک ہزار دینار اس میں رکھ دیا اور ساتھ قرض دینے والے کے نام رقعہ رکھتے ہوئے اس جگہ کو تھوڑا سا بند کیا اور اس لکڑی کو سمندر کنارے لے آیا اور وہاں کھڑے ہو کر اپنے عرش والے داتا کو مخاطب کرتے ہوئے چند شاندار کلمات اپنے زبان سے ادا کیے، توجہ سے سنیں اور ایمان تازہ کریں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّیْ كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا اَلْفَ دِیْنَارٍ فَسَاَلَنِیْ كَفِیْلًا فَقُلْتُ كَفٰی بِاللّٰهِ كَفِیْلًا فَرَضِیَ بِذَالِكَ وَسَاَلَنِیْ شَهِیْدًا، فَقُلْتُ: كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا فَرَضِیَ بِذَالِكَ

[صحیح البخاری، کتاب الکفالۃ، رقم: 2291، 1498]

"اے اللہ! بلاشبہ تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے جب ایک ہزار دینار ادھار لیا تھا تو اس نے مجھ سے ضامن طلب کیا تو میں نے اس کو کہا: اللہ ہی کافی ضامن ہے، پس وہ اس پر خوش ہو گیا اور اس نے مجھ سے گواہ طلب کیا: تو میں نے کہا: اللہ ہی کافی گواہ ہے، پس وہ اس پر بھی خوش ہو گیا۔"

اب میں نے بہت زیادہ کوشش کی ہے تاکہ میں سواری پا کر اس کی طرف یہ رقم بھیج دوں، لیکن مجھے سواری نہیں ملی، میں اس رقم کو اب تیری سپرد کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے اس لکڑی کو سمندر میں پھینکا حتی کہ وہ لکڑی سمندر میں چلی گئی اور وہ واپس آ گیا۔

اسی دوران قرض لینے والا شخص اپنے علاقے سمندر کنارے اس کے انتظار میں کھڑا تھا کہ کوئی کشتی آئے جس میں وہ سوار ہو اور مجھے میری رقم مل جائے۔ انتظار کرتے کرتے اس نے ایک وہی لکڑی دیکھی جس میں اس نے پیسے ڈالے تھے، قرض

دینے والے شخص نے بطورِ ایندھن اس لکڑی کو پکڑا اور سوچا چلو گھر جا کر اس لکڑی سے آگ جلا کر کھانا وغیرہ تیار کریں گے۔ جب گھر پہنچ کر اس نے اس لکڑی پر کلہاڑا مارا تو دینار بکھر گئے اور ساتھ ہی ایک رقعہ بھی ملا، جس سے وہ سمجھ گیا کہ وہ کسی مجبوری کی وجہ سے خود نہیں پہنچ سکا لیکن جس ذات کو اس نے ضامن اور گواہ بنایا تھا اس کے ذریعے اس نے مجھے یہ رقم بھیجی اور اس نے پوری حفاظت کے ساتھ میرے پاس پہنچا دی ہے۔ سبحان اللہ!

لوگو......! یہی بات تو قرآن کہتا ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ ﴾ [طلاق:3]

''اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ اس کے لیے کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

پھر چند دنوں کے بعد وہی شخص ایک ہزار دینار لے کر اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کے سامنے عذر پیش کیا کہ بھائی! میں کشتی نہ ملنے کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔

قرض دینے والے نے سوال کیا: کیا تو نے کسی رقم کو میری طرف بھیجا ہے......؟

اس نے کہا: ہاں......!

قرض لینے والے نے کہا: یہ اپنی رقم رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس لکڑی کے ذریعے تیری رقم کو مجھ تک پہنچا دیا تھا۔ سبحان اللہ!

سامعین کرام......! یہ واقعہ ہم سب کے لیے بہت بڑا سبق ہے اور اس واقعہ سے بہت سے روحانی نکات حاصل ہوتے ہیں۔ خدارا......! اللہ تعالیٰ کی عظمت

اور ہیبت کو اپنے دل میں جگہ دو اور اللہ کے بندوں کے خیر خواہ بن جاؤ، دنیا اپنے تمام خزانوں سمیت تمہارے قدموں میں جھک جائے گی۔

بدنیت قرض لینے والا چور ہے:

قرض کے معاملات دین میں عبادت کا درجہ رکھتے ہیں لیکن موجودہ حالات میں قرض بہت بڑا فتنہ بھی بن چکا ہے، کئی قرض نہ ملنے پر اپنے پیاروں سے ناراض ہو جاتے ہیں اور کئی لوگ واپسی کی آس امیدیں دلا کر ادائیگی سے راہِ فرار اختیار کر جاتے ہیں، ایسا شخص جو قرض کی ادائیگی کے لیے محنت نہ کرے، اس کے دل میں قرض چکانے کی سچی نیت نہ ہو، الٹا وہ دندناتا پھرے اور جھوٹ بولے تو ایسا شخص شریعت کی نظروں میں چور ہے، اس نے قرض نہیں لیا بلکہ اس نے چوری کی ہے اور وہ قیامت کے روز چوروں کے ساتھ ہوگا۔

اس حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پوری توجہ سے سماعت فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى مَا قَلَّ مِنَ الْمَهْرِ أَوْ كَثُرَ، لَيْسَ فِيْ نَفْسِهِ أَنْ يُّؤَدِّيَ إِلَيْهَا حَقَّهَا ، خَدَعَهَا فَمَاتَ وَلَمْ يُؤَدِّ حَقَّهَا لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ زَانٍ وَأَيُّمَا رَجُلٍ اسْتَدَانَ دَيْنًا لَا يُرِيْدُ أَنْ يُّؤَدِّيَ إِلَى صَاحِبِهِ حَقَّهُ ، خَدَعَهُ حَتَّى أَخَذَ مَالَهُ فَمَاتَ وَلَمْ يُؤَدِّ دَيْنَهُ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ سَارِقٌ

[مسند البزار: 2/457 حدیث: 8721، المعجم الاوسط: 1851، المعجم الصغیر 111، صحیح الترغیب: 1807]

''جس شخص نے بھی کسی عورت سے تھوڑے یا زیادہ حق مہر پر شادی کی اور

اس کے دل میں یہ ارادہ نہیں کہ وہ اس کو اس کا حق دے، اس نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا اور اس کا حق ادا کیے بغیر مر گیا، وہ قیامت کے روز زانی بن کر اللہ تعالیٰ کا سامنا کرے گا۔ جس شخص نے بھی قرض لیا اور وہ اس کے مالک کی طرف ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، دھوکہ دیتے ہوئے اس کا مال ہڑپ کر گیا اور وہ اس کا قرض ادا کیے بغیر مر گیا، وہ اللہ کا سامنا کرے گا کہ اس حال میں کہ وہ چور ہوگا۔“

سامعین کرام......! معاف کرنا...... یہ دونوں خرابیاں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔

1 ......عورتوں کو صرف حق مہر دکھایا جاتا ہے اور اکثر عورتوں کے حق مہر کو دبایا جاتا ہے بلکہ کئی خاوند تو عورت کے حق مہر کو ہڑپ کر جاتے ہیں، یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اللہ کے ہاں بہت بڑا جرم ہے۔ معاشرے میں بے دینی اور آوارگی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ حرام رسومات پر لاکھوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں جب کہ حق مہر صرف پانچ سو روپے لکھوا کر جان بخشی کروالی جاتی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

اللہ کے بندو......! ظلم سے باز آجاؤ، آخر تمہیں ایک دن حساب چکانا ہے جو بندی تم نے اللہ کے نام پر حاصل کی ہے اس کے حق مہر میں بد نیتی، خبث باطن اور غفلت کا مظاہرہ نہ کرو، ورنہ دونوں جہاں برباد ہو جائیں گے۔

ایسا شخص جو مقرر شدہ حق مہر ادا نہیں کرتا بلکہ عورت کو جھانسہ دیتا ہے قیامت کے روز ایسا آدمی بدکاروں کی صف میں ہوگا اور مجرم بنا کر اللہ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

2 ......قرض لیتے وقت لوگ شہد سے زیادہ میٹھے بن جاتے ہیں اور جب ان سے ادائیگی کا سوال کیا جائے تو ان کے منہ سے تُمّ جیسی ”ہواڑ“ آتی ہے اور یہ

بہت ہی غلط رویہ ہے۔ سچی بات تو یہی ہے کہ اکثر قرض لینے والے ''مہذب ڈاکو'' ہیں قرض وصول کرتے ہوئے بڑی بے بسی اور مجبوری ظاہر کریں گے اور ادائیگی کے وقت بات لڑائی جھگڑے اور قتل وغارت پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ جو شخص قرض لیتے وقت بدنیت ہے اور وہ مرنے سے پہلے پہلے اپنے ذمے سے قرض نہیں اتارتا وہ قیامت کے دن چوروں کی صف میں ہوگا اور اس کو اللہ کی عدالت میں چور بنا کر پیش کیا جائے گا۔

بدنیت قرض لینے والے کی نیکیاں برباد:

بدنیت مقروض جہاں دنیا میں تنگی سے رہتا ہے وہاں آخرت کی زندگی مزید تباہی کا سامان ہوگی۔ زندگی میں جو اس نے چار نیکیاں کی ہوں گی وہ بھی قرض دینے والے کو دے دی جائیں گی اور اس ظالم کو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

سید الکونین، خاتم المرسلین ﷺ نے فرمایا:

وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ لَا يَنْوِيْ قَضَاءَهُ فَذَاكَ الَّذِيْ يُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ لَيْسَ يَوْمَئِذٍ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ

[صحیح الجامع الصغیر:3418،صحیح الترغیب:1803]

''اور جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اپنے قرض کو ادا کرنے کی نیت نہیں رکھتا، یہی وہ شخص ہے جس کی نیکیاں لے لی جائیں گی کیونکہ اس دن درہم ودینار نہیں ہوں گے۔''

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آج قرض نہ دینے والے کو قیامت کے روز قرض کے بدلے میں اپنی نیکیاں دینا ہوں گی جو کہ بہت بڑے نقصان کی بات ہے۔ اللہ مجھے اور آپ کو قرض لینے سے بچائے اور اگر بوقتِ ضرورت لینا پڑ جائے تو اللہ ہمیں اس کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قرض کی ادائیگی کے لیے حد درجہ مؤثر دعا:

آخر میں ایک دعا سماعت فرمالیں اور جو مقروض ہیں وہ اس کو زیادہ سے زیادہ پڑھیں، میرے نزدیک جو مقروض مندرجہ ذیل دعا نہیں پڑھتا وہ قرض کی ادائیگی میں اگر بدنیت نہیں تو کم از کم غافل ضرور ہے۔ کیونکہ اس دعا کی تاثیر اس قدر زیادہ ہے کہ پہاڑ کے برابر قرض بھی بہت جلد اتر جاتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

[جامع الترمذی: 3563، مسند احمد: 438/2(1319) مسند بزار: 185/2 (563) مستدرک حاکم: 537/1]

''اے اللہ! اپنی حرام کردہ چیزوں سے اپنے حلال کے ساتھ مجھے کافی ہوجا اور اپنے علاوہ ہر ایک سے بے پروا اور بے نیاز کر دے۔''

یہ دعا سمجھنے کے لائق ہے، آیئے! اس دعا کو چند ایک نکات پر وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

① ......اس میں انسان اپنے اللہ کو پکارتا ہے اور وہ بڑے ہی خوبصورت اور درد بھرے انداز میں کہتا ہے: اے میرے اللہ! تو ہی مجھے کافی ہوجا، تیرے سوا میری ضرورتوں کا پورا کرنے والا اور کوئی نہیں۔

② ......اس میں مسلمان اللہ تعالیٰ سے قرض کی ادائیگی میں حلال ذرائع حاصل کرنے کی التجا کرتا ہے کہ میرے مولا! مجھے رزق حلال کے ساتھ کافی ہوجا، مجھے حلال رزق اس قدر عطا فرمادے کہ میں اپنے قرض کو ادا کروں اور اس سے میری دیگر ضروریات بھی بطریق احسن پوری ہوتی رہیں۔

③ ......یہاں اللہ تعالیٰ کو اس کے فضل کا حوالہ دیا گیا ہے کہ اے میرے

مولا! تیرے فضل کی کوئی انتہا نہیں، تو ہر وقت ہر کسی پر بے حد و حساب فضل فرمانے والا ہے۔ یا اللہ! مجھے اپنے فضل کے ساتھ نواز دے۔

④......اس دعا میں انسان اللہ تعالیٰ سے ایک عظیم الشان درخواست کرتا ہے کہ اے میرے اللہ! اپنے غیر سے مجھے غنی کر دے، میرے مولا! مجھے کسی دنیادار کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے، میری سب حاجات کو اپنے دستِ فضل سے حلال کے ساتھ پورا فرما اور غیروں کی چوکھٹ پر جھکنے سے ہمیشہ بچا کر رکھنا۔

مسلمان جب اس دعا کو پوری بصیرت، شعور، وثوق اور اخلاص کے ساتھ پڑھتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندے کے دامن کو اپنے فضل کی وسعتوں کے ساتھ بھر دیتے ہیں۔

اللہ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہماری نیتوں کے قبلہ کو درست کرے۔ اور ہمیں پاکیزہ ارادوں اور پاکیزہ جذبات کے ساتھ دونوں جہان سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

هذا ما كان عندى والله تعالى اعلم بالصواب
ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله
واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

☆✻☆✻☆✻☆✻☆
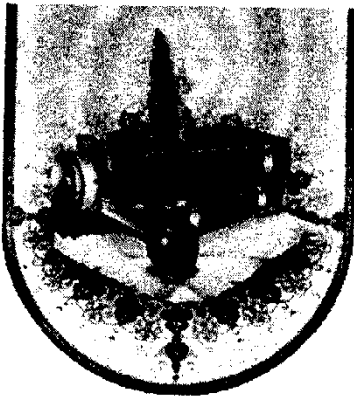
ایک وظیفہ
دس فائدے

ایک ـــــ وظیفہ، دس فائدے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ [آل عمران:173]

"انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى مَقَامٍ آخَرَ

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا

[احزاب:22]

"اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے، اس واقعہ نے ان کے ایمان اور فرمانبرداری کو مزید بڑھا دیا ہے۔"

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمہم اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

انسان ہونے کے ناتے ہر شخص کے پاس بے شمار نعمتیں ہیں مگر جو نعمتیں مسلمان ہو کر نصیب ہوتی ہیں عام غیر مسلم انسان ان کا تصور تک نہیں کر سکتا۔ مسلمان کے پاس سب سے زیادہ قیمتی نعمتیں تین ہیں ''اللہ، رسول اللہ اور دین اسلام''

جو مسلمان ان تین نعمتوں کو پا کر ان پر خوش ہو جائے اور ان کا ہو کر رہ جائے، دائیں بائیں جھانکنا چھوڑ دے ایسا مسلمان دونوں جہانوں کی سرداری حاصل کر لیتا ہے۔ سب خرابیوں کی بنیاد یہی ہے کہ آج کا مسلمان ان نعمتوں کو نعمتیں نہیں سمجھتا بلکہ ایک معمول کا عمل سمجھتے ہوئے بے قدری تک اتر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں مسلمانوں کی اکثریت اللہ، رسول اللہ اور دین اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود بد عملی اور بے عملی کا شکار ہیں۔ اسلامی تعلیمات پر خوش ہونے کی بجائے، اللہ اور اس کے رسول کو پا کر فخر اور شکر کرنے کی بجائے لوگ انقباض کا شکار ہیں، اندر ہی اندر گھٹن کا شکار ہیں، کھل کر اسلامی تعلیمات کو اپنانا بوجھ سمجھتے ہیں اور بڑے بڑے مسلمان یہاں تک بول بول دیتے ہیں کہ ''زیادہ تابعداری سے دنیا کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو......! عملی میدانوں میں اللہ کو پا کر خوش ہو جاؤ اور خوشی میں آ کر اس کے نام کو اونچا کر دو، تمہیں فرشتوں کا پروٹوکول اور روحانی اطمینان حاصل ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پا کر خوش ہو جاؤ اور خوشی میں آ کر سنتِ رسول کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لو، درختوں کے پتے، ریت کے ذرات اور سمندروں کے قطرات بھی تمہارا احترام کریں گے۔

اور اسلام جیسے پسندیدہ دین کو پا کر خوش ہو جاؤ اور خوشی میں آ کر اپنی شکل

وصورت اور ارد گرد کا ماحول اسلامی بناؤ، تمہاری زندگی نور وسرور سے بھر جائے گی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دل وجان سے خوش ہو گئے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دور بڑا کٹھن دور تھا، اس مقدس جماعت کو بڑے ہی مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا، اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہو گا کہ ہر پل، ہر دکھ کا سامنا کیا، لیکن وہ کبھی اللہ، رسول اللہ اور دین اسلام پر ناراض نہ ہوئے بلکہ ہمیشہ ان تینوں نعمتوں پر خوش باش اور ہشاش بشاش نظر آئے۔ آپ غزوۂ بدر کو ہی دیکھ لیں کہ قریش مکہ کی کثیر تعداد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو ختم کرنے کے لیے مدینے کی طرف چل نکلی، مقام بدر پر جب مسلمانوں نے کفار کا سامنا کیا تو وہ مکمل آلاتِ حرب وضرب ان کے پاس موجود تھے۔ لیکن اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس نہ گھوڑوں کی کثرت نہ تلواروں کی زیادتی، صرف دلوں میں جوش مارنے والا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیار تھا، جس کی وجہ سے وہ ہزاروں پر غالب آ گئے۔ ایک سازش کے تحت ڈرانے والوں نے بہت دھمکایا، آج مٹ جاؤ گے، پلٹ جاؤ ورنہ نام ونشان تک نہیں رہے گا لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوش ہونے والے یک زبان ہو کر کہنے لگے:

ہمیں دنیاداروں کا کوئی ڈر نہیں...... ہم اور اس کے رسول کو پا کر بہت خوش ہیں اور قرآن پاک نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے محبت بھرے جذبات کو یوں نقل فرمایا:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ [آل عمران:173]

”صحابہؓ کو لوگوں نے کہا: دشمن نے تمہارے خلاف بڑی طاقت جمع کر لی ہے، ان سے ڈرو، لیکن اس چیز نے ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا اور وہ

بولے: اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب وہ ان سخت حالات میں ہم پر بہت زیادہ خوش تھے اور ان کی نگاہیں ہماری خوشی کی طرف ہی تھیں تو ہم نے بھی نوازنے میں کمی نہ کی بلکہ ان کو اپنی خوشی اور فتح سے ہمکنار کر دیا۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ [آل عمران:174]

"پس وہ اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کے ساتھ واپس آئے اور ان کو کوئی برائی نہ پیش آئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشی کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

ناراض لوگ پہچانے جاتے ہیں:

اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر بہت زیادہ خوش تھے اور مشکل سے مشکل وقت میں بھی وہ خوش باش ہی نظر آئے، بڑی سے بڑی آزمائش بھی ان کو اللہ سے ناراض نہ کر سکی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مسلمان کی خوشی اور ناخوشی کا علم آزمائش کے دنوں میں ہوتا ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر جب کفار ہر طرف سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو بعض منافق لوگوں نے اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین اسلام پر اعتراضات کرنے شروع کر دیے، "اسلام قبول کرنے کے بعد ہمیں سوائے آزمائشوں کے کچھ نہیں ملا، اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سبز باغ دکھائے تھے۔" اللہ تعالیٰ نے ان ناراض منافقوں کے الفاظ کو یوں نقل فرمایا:

مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا [احزاب:12]

''اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا وہ صرف فریب تھا۔''

اندازہ فرمائیں کہ منافق لوگ کس قدر اپنے اور رسول ﷺ پر بدگمان تھے اور مشکل پڑنے پر سخت ناراضی کا اظہار کیا جب کہ ان حالات میں بھی جو اللہ کو رب مان کر اور محمد کریم ﷺ کو رسول مان کر اور اسلام کو دین مان کر خوش تھے وہ خوشی اور یقین سے جھوم اٹھے اور یک زباں ہو کر کہنے لگے:

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا

''اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے اس واقعہ نے ان کے ایمان اور فرمانبرداری کو مزید بڑھا دیا ہے۔'' [احزاب:22]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زبان پر یہ پیارے کلمے تبھی جاری ہوئے جب وہ اللہ کو رب مان کر خوش ہو گئے تھے اور انہیں یقین تھا کہ ہمارا پروردگار ہم پر ظلم کرے گا اور نہ ہی ہم پر ظلم ہونے دے گا۔

اللہ کے بندو......! تم بھی ان تینوں نعمتوں کو پا کر خوش ہو جاؤ اور انہی کے ہو کر رہ جاؤ، اتنی بلندیاں نصیب ہوں گی کہ آسمان کا چاند دیکھ کر شرما اٹھے گا اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کی بہت زیادہ عظمت بیان فرمائی ہے جو ان تینوں نعمتوں پر راضی اور خوش ہو جاتا ہے۔ مدینے والے مرشد ﷺ نے بڑی ہی مختصر اور شاندار پڑھائی بیان کی ہے، اس وظیفے کو اپنا معمول بنائیں۔

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا

''میں اللہ کو رب اور اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو نبی مان کر خوش ہوں''

رسول اللہ ﷺ نے ان پاکیزہ کلمات کے کئی فضائل بیان فرمائے ہیں میں ان شاء اللہ الرحمن آج کے خطبہ جمعۃ المبارکہ میں اس وظیفہ کے دس فوائد بیان کرنا

چاہتا ہوں پورے شوق اور خوشی سے ان مبارک کلمات کو صبح شام تین تین دفعہ پڑھنا اپنا معمول بنائیں اور انہی کلمات کے مطابق عملی طور پر یہ ثابت کریں کہ میں ان تینوں نعمتوں کو پا کر بہت زیادہ خوش ہوں۔

1 ایمان کا ذائقہ نصیب ہوگا:

مومن کے پاس نایاب دولت ''ایمان'' ہے۔ اور سچا ایمان اپنے اندر مٹھاس رکھتا ہے جو شخص دل و جان سے مومن ہوتا ہے اس کی زندگی کی چاشنی اور مٹھاس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پیارے بھتیجے اور اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے میں نے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلاً [صحیح مسلم، الایمان:151]

''ایسے شخص نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول مان کر خوش ہو گیا۔''

جب مسلمان دل کی گہرائیوں سے ان تینوں نعمتوں پر خوش ہوتا ہے تو ایمان بھی اپنی مٹھاس دیتا ہے۔ اگر آج ہمیں یہ مٹھاس محسوس نہیں ہوتی تو ہم کو اپنی عملی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے۔ یقیناً کسی نہ کسی جگہ آپ کو اللہ اور رسول اللہ پر خوش نہ ہونے کے رویے ضرور نظر آئیں گے کیونکہ ان تینوں نعمتوں پر خوش رہنے والا اور ان ہی کا ہو کر رہنے والا ایمان کی مٹھاس سے محروم نہیں رہ سکتا۔

2 گناہ معاف کر دیئے جائیں گے:

گناہوں کی معافی مسلمان کی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ ہے جس کے گناہ

معاف ہو گئے وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گیا اور جس کے گناہوں کو معاف نہ کیا جائے وہ دونوں جہانوں میں طرح طرح کے عذابوں میں دھکیل دیا جاتا ہے۔

اور مندرجہ بالا وظیفہ اس قدر اہم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اذان کے وقت یہ کلمات پڑھنے والے کو گناہوں سے پاک کر دیا جاتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا

[صحیح المسلم، الصلوۃ:851]

’’جس نے مؤذن کی اذان سن کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو رسول مان کر خوش ہوں۔‘‘

سامعین کرام......! میرے اور آپ کے لیے یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ مختصر کلمات پڑھنے سے بے شمار گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہاں پر چھوٹے اور بڑے گناہوں کا ذکر نہیں کیا گیا صرف یہ کہا گیا ہے کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگلا مرحلہ پڑھنے والے کی نیت پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ جس قدر جذبے، شوق اور باقاعدگی سے پڑھے گا اس سے بڑھ کر اس کے سب گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا اور جس کے گناہ معاف ہو گئے وہ کامیاب و کامران ہے۔

③ ہر ظالم کے ظلم سے نجات ملے گی:

جو لوگ عرش والے مالک الملک کو اپنا رب مان کر خوش ہو جاتے ہیں وہ دنیا

کے جاگیرداروں کی ذرہ بھر پروانہیں کرتے، بڑے بڑے وڈیرے ان کے پائے استقلال میں جنبش نہیں لا سکتے۔ مندرجہ بالا وظیفہ ایسا بے مثال اور لاجواب ہے کہ ظالموں کے کٹہرے میں جو بھی جو شخص پڑھ لیتا ہے تو اللہ اس کو ہر قسم کے ظلم سے محفوظ فرمالیتا ہے۔ آپ کو کسی بھی جگہ، کسی بھی افسر یا جج کے ظلم کا خدشہ ہو تو اس کے آفس اور عدالت میں یہ پاکیزہ کلمات پڑھیں، اللہ حق کے ساتھ آپ کو فتح عطا فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابومجلز لاحق بن حمید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

مَنْ خَافَ مِنْ اَمِيْرٍ ظُلْمًا فَقَالَ: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا وَ بِالْقُرْآنِ حَكَمًا وَ اِمَامًا اَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنْهُ

(مصنف ابن ابی شیبہ:95/15حدیث:29791، صحیح الترغیب والترہیب:2239)

”جس کو کسی بڑے سے ظلم کا خدشہ ہوا اور اس نے پڑھا: ”میں اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد ﷺ کو نبی مان کر اور قرآن کو حاکم اور امام مان کر راضی ہوں، اللہ اس کو اس سے نجات عطا فرمائیں گے۔“

یعنی جب بندہ کہتا ہے اے ظالم! اگر تیرے پاس اختیار اور اقتدار ہے تو میں بھی اپنے عرش والے کو رب مان کر راضی ہوں وہ مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا، اگر تجھے اپنی سلطنت کا نشہ ہے تو میں مدینے والے محمد ﷺ کو اپنا نبی مان کر خوش ہوں، مدینے والے ﷺ غلام کبھی نامراد نہیں لوٹتے، اگر تجھے اپنے ظالمانہ قانون پہ ناز ہے تو میں بھی اللہ اور اس کے رسول کے نازل کردہ اسلام کو اپنا دین اور قانون مان کر راضی ہوں۔

جب کوئی شخص دل کی خوشی اور یقین سے یہ پاکیزہ کلمات پڑھ لیتا ہے تو اللہ پاک ہر قسم کے شریروں کے شر سے محفوظ فرمالیتا ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں دست بستہ دعا

ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو اپنے خاص حفظ و امان میں جگہ عطا فرمائے اور ساری زندگی ہر ظالم کے ظلم سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

4 5 فرشتے مدد کریں گے اور بشارتیں دیں گے:

اس پیارے وظیفے کو اچھی طرح سمجھ کر باقاعدگی کے ساتھ پڑھنے سے چوتھا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیاوی معاملات اور مشاکل میں مدد کے لیے آسمان سے رحمت کے فرشتوں کو نازل فرماتے ہیں جو اللہ کے بندے کو آ کر روحانی تسلی دیتے ہیں اور اس کی مدد فرماتے ہیں، پانچواں فائدہ یہ ہے کہ موت کے وقت سلامتی اور نجات کی بشارتیں لے کر آتے ہیں۔ ان دونوں فائدوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ○ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ○

”بلاشبہ جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ خوش ہو گئے، ان پر فرشتے اترتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں: نہ ڈرو اور نہ ہی غم کرو! اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے، ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی، وہاں تمہارا جو جی چاہے گا تمہیں ملے گا اور جو کچھ مانگو گے تمہارا ہوگا، یہ بہت بخشنے والے اور ہمیشہ رحم کرنے والے کی طرف سے مہمانی ہے۔“ [حم سجدہ: 32,31,30]

سامعین کرام......! ''استقاموا'' کا ایک معنیٰ ''فرِحُوا'' بھی ہے کہ وہ اللہ کو رب مان کر دل وجان سے خوش ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اس پر خوش ہو جانا اور ڈٹ جانا اس قدر مبارک عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیاوی مشکلات کے حل کے لیے فرشتوں کو نازل فرما دیتے ہیں، جس طرح کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر مقامِ بدر تک ایسے خوش ہونے والوں لوگوں پر رحمت کے فرشتے بطورِ مددگار نازل ہوتے رہے ہیں۔ غزوۂ بدر سے لے کر آج تک ان کی معیت ونصرت کا سلسلہ جاری ہے۔

چوتھا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ فرشتے موت کے وقت تسلی، اطمینان اور جنت کی بشارت لے کر اترتے ہوئے حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ جو کمی کوتاہی ہوئی ہے اس کا خوف نہ کرو اور آئندہ جو معاملہ ہونے والا ہے اس کا غم نہ لگاؤ! تم وہ خوش نصیب ہو کہ جن کو جنتِ موعود عطا کر دی گئی ہے۔

6 عذابِ قبر سے نجات ملے گی:

احادیثِ صحیحہ متواترہ کے مطابق قبر آخرت کی پہلی منزل ہے جس کی قبر سنور گئی، سمجھ لو اس کو آخرت میں بھی کامیابی نصیب ہو گئی اور جو قبر ہی میں پکڑا گیا تو بعد والے عذابوں کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا اور لطف کی بات یہ ہے کہ دنیا میں اللہ، رسول اللہ اور اسلام پر دل وجان سے خوش رہنے والا ہر قسم کے عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبر میں وہی سرخرو ہو گا جو تین سوالوں کے جواب میں پاس ہو گا اور وہ تین سوال یہی ہوں گے کہ کیا تو ان تینوں نعمتوں پر خوش تھا......؟

آپ سوالوں پر غور فرمالیں:

مَنْ رَّبُّكَ......؟ ''تیرا رب کون ہے......؟''

دنیا میں اللہ تعالیٰ کو رب مان کر خوش ہونے والا یہی کہے گا:

رَبِّيَ اللهُ "میرا رب اللہ ہے۔"

مَا دِيْنُكَ......؟ "تیرا دین کیا ہے......؟"

" اسلام کو دین مان کر خوش رہنے والا یہی کہے گا:

دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ "میرا دین اسلام ہے۔"

اور اسی طرح تیسرا سوال حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ہوگا کہ ان کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے......؟ تو جواب میں کہے گا:

هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ " وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

معلوم ہوا رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا کا ورد کرنے والا اور اس کے مطابق عملی زندگی بسر کرنے والا قبر میں شرمندہ ہوگا اور نہ ہی لاجواب ہوگا اور جب وہ صحیح جواب دے گا تو اس کے لیے اعلان کیا جائے گا: کہ اس شخص کو ابھی سے جنت کی مہمانی کی جھلک کرا دو، چنانچہ جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور ہر سو سکون بھرا ماحول ہوگا۔

7 نبی ﷺ قیامت کے دن بھی خوش ہوں گے:

رسول اللہ ﷺ نے اس عظیم الشان وظیفے کے جو فضائل اور فوائد بیان کیے ہیں ان سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بھی اس وظیفے پر بہت زیادہ خوش تھے اور آپ ﷺ کو اس وظیفے سے بہت زیادہ محبت تھی اور آپ ﷺ کی محبت کا اظہار ایک واقعہ سے ہوتا ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری میں نقل فرمایا ہے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور اپنے منبر پر جلوہ افروز ہوئے، آپ ﷺ نے قیامت کا ذکر شروع

کیا اور روزِ قیامت رونما ہونے والے بڑے بڑے حادثات کو بیان فرمایا۔ اندازِ بیان کچھ ایسا تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا:

مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو......!

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مختلف سوال کیے اور بعض غیر اہم سوالات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصے اور جلال میں آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا:

رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا

[صحیح البخاری، مواقیت الصلوۃ:540]

''ہم اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر خوش ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ پاکیزہ کلمات سنے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلال جمال میں تبدیل ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشی سے جھوم اٹھے۔ ہمارا ایمان تو یہی ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ وظیفہ سن کر دنیا میں خوش ہوئے اسی طرح قیامت کے روز بھی خوش ہو کر اپنے پیارے امتی کی شفاعت کریں گے اور اپنے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی جنت میں لے جائیں گے۔

8 اللہ بھی قیامت کے دن خوش کر دیگا:

دنیا میں ان تینوں نعمتوں کو پا کر خوش ہونا بہت بڑے اعزاز کی بات ہے اور یہ اعزاز جس کو حاصل ہوگا وہ قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں خوش کر دیا جائیگا۔ وہ دن کہ جس دن انبیاء ورسل علیہم السلام بھی نفسی نفسی پکارتے نظر آئیں گے، محبت کے سبب

دعویدار چھوڑ جائیں گے، لیکن ایک ذات ہوگی جو اپنے بندے کو خوش کرے گی، لیکن کس بندے کو......؟ جو دنیا میں اس پر خوش رہا۔ رسول اللہ ﷺ کی مبارک زبان سے نکلنے والے کلمات پر غور فرمائیں:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَقُوْلُ حِيْنَ يُمْسِيْ وَحِيْنَ يُصْبِحُ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلاَمِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّرْضِيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

نہیں مسلمان صبح شام تین مرتبہ کہتا "میں اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور محمد ﷺ کو نبی مان کر خوش ہوں" مگر اللہ پر لازم ہے کہ وہ اس کو قیامت کے دن خوش کر دے۔ [مسند احمد 38/196 ح:23112 یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے]

سامعین کرام......! میں تو سمجھتا ہوں کہ ان پاکیزہ کلمات کی فضیلت کے لیے یہی حدیث کافی ہے جس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خوش فرما دے اس کے نصیب کا کون مقابلہ کر سکتا ہے......؟ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو مصائب و آلام اور بے شمار پریشانیوں کے باوجود صبح و شام یہی گواہی دیتے ہیں "اے اللہ......! ہم تجھے اپنا پروردگار مان کر راضی ہیں کوئی شک نہیں قرض نے، غربت نے، بیماری ولاچاری نے غرض کہ طرح طرح کی پریشانیوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے لیکن ہم تیرا گلہ کرنے والے نہیں، ہم تیری شان پر اعتراض کرنے والے نہیں، بلکہ ہم تو تجھ پر خوش ہی خوش ہیں اور ہم تجھ پر خوش کیوں نہ ہوں تو نے ہمیں اسلام جیسا پاکیزہ دین دیا اور حضرت محمد ﷺ جیسا پیر و مرشد عطا فرمایا۔

9 جنت واجب ہو جائے گی:

اڑھائی مرلے کے مکان کو اپنے نام کروانے کے لیے لوگ ساری ساری

زندگی محنت کرتے رہتے ہیں، دنیا میں ایک چھوٹے سے مکان کے لیے دن رات محنت ہے مگر آخرت میں جنت میں عالیشان محل حاصل کرنے کے لیے ہماری کیا کوشش ہے......؟ اگر آج حکومتِ پاکستان اعلان کردے کہ فلاں شہر میں مفت مکان دیئے جائیں گے لیکن اس کے لیے دو ماہ ساری ساری رات جاگنا ہوگا تو شاید بڑے بڑے مالدار بھی راتوں کو سونا ترک دیں، لیکن جب اس کے مقابلے میں اللہ اور رسول ﷺ کسی عمل یا وظیفے کے کرنے پر جنت کا وعدہ کرتے ہیں تو لوگوں میں دلچسپی اور پابندی نظر نہیں آتی۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلاً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

[ابی داود، الصلاۃ:1529، سلسلۃ الصحیحۃ، ح:334]

''جس نے کہا: میں اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور محمد ﷺ کو رسول مان کو خوش ہوں، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔''

آپ اس عظیم الشان وِرد کی عظمت وفضیلت پر غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے پڑھنے والے کو کیسی کیسی عظیم بشارتیں سنائیں ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث سنی تو سن کر بڑے خوش اور حیران ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول......! براہِ کرم ایک دفعہ پھر بیان فرمائیں! چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات دوبارہ ارشاد فرمائے کہ یہ پاکیزہ کلمات پڑھنے والے پر جنت واجب ہوجاتی ہے۔

⑩ جنت میں داخلہ آپ ﷺ کے ساتھ ہوگا:

جنت میں داخلہ ہی بہت بڑی سعادت ہے لیکن وہ افراد کتنے ہی خوش نصیب

ہوں گے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور ان کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں میں ہوگا اور یہ سعادت میں اور آپ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ ان پاکیزہ کلمات کو صبح کے وقت پڑھا کریں۔ ان شاء اللہ الرحمن جنت میں جاتے ہوئے یہ عظیم شان سعادت آپ کو بھی حاصل ہوگی۔

صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا فَاَنَا الزَّعِيْمُ، لَاٰخُذَنَّ بِيَدِهٖ حَتّٰى اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ

[المعجم الکبیر للامام طبرانی:838، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:421]

''جس نے صبح کے وقت کہا: میں اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہوں، میں ضامن ہوں البتہ ضرور ضرور اس کو ہاتھ سے پکڑوں گا حتی کہ اللہ کی جنت میں داخل کر دوں گا۔''

جنت تو جیسے بھی ملے بہت بڑی کامیابی ہے لیکن جنت جاتے وقت جب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں میں ہاتھ ہو اور آپ ﷺ کا عالیشان ساتھ ہو تو پھر عظیم سعادت کے کیا کہنے...... اللہ مجھے اور آپ کو یہ سعادت نصیب فرمائے۔ آمین!

اللہ پر خوش ہونے کا مطلب کیا ہے......؟

آج کے موضوع کے حوالے سے یہ سوال سب سے زیادہ اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر خوش ہونے کا کیا معنی ومفہوم ہے......؟ کیونکہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کو ماننے کا تعلق ہے وہ تو سبھی مانتے ہیں مشرکین مکہ بھی اللہ تعالیٰ کو خالق ومالک سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ کو رب مان کر خوش ہونے کا مطلب کیا ہوا......؟ اس سلسلے میں تین باتیں اچھی

طرح ذہن نشین فرمالیں:

1 اللہ تعالیٰ پر خوش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اپنا الٰہ نہ بنائے، اسی کو پا کر خوش ہو جائے اور وہی اس کا غریب نواز، داتا گنج بخش، مشکل کشا اور حاجت روا ہو اپنے پیارے الٰہ پر ایمان لانے کے بعد دل کی گہرائیوں سے اس کی تصدیق کرتے ہوئے بس اسی کا ہو کر رہ جائے۔ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کو رب مان کر خوش ہوتا ہے تو پیروں فقیروں کو اپنا حاجت روا، مشکل کشا اور داتا نہیں سمجھتا۔ اللہ پر خوش ہونے والے کا داتا لاہور نہیں بلکہ عرش پر ہے اور لفظِ داتا ہندی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کہ ''رزق دینے والا'' اور وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

صاحبِ دل کیا خوب ترجمانی کرتا ہے:

ڈِکھو وکھ شکلاں دنیا رنگ رنگ دی
ساری مخلوق اوہدے کولوں منگ دی
گلا ای او راکھا اس سارے جگ دا
سارا ای کمال ساڈے سوہنے رب دا
اپنی قدرت نال اوہنے نقشے کئے نیں
اِک ٹہنی اُتے پھل کھٹے مٹھے تیں
حالاں سارے بوٹیاں نوں پانی اک لگدا
سارے ای کمال ساڈے سوہنے رب دا
اہل حدیثو! تسی بڑے خوش نصیب جے
تہانوں دولت ملی قرآن تے حدیث جے
اے ٹئیں سودا کسے وی دُکانو لب دا
سارے ای کمال ساڈے سوہنے رب دا

اللہ کے بندو......! اللہ تعالیٰ کو رب مان کر خوش ہو جاؤ اور رب کا لغوی واصطلاحی معنی بھی یہی ہے کہ "پرورش کرنے والا، خبر گیری کرنے والا، تصرف کرنے والا، سرداری کرنے والا" غرض کہ ولادت سے لے کر انجام تک پوری نگرانی اور نگہبانی کرنیوالا۔ وہ آپ کو جس حال میں رکھے اسی کے ہو کر رہو اور اطرافِ عالم میں اس کی وحدانیت کا چرچا کر دو، مٹی کے بتوں اور پتلوں کو اس کا شریک نہ سمجھو وہ سب اس کے در کے محتاج ہیں اور اس شہنشاہِ عالم کے علاوہ کوئی ہستی نفع ونقصان کی مالک نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو رب مان کر خوش ہونے کا پہلا مطلب ہے۔

❷ اللہ تعالیٰ کو رب مان کر خوش ہونے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ

☆......عبادت صرف اور صرف اسی کی کرو،

☆......مدد صرف اور صرف اسی سے مانگو،

☆......ہاتھ صرف اور صرف اسی کے سامنے اٹھاؤ،

☆......نذر و نیاز صرف اور صرف اسی کے نام پر دو

☆......اور ہر قسم کا سجدہ صرف اسی کے در پر دو۔

غرض کہ جو شخص اپنی تمام عبادات کو اور انمول پاکیزہ جذبات کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کر دیتا ہے وہ اس کے خوش ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے اور جو لوگ

☆......مزاروں اور قبروں پر سجدے کرتے ہیں،

☆......غیر اللہ کی نذر و نیاز دیتے ہیں

☆......اپنے پیروں کا قرب پانے کے لیے جانور ذبح کرتے ہیں

یہ تمام ناجائز حرکتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو رب مان کر خوش نہیں ہوئے......؟ اگر وہ خوش ہوتے تو ان تمام جذبات کا اظہار صرف اور صرف اللہ کے سامنے کرتے۔

3 تیسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ کو رب مان کر خوش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ کی تقسیم پر راضی ہو جائے، جو نصیب میں آئے اس پر کوئی اعتراض نہ کرے، حالات کی تنگی اور بیماری ولاچاری کے ایام میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر خوش رہے، گلے شکوے اور اعتراضات کرنے کی بجائے اپنے حال پر راضی ہو جائے۔ یہ وہ خوش نصیب ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو رب مان کر خوش ہو گیا۔ آج کل اکثر مسلمانوں میں یہ وبا عام ہو گئی ہے کہ وہ قدم قدم پر گلے شکوے شروع کر دیتے ہیں اور حال پوچھ لینے پر اس انداز میں جواب دیتے ہیں کہ جس طرح وہ حالات کے سب سے زیادہ ستائے ہوئے ہیں۔

اللہ کے بندو......! آج یہ بات پلے باندھ لو کوئی تمہیں حال پوچھے تو اللہ تعالیٰ کی تعریفات کے ڈھیر لگا دو، اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش اور اس کے رحم و کرم کو بیان کرنے میں ذرہ بھر بخل سے کام نہ لو۔ جس مسلمان کی زبان ہر حال میں اس کی تقسیم پر راضی رہی وہ شخص واقعتا اللہ تعالیٰ کو رب مان کر خوش ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کو رب مان کر خوش تھے اسی لیے آپ ﷺ نے اپنے پیارے بیٹے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر کہا تھا:

> ''بیٹا تیری جدائی کا دکھ بہت زیادہ ہے، دل غمگین ہے، آنکھیں آنسوؤں سے تر ہیں لیکن ہم اپنی زبان سے کہیں گے وہی کچھ جس سے عرش والا داتا راضی ہو جائے۔'' سبحان اللہ

اسلام کو دین مان کر خوش ہونے کا مطلب:

اسلام ایک جامع دین ہے، یہاں ضمنی طور پر میں ایک اصلاح کرنا چاہتا ہوں اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں! اسلام کے ساتھ ''مذہب'' کا لفظ بولنے کی

بجائے ''دین'' کا لفظ استعمال کیا جائے۔ ''ہمارا مذہب اسلام ہے'' اس جملہ کی بجائے ''ہمارا دین اسلام ہے'' لفظ ''دین'' حد درجہ جامع اور شرعی ہے جب کہ ''مذہب'' ناقص اور غیر شرعی لفظ ہے۔ دین زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہوتا ہے اور آپ کو دین اسلام میں زندگی کے ہر شعبے پر مکمل رہنمائی ملے گی۔

دینِ اسلام اعتقادی وفکری، اخلاقی و تعلیمی، تمدنی ومعاشرتی اور معاشی وسیاسی ان تمام موضوعات پر سیر حاصل رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس اسلام کو دین مان کر خوش ہونے کے تین مطلب ہیں:

❶ مسلمان عملی زندگی میں پورے اسلام کو اپنی ذات پر نافذ کرلے، اپنے آپ کو اسلامی رنگ میں رنگ لے، ایسا نہ ہو کہ اسلام کی بعض باتوں کو تو تسلیم کرلے اور بعض کو علی الاعلان ٹھکراتا رہے۔ ایسا مسلمان بے دین اور اللہ کے شدید عذاب کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ یہی حکم فرماتے ہیں کہ اگر اسلام کو دین مان کر خوش ہو تو پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ، دین کی کچھ باتیں چھوڑ کر شیطان کو راضی نہ کرو ورنہ تمہارے دونوں جہان برباد ہو جائیں گے۔

❷ اپنی ذات پر نافذ کرنے کے بعد لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانے والا بن جاؤ کیونکہ انسان خوشی پا کر اس کو چھپاتا نہیں بلکہ اپنے پیاروں میں اس کا بڑے فخر سے اظہار کرتا ہے۔ اگر آپ اسلام کو دین مان کر خوش ہیں تو اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرو، اسلامی لٹریچر کو عام کرو اور جہاں جہاں آپ کو موقع ملے اسلام کی بات کرنے میں عار نہیں بلکہ فخر محسوس کرو۔ جو لوگ معاشرے کے دباؤ میں آکر اسلام کی تعلیمات کو چھپا دیتے ہیں وہ لوگ اسلام کو اپنا دین مان کر خوش نہیں بلکہ انقباض کا شکار ہیں، یہی سینے کی تنگی انسان کو اسلام کی برکتوں سے محروم کر دیتی ہے۔

اسلام کو دین مان کر خوش ہونے والا جہاں اس کو اپنی ذات پر منتقل کرتا ہے

وہاں وہ دین اسلام کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے دن رات کوشاں رہتا ہے۔

3 جب مسلمان اسلام کو دین مان کر خوش ہو جائے تو اس کا سب سے اعلیٰ ثبوت یہ ہے کہ وہ عمل اور دعوت کے ساتھ ساتھ اس پر اپنا مال اور اپنی جان تک کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ جو لوگ اسلام کو پا کر خوش ہوتے ہیں وہ اپنا سب کچھ اسلام کی سربلندی کے لیے لٹا دیتے ہیں جیسا کہ اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے کردار سے ثابت کیا ہے کہ انہوں نے پرچم اسلام کو اونچا کرنے کے لیے ہر نعمت کو خیر باد کہہ دیا۔ اللہ مجھے اور آپ کو بھی یہی یقین، خوشی اور سعادت نصیب کرے۔ آمین!

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر خوش ہونے کا مطلب؟

سرتاج الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش مکہ بھی مانا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صادق وامین، دیانت دار اور وفا شعار سمجھتے تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سچا اور آخری نبی اور رسول سمجھا جائے اور مسلمان کے دل میں ذرہ بھر شک کا کھٹکا تک نہ آئے، جس طرح دن اور رات کا وجود ایک سچی حقیقت ہے اس سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رسول اللہ ہونا زیادہ سچی حقیقت ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول مان کر خوش ہونے میں تین باتیں شامل ہیں۔

1 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو اپنے لیے بہترین آئیڈیل اور نمونہ سمجھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی شکل وصورت اور وضع قطع بنانے میں عار نہیں بلکہ فخر محسوس کرے یہی وہ شخص ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نبی مان کر خوش ہو گیا۔

ہمارے ہاں بعض روشن خیال لوگوں نے سنتِ رسول سے دوری ہی نہیں

بلکہ سنتِ رسول ﷺ کو شدت پسندی پر محمول کر دیا ہے اور کئی کمزور دل عاشق فیشن پرست بن چکے ہیں جبکہ سچی غلامی اور آپ ﷺ کو پا کر سچی خوشی یہی ہے کہ آپ ﷺ کے طرزِ عمل کو اپنے لیے دنیا میں سعادت اور آخرت میں ذریعہ نجات سمجھا جائے۔

❷ ہر مسئلے اور فیصلے میں نبی ﷺ کی حدیث کو حاکم تسلیم کیا جائے، احادیثِ نبویہ صحیحہ سے جو مسئلہ سامنے آئے بغیر کسی تاخیر اور تاویل کے قبول کر لیا جائے۔ تقلید کے تعصب اور مقلدین کی شدت نے حدیثِ رسول ﷺ کا بہت مذاق اڑایا ہے کئی مقلدین اپنے اماموں کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن خود کو احادیث کے پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش نہیں کرتے، یہ بہت بڑی جسارت ہے

اللہ کے بندو......! اگر محمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہو تو احادیث کے مطابق اپنے سینے فراخ رکھو، چوں چراں کی بجائے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح سن لیا اور مان لیا یہ انداز اپناؤ یہی آپ کے خوش ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ جو شخص صحیح احادیث کو رد کرے اور اپنے مذہبی تعصب کو ترجیح دے ایسا نالائق شخص امتی کہلانے کا حقدار بھی نہیں ہے۔

❸ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول مان کر خوش ہے وہ آپ ﷺ پر درود بھی سب سے زیادہ پڑھتا ہے، درود کی کثرت آپ ﷺ پر خوش ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے بلکہ آپ اسے خوشی کا معیار سمجھ لیں، جو جتنی عقیدت سے زیادہ درود پڑھتا ہے وہ آپ ﷺ پر اسی قدر زیادہ خوش ہے۔

از راہِ کرم......! درود کے شرکیہ الفاظ گھڑنے کی بجائے مسنون الفاظ پر اکتفا کریں، جن پر ہم نے درود بھیجنا ہے جب وہ ہی الفاظ بیان کر گئے ہیں تو ہمیں تکلفات سے گریز ہی کرنا چاہیے کیونکہ ہمارے بنائے الفاظ رسول اللہ ﷺ کے

بنائے ہوئے الفاظ کی برکتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مدینے والے کے غلامو! حد درجہ خوش ہو جاؤ:

میں نے آپ کے سامنے ایک وظیفے کے دس فائدے بیان فرمائے ہیں اور اس وظیفے میں تین نعمتوں کا ذکر ہے، ان تین نعمتوں کے قدر شناس بنو اور اپنی زبان کو

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا

سے تر رکھو، پس ہر حال میں (حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل) کو اپنا وِرد بناؤ، اللہ پاک ان نعمتوں کی قدر پر بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں۔

آج کا خطبہ میں عربی کے چند اشعار پر ختم کرنا چاہتا ہوں کسی دانشور نے کیا خوب کہا ہے اور ایک رائے کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کیا خوب فرماتے ہیں:

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا
لَنَا عِلْمٌ وَ لِلْجُهَّالِ مَالُ
فَاِنَّ الْمَالَ يَفْنٰى عَنْ قَرِيْبٍ
وَ اِنَّ الْعِلْمَ يَبْقٰى لَا يَزُوْلُ

(مرقاۃ المفاتیح، دلیل الفالحین، و دیوان الشعراء)

ہم اپنے بارے میں جبار کی تقسیم پر خوش ہیں، اس نے ہمیں اسلام کا علم عطا فرمایا اور جاہلوں کو مال دیا، بلاشبہ مال جلدی ختم ہو جائے گا اور بلاشبہ اسلام کا علم ہمیشہ باقی رہے گا۔"

مدینے والے کے غلاموں......!

آج کوئی شخص فحاشی پر خوش ہے......

کوئی سود کمانے پر خوش ہے......

کوئی حرام کاری اور بدکاری کے اڈوں پر جا کر خوش ہے......

اور کوئی دنیا کے کھوٹے سکّوں پر خوش ہے......

تم اس بے راہ روی کے دور میں اللہ کو پا کر خوش ہو جاؤ......!

مدینے والے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پا کر خوش ہو جاؤ......

اور اسلام کو پا کر خوش ہو جاؤ......

اور ان ہی تینوں کے ہو کر رہ جاؤ......

ان شاء اللہ الرحمن دونوں جہان تمہاری عظمتوں کے گواہ بن جائیں گے۔

اللہ مجھے اور آپ کو مندرجہ بالا وظیفہ بار بار پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیشہ اسلام پر خوش وخرم رکھے اور اسلام پر ہی ہمارا خاتمہ فرمائے اور قیامت کے روز اہل اسلام کے ساتھ ہمارا حشر کرتے ہوئے جنت میں امام المسلمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ عطا فرمائے۔ آمین!

هذا ما كان عندى والله اعلم بالصواب

سبحان ربك رب العزت عما يصفون

وسلم على المرسلين

والحمد لله رب العالمين

برکت ملے گی
مگر کیسے......؟
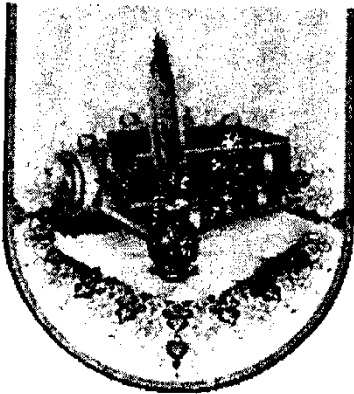
برکت کیسے ملے گی؟

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ۝
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ۝

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝﴾ [اعراف:96]

''اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے جھٹلایا پھر ہم نے ان کو ان کے اعمال کے بدلے پکڑ لیا۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الآخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

میں آج آپ کے سامنے ایک اہم موضوع بیان کرنا چاہتا ہوں، اس موضوع کو سمجھے بغیر زندگی بسر کرنا اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے برابر ہے۔ آپ اپنے اردگرد جتنی نحوست اور بے برکتی دیکھ رہے ہیں اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ہم نے اس موضوع کو پوری توجہ سے سنا، نہ سمجھا اور نہ ہی اس پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس موضوع کا نام ہے کہ مسلمان کی زندگی میں برکت اور اس کی اہمیت کیا ہے......؟ اور کون سے ایسے اعمال ہیں جن کی بنیاد پر ہم آسانی سے برکات کو حاصل کر سکتے ہیں۔

ہمارے ملک میں تو عجیب وغریب جہالت ہے، لوگ نحوست والے اعمال کر کے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعائیں کرتے ہیں اور عاملین حضرات سے حصول برکت کے لیے تعویزات لیتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے کہ ایک شخص بیمار ہو، وہ زہر کھا کر اللہ تعالیٰ سے صحت کی دعا کرے، کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفا عطا فرما۔

اللہ کے بندو......! جس طرح شفا پانے کے لیے اچھی دوا کھانا ضروری ہے، اسی طرح برکت کو حاصل کرنے کے لیے ایسے اعمال کرنا ضروری ہیں کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زندگی کو برکتوں سے مالا مال کر دیتے ہیں۔

اب میں سب سے پہلے آپ کے سامنے برکت کے معنی ومفہوم کو واضح کرتا ہوں، اس کے بعد برکت کی اہمیت وضرورت کو بیان کیا جائے گا اور پھر میں وہ اعمال بیان کروں گا جن کو اپنانے سے اللہ تعالیٰ خیر وبرکات کے تمام خزانے عطا فرما دیتے ہیں۔

برکت کا معنی ومفہوم:

"بَرَكَ" اس کا مادہ ہے اور اس کے حقیقی معنی کسی چیز کے ٹِک جانے اور

ٹھہر جانے کے ہیں اور اسی طرح اس لفظ میں نشو ونما، بڑھنے اور زیادہ ہونے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اصطلاحی اور شرعی اعتبار سے ہر وہ چیز جو مبارک اور باعثِ برکت ہے جس میں بہت زیادہ خیر اور نفع ہو، دن بدن وہ بڑھتی چلی جائے اور زندگی بھر کے لیے بندے کے پاس رہے، یعنی برکت کے مفہوم میں تین چیزیں شامل ہیں۔

1...... كَثْرَةُ الْخَيْرِ: وہ نعمت جو بہت زیادہ نفع والی ہو۔ اس میں فائدے ہی فائدے اور خیر ہی خیر ہو۔

2...... نَمُوّ: جو نعمت بڑھتی چلی جائے اور دن بدن اس میں بہتری اور ترقی ہو۔ یعنی ملنے والی نعمت کا دن بدن بڑھنا، پھلنا پھولنا اور زیادہ ہونا۔

3...... دَوَامُ الثَّبات: وہ نعمت جو ہمیشہ ٹکی رہے، یعنی وہ لمبا عرصہ آدمی کے پاس رہے اور اس کی زندگی میں اس نعمت پر زوال آئے اور نہ ہی وہ فنا ہو۔ مثال کے طور پر ایسی اولاد بڑی مبارک اور برکت والی ہے جو تابعدار ہو اور دن بدن ان کی فرمانبرداری میں اضافہ ہو، اور وہ ہمیشہ آنکھوں کی ٹھنڈک بن کر رہے۔

یا ایسا حلال کاروبار جس کا نفع دن بدن زیادہ ہو اور اس پر آئے دن دسترس اور گرفت مضبوط ہوتی جائے وہ برکت والا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں بارش کے لیے بھی لفظِ بارش استعمال ہوا ہے، تو ایسی بارش بلاشبہ مبارک ہے جو زمین کو از سرِ نو حیاتِ تازہ بخشتی ہے اور جس کے ذریعے زمین کے خزانے باہر نکلتے ہیں اور اسی طرح قرآن مجید میں شاداب اور ثمر آور درخت کو بھی مبارک کہا گیا ہے۔

سامعین کرام......! جب انسان کو اپنے معاملات میں برکت نصیب ہوتی ہے تو اس کی زندگی راحت وسکون اور خوشیوں سے مالا مال ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بدسکونی اور بے چینی نحوست اور بے برکتی کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔

برکت کی اہمیت وضرورت:

سارے کا سارا دین اسلام مبارک ہے اور آپ حیران ہوں گے کہ دین اسلام میں برکت کی اس قدر اہمیت ہے، کہ آپ کو شاید ہی کوئی ایسی خاص موقع کی دعا ملے جس میں اللہ تعالیٰ سے حصول برکت کا سوال نہ ہو۔ محسوس یوں ہوتا ہے کہ بغیر برکت سے مسلمان روحانی طور پر زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ جو شخص برکتوں سے محروم ہے وہ ایک چلتی پھرتی زندہ لاش ہے، اس کے سوا کچھ نہیں......

میں آپ کے سامنے چند مواقعوں کی اہم دعائیں ذکر کرتا ہوں جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک مسلمان کو برکت کی کس قدر زیادہ ضرورت ہے۔

① ......ملاقات کے وقت:

ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان سے ملتا ہے تو وہ ایک دوسرے کے لیے سلامتی اور برکت کی دعا کرتے ہیں۔ آپ سلام کے پورے کلمات پر غور فرمائیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

"تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں۔"

② ......درود شریف:

درودِ ابراہیمی رسول ﷺ اور آلِ رسول رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے عظیم دعا ہے۔ اور اس میں بھی بالخصوص برکت ہی کا ذکر ہے ہر مسلمان اپنی ہر نماز میں یہی کہتا ہے: اے اللہ! محمد ﷺ اور آل محمد رضی اللہ عنہم اجمعین کو برکتیں نصیب فرما۔

③ ......دعائے استخارہ:

دنیوی معاملات میں اور زندگی میں بہتر کاموں کے حصول کے لیے، اللہ سے مشورہ کرنے کے لیے جو مسنون دعا پڑھی جاتی ہے آپ اس کا مطالعہ فرمائیں تو

اس کے آخر میں بھی یہ الفاظ ہیں:

ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ [صحيح البخاری:1162,6382,7390]

''پھر برکت ڈال دے میرے لیے اس میں''

④......دعائے وتر:

دنیوی زندگی کی کوئی بھلائی، بہتری اور ترقی ایسی نہیں جس کا اس دعا میں ذکر نہ ہو، یہ دعا انتہائی شاندار اور بامقصد ہے اس میں بھی یہی الفاظ ہیں:

وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ [ابوداود:1425]

''اور برکت ڈال دے میرے لیے ہر اس چیز میں جو تو نے مجھے عطا کی۔''

⑤......شادی کے موقع کی دعا:

جب دو نئے خاندان آپس میں ملتے ہیں اور آدمی کی شادی ہوتی ہے تو نکاح ہونے کے بعد دلہا کے لیے جو دعا کرنی چاہیے اس میں بھی برکت ہی کا ذکر ہے:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ

''اللہ تیرے لیے برکت کرے اور تجھ پر برکت کرے اور تم دونوں کو خیر پر اکٹھا کرے۔'' [المعجم الکبیر:512، صحیح الجامع الصغیر:428]

⑥......کھانے کو ملے تو کہے:

خوراک اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے بلکہ انسانی زندگی کا انحصار ہی اسی پر ہے، جب اللہ تعالیٰ کھانے پینے کو مناسب اور عمدہ عطا کرے تو یہی کہنا چاہیے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَارْزُقْنَا خَيْرًا مِّنْهُ

[سلسلة الاحاديث الصحيحة:2320]

''اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت ڈال دے اور اس سے بہتر رزق عطا فرما۔''

⑦...... دودھ پینے کی دعا:

دودھ ایک ایسی نعمت ہے جو مشروب ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل غذا بھی ہے۔ جس شخص کو پینے کے لیے دودھ ملے اس کو بھی یہی دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ

[صحیح الجامع الصغیر:381، سلسلة الاحادیث الصحیحة:2320]

''اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت ڈال دے اور یہ اور زیادہ عطا کر۔''

⑧......دعوت کھانے کے بعد کی دعا:

رسول اللہ ﷺ جب کسی کے ہاں کھانا کھاتے تو آخر میں ایک مختصر اور جامع دعا فرماتے اور اس کے الفاظ بھی یہی ہیں:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِيْمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ

''اے اللہ! جو تو نے ان کو عطا کیا ہے اس میں برکت ڈال دے اور ان کو معاف کرتے ہوئے ان پر رحم کر۔'' [صحیح مسلم:2042]

اسی طرح آپ سیرتِ رسول ﷺ کا مطالعہ فرمائیں، آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے لیے بھی برکت کی ہی دعا کی تھی کہ اے اللہ! ہمارے مکے اور مدینے دونوں شہروں میں ہمارے لیے برکت فرما دے۔ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے پاس جو شخص بھی اپنی حاجت، ضرورت اور خواہش کا اظہار کرتا تو رسول اللہ ﷺ اس کے لیے برکت کی دعا فرماتے، سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا جب اپنے بیٹے انس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئیں اور دعا کی خواہش ظاہر کی تو رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا:

"اے اللہ! اس بچے کے مال، اولاد میں برکت فرمادے۔"

آپ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ فرمائیں کہ آپ کو اس قدر برکت حاصل ہوئی کہ آپ نے تقریباً سو سال سے زائد عمر پائی، سب سے زیادہ مالدار تھے اور آپ کی وفات کے وقت آپ کی اولاد سمیت آپ کے پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں اور ایک سو پچیس سے زائد تھیں۔

اسی طرح مجھے یاد آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور حضرات صحابہ نے کئی ایک لیے یہی دعا فرمائی:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ

[البخاری: 5167، 5072، 3937، ابن ماجه: 2424، سنن نسائی: 4687]

"اللہ تیرے گھر بار اور مال میں برکت عطا فرمائے۔"

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اولاد کے حوالے سے اس قدر برکت دی کہ آپ کا ایک بیٹا جس کا نام بلال تھا وہ اس قدر بے باک اور باکمال خطیب تھا کہ ان کے خطاب کو سننے کے لیے لوگ سیلاب کی طرح امنڈ آتے تھے۔

اللہ کے بندو......! کثرت کے چکر میں نہ پڑو......! اللہ تعالیٰ سے برکت مانگو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی اس بات پر گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقریباً ہمیشہ یا اکثر برکت ہی کی زیادتی کا سوال کیا اور کہا اے اللہ! اس میں برکت کو زیادہ فرما۔ بلکہ ایک روایت میں تو واضح لفظ ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لائے کھانے کو دیکھا تو یہ نہیں کہا: اے اللہ! اس کھانے کو زیادہ کر دے بلکہ فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ فِيهَا الْبَرَكَةَ

"اے اللہ! اس میں برکت کو بڑھا دے۔"

[مسند احمد: 21/176 (13547)، مسند ابی عوانہ: 5/182، بتحقیق ایمن الدمشقی]

پھر اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت بڑھائی کہ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چند افراد کا کھانا سینکڑوں کو کافی ہو گیا۔

موجودہ حالات میں بے برکتی کی بنیادی وجہ:

بے برکتی اور نحوست کے اسباب میں سے ایک بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے پوری یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ برکت کا مطالبہ ہی نہیں کرتے، پس رسمی طور پر برکت کا لفظ استعمال ہوتا ہے جب کہ اس کے معنی ومفہوم کو سمجھ کر اس کے حصول کے لیے ہماری دعاؤں میں برکت کے بارے میں جو باقاعدگی اور گریہ زاری ہونی چاہیے وہ نظر نہیں آتی۔ اگر آپ واقعتاً برکت کو حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں تو بیان کردہ تمام مسنون دعاؤں کو یاد کریں اور ان مبارک دعاؤں کو اپنے معمول میں لائیں۔ انشاء اللہ الرحمن بہت جلد ان دعاؤں کی برکت سے آپ کو برکت حاصل ہوگی۔

حضرت نوح علیہ السلام کو برکت والی دعا سکھلائی:

قوم نوح پر جب عذاب آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے صحابہ کو بچانے کے لیے کشتی تیار کرنے کا حکم دیا جب کشتی تیار ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو خود دعا سکھلائی اور اس میں بالخصوص برکت کا ذکر فرمایا، دعائے نوح توجہ سے سماعت فرمائیں:

فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَقُلْ رَّبِّ أَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبَارَكًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ [مومنون:28,29]

”پھر جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں جم کر بیٹھ جائیں تو کہو! شکر ہے اللہ کا

جس نے ہم کو ظالم لوگوں سے نجات دی اور کہو......! اے میرے رب......! مجھے اتارنا برکت کا اتارنا، یا مجھے برکت کی جگہ اتارنا اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔"

آج ہمیں بھی نئے شہر اور نئی جگہ اترتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے برکت ہی کا سوال کرنا چاہیے کہ یا اللہ! مجھے اس جگہ، اس علاقے سے برکتیں نصیب فرما۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر برکتوں کی انتہا:

برکت کوئی معمولی نعمت نہیں، بلکہ بہت بڑی نعمت ہے، برکت اگر ذرّے میں ہو تو وہ پہاڑ سے زیادہ کام دیتا ہے، برکت ہی سے عزت، رفعت اور عظمت نصیب ہوتی ہے۔ ہر مسلمان سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظمتوں سے آگاہ ہے یہ سب کچھ کیا تھا......؟ قرآن تو یہی بتلاتا ہے کہ یہ اللہ پاک کی دی ہوئی برکتوں کا نتیجہ تھا۔ واقعہ ذبح کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا:

سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ۝ [صافات:109-113]

"ابراہیم پر سلامتی ہو، ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اور ہم نے اس کو اسحٰق کی خوشخبری دی وہ صالحین میں سے ایک نبی تھے اور ہم نے ان کو اور اسحٰق کو برکت دی اور ان دونوں کی نسل میں اچھے بھی ہیں اور ایسے بھی جو اپنے نفس پر صریح ظلم کرنے والے ہیں۔"

کمالاتِ عیسیٰ علیہ السلام برکت ہی کا نتیجہ تھے:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات کا ذکر قرآن مجید میں پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے فضل وکرم کی اعزازات کی انتہا فرما دی اور یہ سبھی کچھ برکت ہی کے نتیجے میں تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو ماں کی گود میں ہی عطا کر دیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کی گود میں جو سب سے پہلا خطاب فرمایا اس کو سماعت فرمائیں:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝

''میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب دی اور مجھے نبی بنایا اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھ کو برکت والا بنایا اور اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کی تاکید کی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔''

برکت کس کی طرف سے ہے......؟

اب سب سے اہم سوال یہ ہے کہ برکت کس کی طرف سے ہے تو اس کا واضح اور آسان جواب یہی ہے کہ برکت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اسے برکت عطا فرماتے ہیں، جس طرح رزق اللہ کی طرف سے ہے صحت اور شفا صرف اور صرف اللہ کی طرف سے ہے اسی طرح برکت بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ البتہ حصول برکت کا سبب کوئی بھی عمل کوئی بھی شخص بن سکتا ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اور اس عقیدے کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں اس وقت فرمایا کہ جب ایک سفر میں پانی بالکل ختم ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیاس اور وضو کا پانی نہ ہونے کی وجہ سے فکر مند تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی کے پاس پانی ہو تو وہ میرے پاس لے کر آئے۔ چنانچہ

آپ ﷺ کے پاس تھوڑا سا پانی لایا گیا، چنانچہ آپ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور ساتھ فرمایا:

حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللهِ

''مبارک پانی کی طرف جلدی کرو اور برکت اللہ کی طرف سے ہے۔''

[صحیح البخاری:5639 وغیرہ]

رسول اللہ ﷺ نے عقیدہ سمجھانے کے لیے کوئی بھی اہم موقع ضائع نہیں کیا، یہ ایک موقع تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ میں کوئی ایسی بات آجاتی کہ یہ ساری برکتیں رسول اللہ ﷺ کی ذاتی ہیں۔لیکن رسول اللہ ﷺ نے فوراً وضاحت فرما دی کہ برکت صرف اور صرف اللہ کی طرف سے ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی طرف مجازی طور پر برکت کی نسبت تو کی جا سکتی ہے لیکن اولیٰ اور اعلیٰ یہی ہے کہ برکت کی نسبت اللہ ہی کی طرف کی جائے اور اسی کی ذات کو منبع برکات سمجھا جائے۔

برکت کیسے ملے گی؟

برکت کی اہمیت وضرورت سمجھ لینے کے بعد اب سب سے اہم بات یہ ہے کہ برکت کیسے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں جو برکت کا متلاشی نہ ہو۔اور ہمارے ملک کے حالات اس قدر گمراہی کی طرف رواں دواں ہیں کہ لوگ گھروں سے برکت لینے نکلتے ہیں اور شام کو اپنے گھروں میں شرک، گمراہی اور ضلالت لے کر واپس آجاتے ہیں۔اور کئی خواتین برکت کے حصول کے لیے گھروں سے نکلیں تو بدعمل پیروں اور عاملوں کے جھانسوں میں آکر اپنی عزت تک سے ہاتھ دھو بیٹھیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کئی مسلمان برکت کے حصول کے لیے تعویزات کا رخ کرتے ہیں اور کئی چھومنتر کے ذریعے برکات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ یہ سب راستے اور طریقے برکت کے نہیں بلکہ ضلالت کے ہیں۔ جس طرح زہر پی کر شفا حاصل نہیں ہوتی اسی طرح ان رستوں پر چل کر برکت تو در کنار ہر طرح کی نحوست اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

آیئے......! میں آپ کے سامنے پانچ اعمال بیان کرتا ہوں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خیر و برکات کے تمام دروازے کھول دیتے ہیں اور جن کی وجہ سے برکت کا حاصل ہونا اس قدر یقینی ہے کہ برکت دینے والا رب العالمین اور کائنات کی سب سے مبارک ہستی رحمۃ للعالمین ﷺ خود ضامن ہیں اور بنیادی طور پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ پورے کا پورا اسلام مبارک ہے اور اسلام کا کوئی عمل بھی برکت سے خالی نہیں۔ البتہ بعض اعمال کو بعض اعمال پر فضیلت ضرور حاصل ہے جن کی وجہ سے برکت کا حصول بہت آسان ہو جاتا ہے۔

برکت کے حصول کیلئے پہلا عمل:

قرآنی تعلیمات سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایمان لانے کے بعد اپنے تقویٰ میں حسن پیدا کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے برکت کے تمام دروازے کھول دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس بشارت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝﴾ [اعراف:96]

''اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے تو ہم ان

پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے جھٹلایا پھر ہم نے ان کو ان کے اعمال کے بدلے پکڑ لیا۔"

آج بے برکتی کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہمارا ایمان مضبوط ہے نہ ہی تقویٰ میں حسن ہے، چند ٹکوں کی خاطر ایمان کا سودا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی برکات کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں......؟ جن لوگوں نے تقویٰ کا ذائقہ تک نہ چکھا ہو بلکہ وہ محرمات کی دلدل میں بری طرح پھنسے ہوں انکو برکتیں کون دے سکتا ہے......؟

پیارے مسلمان بھائیو......! عرش وفرش کے مالک سے برکات حاصل کرنے کے لیے آسان طریقہ یہی ہے کہ اپنے تقویٰ میں حسن پیدا کرو، ایمان اور تقویٰ میں حسن یہ ہے کہ شبہات تک سے گریز کرو، حرام تو چھوڑنا ہی ہے، ناجائز کام تو ہرگز ہرگز نہیں کرنے لیکن اس کے ساتھ ساتھ شبہے والے معاملات میں بھی اپنے دامن کو بچا کر رکھنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک کمال یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ شبہے والے معاملات میں بھی تقویٰ والے پہلو کو ہی اختیار کرتے تھے۔ اس کی بے شمار مثالیں کتب سیرت میں موجود ہیں اور ایک صحیح حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے پیارے نواسے اور جنتی جوانوں کے سردار سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا رہے تھے، کہ ننھے حسن رضی اللہ عنہ نے راستے سے کھجور اٹھائی اور منہ میں ڈال لی، ابھی چبا ہی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی مبارک ان کے منہ میں داخل کی اور ساری کھجور باہر پھینک دی اور فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے آل محمد ﷺ پر صدقے کو حرام کر دیا ہے اور میں نے یہ کھجور صرف اسی شبہ کے پیش نظر تیرے منہ سے نکال دی ہے کہ کہیں یہ صدقہ ہی نہ ہو۔ اللہ اکبر!

اس واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کائنات کی سب سے بڑی مبارک ہستی کے پاس کیسا خوبصورت اور نفیس تقویٰ تھا......

آج ہمارے مسلمان شبہات تو در کنار حلال وحرام تک میں بھی تمیز نہیں کرتے اور نہ ہی اپنی اولادوں کو حرام سے بچنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم! آج کئی والدین ایسے ہیں کہ ان کو کوئی علم نہیں کہ ہمارا بیٹا کہاں سے اور کیا کما کر لا رہا ہے......؟ اور کئی والدین کو علم ہونے کے باوجود ذرّہ بھر پروا نہیں کہ ہم لقمہ حرام نہیں بلکہ جہنم کی آگ سے اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں بیان فرماتے ہیں کہ تقویٰ میں حسن پیدا کرنے کی وجہ سے جو برکات نصیب ہوتی ہیں انسانوں کی تاریخ آج بھی اس پر شاہد ہے

چشم فلک نے ان لوگوں کو بھی دیکھا کہ جو حج کے لیے نکلا کرتے تو ان کے ملبوسات اور ماکولات ومشروبات کو کئی سواریوں پر رکھ کر لایا جاتا اور ان کے ناز نخروں کی کوئی انتہا نہ ہوتی، لیکن جب وہ مر گئے تو انکی اولادیں ایک وقت کی روٹی کے لیے دردر پر مانگا کرتی تھیں۔ اس کے مقابلے میں جو سادہ لوح اور صاحبِ تقویٰ لوگ تھے اور جنہوں نے جاتے وقت اپنی اولادوں کے لیے سوائے چند درہموں کے کچھ نہ چھوڑا جب وہ فوت ہوئے تو ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے تقویٰ کی وجہ سے ایسی برکت دی کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے بیٹے جہادی قافلوں کے لیے کئی گھوڑے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتے تھے۔ اسی لیے تو تخت پر بیٹھ کر حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''بلاشبہ شان یہ ہے کہ جو شخص صبر کرتے ہوئے تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ضرور بالضرور برکات نصیب فرماتے ہیں۔

سامعین کرام......! برکت کو حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ بازاروں کو نکلتے ہوئے اپنے ساتھ ایمان وتقویٰ کی دولت لے کر جائیں آپ کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں آئیں گے بلکہ ہر پل اللہ کی رحمتیں اور برکتیں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں:

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝﴾ [اعراف:96]

''اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے جھٹلایا، پھر ہم نے ان کو ان کے اعمال کے بدلے پکڑ لیا۔''

برکت کے حصول کیلئے دوسرا عمل:

تعلق بالقرآن سے اللہ تعالیٰ مسلمان کو بہت زیادہ برکات عطا فرماتے ہیں کیونکہ قرآن پاک کا ایک ایک حرف کئی کئی برکتوں سے مالا مال ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے بارے میں کئی مقامات پر فرمایا ہے: هٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ '' یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ ہم نے اس کو مبارک بنا کر نازل کیا'' هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ ''یہ مبارک ذکر ہے۔''

اب لامحالہ جو شخص اس مبارک ذکر کے جس قدر زیادہ قریب ہوگا وہ اسی قدر زیادہ اللہ تعالیٰ کی برکتوں کو حاصل کر لے گا۔ آپ مسلمان بھائیوں کو اپنا تعلق بالقرآن چیک کرنے کے لیے چار باتوں پر غور کرنا چاہیے۔

1 ......قرآن مجید کی تلاوت: آپ کلام الٰہی کی روزانہ کتنی تلاوت کرتے

ہیں......؟ اور بالخصوص سورۂ بقرہ کے ساتھ آپ کی محبت کیسی ہے......؟ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَخْذُھَا بَرَکَةٌ وَتَرْکُھَا حَسْرَةٌ ''سورۃ البقرہ کو پڑھنا برکت ہے اور اس کو چھوڑنا حسرت ونحوست ہے۔ اگر آپ برکت کے حصول کے لیے واقعتہً سنجیدہ ہیں تو تلاوتِ قرآن کو اپنا معمول بنائیں۔ [صحیح المسلم:804]

2......قرآن پاک کو زبانی یاد کرنا: آپ روزانہ قرآن پاک کی کتنی آیات کو زبانی یاد کرتے ہیں......؟ کیونکہ یہی آیات انسان کو اونچا کرتی ہیں اور اس کو روحانی قرار نصیب ہوتا ہے اور اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جہاں سینے فراخ کرتا ہے وہاں آسمان کے سینے چاک کرتے ہوئے اپنے بندے کے لیے برکتوں کے خزانے اتار دیتا ہے۔

3......قرآن پاک کو سمجھنا: آپ روزانہ قرآن پاک کی کتنی آیات پر غور وفکر کرتے ہوئے اس کے معنی ومفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں......؟ اگر اس پیپر میں آپ کے نمبر (صفر) ہیں تو روحانی قرار نصیب ہوگا نہ ہی خیر وبرکت والا رزق ملے گا۔

4......قرآن پاک پر عمل کرنا: آپ کے دل میں قرآن پاک پر عمل کرنے کا شوق کس قدر ہے......؟ کیا آپ کا دل چاہتا ہے کہ میں قرآن کی چلتی پھرتی تفسیر بن جاؤں......؟ اگر آپ کے دل میں اس جیسے پاکیزہ جذبات نہیں تو آپ کا مبارک زندگی پانے کا خواب ہمیشہ ادھورا رہے گا اور آپ نحوست کی کھائیوں سے برکت کی بلندیوں کی طرف کبھی نہیں بڑھ سکتے۔

ان چاروں پہلوؤں پر بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حصول برکت کے لیے قرآن دوست مسلمان بننے کی کوشش کریں۔ ان شاء اللہ الرحمن ہر برکت اور رحمت نصیب ہوگی اور جن حفاظِ کرام نے کاروبار یا کسی سیاسی وتنظیمی معاملات میں الجھ کر قرآن پاک کو بھلا دیا ہے وہ اپنے انجام کا فکر کریں ان کو کبھی عزت کی نظر نہیں دیکھا

جائے گا۔ یہاں پر میں ایک غلط فہمی بھی دور کرنا چاہتا ہوں جو لوگ قرآن پاک کو پس پشت ڈال کر کاروبار کرتے ہیں اور وہ بہت زیادہ مال جمع کر لیتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہمارے مال میں بڑی برکت ہے یہ انکی بھول اور غفلت ہے۔ قرآن پاک کو پس پشت ڈال کر کبھی برکت حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی مال کی کثرت کا نام برکت ہے، مال تو بدعمل، بدکار اور بے دین لوگوں کے پاس بھی بہت زیادہ ہے اور یہ حقیقت میں ان کے لیے مہلت ہے، جب اللہ کی پکڑ آئے گی تو ان کو ذرہ بھر ڈھیل نہیں دی جائے گی۔

اور یاد رہے......! جن لوگوں نے قرآن پاک کو پیشہ بنا رکھا ہے وہ تو کچھ اس کا حساب دنیا میں ذلت کے ذریعے چکا رہے ہیں اور باقی حساب ان کو قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں دینا ہوگا۔

برکت کے حصول کے لیے تیسرا عمل:

بڑوں کا ادب بہت بڑی عظمت کی بات ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ کہ جن کے بڑے زندہ ہیں اور وہ ان کی خدمت کے بدلے اللہ تعالیٰ سے برکت حاصل کرتے ہیں، بڑوں کی خدمت پر اللہ تعالیٰ بہت زیادہ برکت عطا فرماتے ہیں۔

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے:

اَلْبَرَكَةُ مَعَ اَكَابِرِكُمْ

”برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔“

[صحیح ابن حبان، حلیۃ الاولیاء: 8/172، مستدرک حاکم: 1/62، سلسلہ احادیث صحیحہ: 1778]

آج اس حدیث کو سمجھ کر عمل کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ بڑوں کی بے ادبی اور گستاخی اور ان کی خدمت سے راہِ فرار ہر گھر کا مسئلہ بنتا جا رہا ہے اور

ہمارے ملک میں جہالت کا عالم یہ ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں والدین کی تذلیل کرتے ہیں اور درباروں پہ جا کر برکتیں حاصل کرتے ہیں، گھروں میں والدین کو ستایا جاتا ہے اور پیر صاحب سے برکت کے لیے تعویزات حاصل کیے جاتے ہیں۔

یاد رکھو.....! جو شخص اپنی بوڑھی والدہ یا اپنے بوڑھے والد کو اپنے لیے بوجھ سمجھتے ہوئے ان کی خدمت سے جی چراتا ہے تو ایسے بیٹے کو کبھی برکت حاصل نہیں ہوگی۔ دل کھول کر والدین کی خدمت کا جذبہ انسان کو بہت اونچا بنا دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بڑوں کا ادب سکھلانے کے لیے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ جو بڑوں کا ادب واحترام نہیں کرتا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ بڑوں کے ساتھ برکت کیوں ہے؟ تو اس کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آدمی کے بڑے جس قدر اس کے ساتھ مخلص ہوتے ہیں شاید کہ کوئی دوسرا نہ ہو، پھر وہ جس قدر خلوص کے ساتھ دعا کر سکتے ہیں شاید کہ اس قدر خلوص بھری دعا کوئی نہ کر سکتا ہو اور یہ حقیقت ہے کہ جب مائیں زندہ ہوتی ہیں تو ان کی دعاؤں کی وجہ سے برکات نصیب ہوتی ہیں وہ ہر شخص محسوس کرتا ہے۔

گھروں کی برکتیں تو ہوتی ہی بڑوں کے ساتھ ہیں جیسے ہی بڑے فوت ہو جاتے ہیں گھر کی ساری رونق اور برکت نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے اور غالباً صحیح مسلم میں روایت ہے کہ جب ایک بیٹے نے اپنے باپ کی شکایت کی کہ یہ میرا مال استعمال کر لیتا ہے اور آپ ﷺ نے اس کے باپ کو طلب کیا تو اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَنْتَ وَ مَالُكَ لِأَبِيْكَ ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے'' اس روایت سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے مال میں ہمارے والدین کا حق کس قدر زیادہ ہے۔

اگر آپ والدین یا اپنے مستحق بڑوں پر خرچ کرتے ہیں تو اس پر آپ کو

بہت زیادہ خوش ہونا چاہیے کیونکہ یہ شکر اور فخر والی بات ہے اور اس میں آپ کا اجر بھی دگنا ہے، ایک تو خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اور دوسرا اقرا بتداری کا ثواب نصیب ہوگا اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس عمل کی وجہ سے آپ کو بہت برکتیں نصیب فرمائے گا۔

برکت کے حصول کے لیے چوتھا عمل:

اسلام خیر خواہی کا نام ہے، خیر خواہی کا مطلب ہے کہ کسی کا بھلا چاہنا جو شخص کسی کے ساتھ خیر کا معاملہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس وجہ سے بہت زیادہ برکات نصیب فرماتے ہیں۔ آج کل جتنے لوگ بے برکتی کا شکار ہیں وہ خود غرضی، بدخواہی، لڑائی جھگڑے اور گیڑا پالیسی کی وجہ سے ہیں۔ جس طرح مفاد پرست شخص ہمیں اچھا نہیں لگتا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص سے برکت اور خیر کا معاملہ نہیں فرماتے، اپنے مفاد کی تلاش میں رہنا عیب کی بات نہیں، لیکن اپنے لیے اس قدر لالچی بن جانا کہ دوسرے کے پلّے کچھ بھی نہ رہے یہ گھٹیا پن انسان کو نحوست تک لے جاتا ہے، برکت کے حصول کے لیے خیر خواہ تاجر، دکاندار اور کاروباری بننے کی کوشش کریں۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: باہم لین دین کرنے والے اگر ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں، سچ بولتے ہوئے معاملے کی حقیقت کو نہ چھپائیں تو اللہ تعالیٰ دونوں کو برکت عطا کر دیتا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: بُوْرِكَ لَهُمَا ''ان دونوں کے لیے برکت ڈال دی جاتی ہے۔'' اور اگر وہ دونوں بدخواہی پر تُل نکلیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے لیے برکت کو اٹھا لیتے ہیں اور ان کے لیے برکت کو ختم کر دیا جاتا ہے۔

[صحیح البخاری:2079، صحیح المسلم:1532]

اور آج کل مارکیٹ وبازاروں میں یہی کچھ ہو رہا ہے لینے والا اپنے داؤ پر اور دینے والا اپنے داؤ پر بیٹھا ہے اور دونوں جھوٹ بول کر لین دین کرتے ہیں اور نتیجۃً دونوں کو برکت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر بیعت لی کہ ہم نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کریں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس خیر خواہی کی اہمیت اسی لیے بہت ضروری ہے کہ اس میں مسلمانوں کی برکت پنہاں ہے۔ سیرت اور تاریخ کے بے شمار واقعات اس بات پر گواہ ہیں کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اللہ والوں نے ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے دوسرے مسلمانوں بھائیوں کے لیے خیر خواہی کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر معاملے میں برکت نازل فرمادی۔ جہاں کھانے پینے کے سامان میں برکت اتری، وہاں دشمنوں کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

صحیح حدیث میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں اپنے بھائی کی شکایت لگائی کہ وہ اکثر وقت عبادت وریاضت میں گزار دیتا ہے اور کام کاج میں میرا زیادہ ساتھ نہیں دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: اس کی خدمت، محبت اور خیر خواہی سے جی نہ چراتا

لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ ''شاید کہ تجھے اسی کے سبب رزق دیا جاتا ہو''

[جامع الترمذی: 2545، مستدرک حاکم: 1/94، سلسلہ: 2769]

یعنی تو اپنے دیندار اور نیک بھائی کی خدمت اور خیر خواہی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تیرے اس عمل کو پسند کرتے ہوئے تجھے برکت والا رزق عطا کرتے ہوں۔

یاد رکھو! بدنیت اور بدخواہ شخص کبھی برکات کو حاصل نہیں کرسکتا۔

برکت کے حصول کے لیے پانچواں عمل:

قناعت میں برکت ہے' اور قناعت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو جو ملا ہے وہ اس پر خوش ہو جائے، جیسی دکان، جیسا مکان، جیسا ہنر اور جیسا کاروبار اسے ملا ہے وہ اس پر خوش ہو کر اس میں محنت کرے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور برکت عطا فرمائیں گے۔

آپ نے سنا ہو گا کہ 'حرکت میں برکت ہے' آدمی کو اللہ کے تمام فیصلوں پر خوش ہونے کے بعد حرکت اور محنت میں لگا رہنا چاہیے کیونکہ اس کا نتیجہ سوائے برکت کے اور کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی واضح ہدایات ہیں اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے ایک حدیث پر پوری توجہ فرمائیں:

وَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالَی یَبْتَلِی الْعَبْدَ فِیْمَا اَعْطَاهُ فَاِنْ رَضِیَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَهُ بُوْرِكَ لَهُ فِیْهِ وَوَسِعَهُ اِنْ لَّمْ یَرْضَ لَمْ یُبَارَكْ لَهُ وَلَمْ یَزِدْ لَهُ عَلَی مَا كُتِبَ لَهُ

[کنز العمال:7090، صحیح الجامع الصغیر:1869]

''اور اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتے ہیں جو اس نے اس کو دیا ہوتا ہے پس اگر وہ اللہ کی تقسیم پر خوش ہو جائے تو اللہ اس کے لیے اس میں برکت ڈال دیتے ہیں اور وہ اللہ کی عطا اس پر کافی جاتی ہے اور اگر وہ راضی نہیں ہوا تو اس کو برکت نہیں دی جاتی اور نہ ہی مقدر کے رزق سے اس کو زیادہ ملتا ہے۔''

اس حدیث پر اپنے آپ کو پیش کریں اور پھر بذاتِ خود فیصلہ فرمائیں کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر خوش ہیں......؟ یا ہر وقت حرص و ہوس کا شکار رہتے ہیں اور سوائے گلے شکووں کے آپ کے پاس کچھ نہیں......؟

اللہ کی تقسیم پر خوش رہتے ہوئے حرکت میں رہیں، ہر حال میں برکت

نصیب ہوگی اور آپ جس قدر زیادہ حریص اور لالچی بنیں گے اسی قدر زیادہ نحوست اور بے برکتی بڑھتی چلی جائے گی۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے اپنی ضرورت کو پیش کرتے ہوئے سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو عطا کر دیا، حزام رضی اللہ عنہ پھر آئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر عطا کر دیا، حدیث میں آتا ہے کہ حضرت حزام رضی اللہ عنہ تیسری مرتبہ پھر آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار نہیں کیا اور پھر عطا کر دیا اور ساتھ ایک شاندار نصیحت فرمائی جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خُضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهُ بِحَقِّهِ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ وَمَنْ اَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى

"بلاشبہ یہ مال سرسبز و شاداب میٹھا ہے، جس نے اس کو اپنی ضرورت کے مطابق لیا اس کے لیے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور جس نے اس کو نفس کے لالچ کے ساتھ لیا اس کے لیے اس میں برکت نہیں ڈالی جائے گی اور وہ ایسے شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیراب نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہت زیادہ بہتر ہے۔" [صحیح البخاری: 1472]

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو خبردار کرتے ہوئے پوری امت کی رہنمائی فرما دی ہے کہ مال کے حریص اور لالچی نہ بنو، برکت روٹھ جائے گی اور کبھی سیرابی نصیب نہیں ہوگی۔ اگر آج ہم اپنے سرمایہ داروں کے حالات پر غور کریں تو بالکل ان کی بے برکتی کا معاملہ بالکل ایسا ہی ہے کہ وہ سب کچھ ہونے کے باوجود سیراب نہیں ہیں، بینک بیلنس تو ہے لیکن سکون نام کی رتی تک نہیں

ہر وقت لاکھوں، کروڑوں کی باتیں کرنے والے، آزمائشوں کے جال میں اس قدر پھنسے ہوئے ہیں کہ راتوں کو نیند تک نہیں آتی۔

سامعین کرام......! اگر آپ واقعۃً برکت کا ذائقہ چکھنا چاہتے ہیں تو اللہ کے دیئے ہوئے پر خوش ہو جائیں اور اسی پر قناعت کریں۔

حصولِ برکت کے لیے مبارک وقت:

اب آخر میں میں آپ کے سامنے وہ وقت بیان کر دیتا ہوں جس کو رسول اللہ ﷺ نے برکت والا وقت قرار دیا ہے اور جو اس وقت اللہ کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں یا رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی دعا کے مطابق ان کو ضرور برکت حاصل ہوتی ہے۔ وہ نمازِ فجر کا وقت ہے، آپ اس وقت اپنا بستر چھوڑ دیں، اللہ آپ کے لیے برکتوں کے سارے دروازے کھول دے گا۔ آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کے لیے دعا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا

"اے اللہ! میری امت کے لیے اس کے اول وقت میں برکت فرمادے۔"

[مسند احمد: 2/441 (13023)، سنن ابی داود: 2608، جامع الترمذی: 1212، سنن ابن ماجہ: 2236، السنن الکبری: 9/151]

یاد رکھو......! دن کے دس گیارہ بجے اپنے بستر چھوڑنے والے بے شک سارا شہر ہی خرید لیں ان کو حقیقی برکت کبھی نصیب نہیں ہو سکتی، کثرت کے باوجود وہ نحوست کے مارے بدسکونی کا شکار رہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو برکت نصیب فرمائے، مبارک غذاؤں کے ساتھ ساتھ مبارک جگہوں کی زیارت عطا فرمائے اور قیامت کے روز حوضِ کوثر کا مبارک پانی پلا کر اپنی مبارک جنت کا داخلہ نصیب فرمائے۔ آمین!

ایسی نماز جو کسی کام کی نہیں
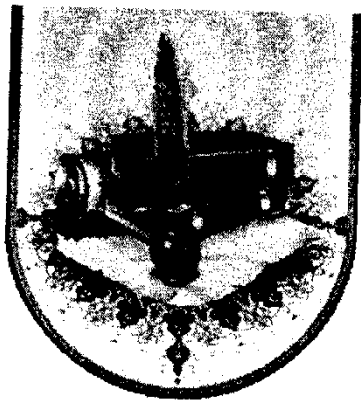
ایسی نماز جو کسی کام کی نہیں

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ○ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ○ ﴾ [الماعون]

''پس تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں بھی نہیں دیتے۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمہم اللہ کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

سب سے اہم فریضہ پانچ وقت کی نماز ہے اگر نماز کو اس کے وقت پر جماعت کے ساتھ پورے اطمینان اور خشوع سے ادا کیا جائے تو زندگی ہر اعتبار سے پرسکون ہو جاتی ہے اور اگر نماز میں بگاڑ یا کوئی نقص پیدا ہو جائے تو زندگی کے سارے معاملات بگڑ جاتے ہیں۔ ہماری بصیرت کے مطابق اولاد، خاندان اور معاشرہ بگڑنے کی بنیادی وجوہات صرف اور صرف دو ہیں:

1. ترکِ صلاۃ / نماز کا چھوڑنا......

جو مسلم معاشرہ نماز کو چھوڑ دیتا ہے وہ بری طرح تباہ و برباد ہو جاتا ہے ان پر طرح طرح کی وبائیں اور ناقابل برداشت آزمائشیں نازل ہوتی ہیں۔ اس وقت ہمارے زرخیز ملک میں تباہی و بربادی کی بنیادی وجہ ہی یہی ہے کہ 95 فیصد لوگ بے نماز ہیں اور جن کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہے وہ تقریباً 99 فیصد بے نماز ہیں۔ جب کسی قوم میں اس قدر بے نمازیوں کی کثرت ہو جائے تو وہ معاشرہ نحوست کی لپیٹ میں آ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے جرنیل اعظم، فاروق اعظم، خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وزراء و عاملین کو سختی سے نصیحت کی تھی کہ نماز کے معاملے میں غفلت ہرگز ہرگز برداشت نہیں کی جائے گی، میرے ہاں سب سے پہلا معیار صرف اور صرف نماز ہے۔ اگر تمہاری نماز درست ہے تو سمجھوں گا تم دیگر ذمہ داریاں بھی صحیح نمٹا رہے ہو، اگر تم نماز کو چھوڑتے ہو تو سمجھوں گا کہ تم باقی معاملات میں بھی بہت زیادہ خائن ہو۔

2. نقص فی الصلاۃ / نماز میں کمی......

یعنی معاشرے کے بگاڑ اور قوموں کی بربادی کی دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ

ان کے نمازی دیکھنے میں نمازی ہوتے ہیں لیکن نماز میں کمی ہونے کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان کی نماز کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اور کبھی کبھار تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے والے اس قدر بے توجہی اور جلدی سے نماز پڑھتے ہیں کہ اللہ کے ہاں وہ بے نمازوں سے زیادہ بدتر ہوتے ہیں۔ اور یہی سلسلہ ہمارے ہاں عام ہے۔ 95 فیصد طبقہ بے نماز ہے اور جو 5 فیصد نمازی ہیں تو ان میں سے بلا مبالغہ 4 فیصد ایسے نمازی ہیں کہ جن کی نمازیں سوائے ایکسر سائز اور عادت کے کچھ درجہ نہیں رکھتی۔ کیا آپ بھی تو انہیں بدنصیبوں میں سے نہیں......؟

براہِ کرم آج کے مضمون کو پوری توجہ سے سنیں اور کسی فیصلے پر پہنچیں......!

پیارے بھائیو......! قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے کہ نمازی کامیاب ہو گئے، صرف انہی کلمات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فرمایا وہ نمازی کامیاب ہوئے جو اپنی نمازیں کامل توجہ اور خشوع کے ساتھ پڑھتے ہیں، فرمانِ باری تعالیٰ پر غور فرمائیں:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝﴾

”یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے، جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں۔“ [مومنون:2-1]

اس آیت میں کامیابی کی خوشخبری صرف ان مومنوں کو ہے جو اپنی نمازیں پوری توجہ اور خشوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں، آج کے نمازی لوگ اپنی ہر چیز معیاری رکھتے ہیں یا کم از کم اپنی ہر چیز کو معیاری بنانے کے لیے سر توڑ کوشش کرتے ہیں، سب یہی چاہتے ہیں کہ دکان، مکان اور مقام معیاری ہونا چاہیے، لیکن یہ نہیں سوچتے کہ سب سے زیادہ معیاری ہماری نماز ہونی چاہیے جو کہ پہلا بنیادی فرض ہے اور آخر دم تک ہمارے ساتھ ہے۔

آج یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ نماز اچھی

* ......تو آپ کی ذات اچھی
* ......آپ کا ایمان اچھا
* ......آپ کا گھر اچھا
* ......آپ کی اولاد اچھی
* ......آپ کا خاندان اچھا
* ......آپ کا معاشرہ اچھا
* ......آپ کا دنیا سے جانا اچھا
* ......آپ کا قبر میں رہنا اچھا
* ......بارگاہِ الٰہی میں قیام اچھا
* ......جنت میں آپ کا مقام اچھا

پیارے بھائیو......! اچھی طرح جان لو کہ نماز اچھی ہے تو سب اچھا ہے اور اللہ نہ کرے اگر آپ کی نماز دنیا کے خیالات میں پھنسی ہوئی، لولی لنگڑی اور مردہ ہے تو وہ لپیٹ کر آپ کے منہ پر ماردی جاتی ہے اور آپ کو کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی۔ آج میں آپ کے سامنے آٹھ ایسے نمازی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جن کی نماز کسی کام کی نہیں بلکہ ان کے لیے وبال جان ہے۔ قرآن کے اسلوب پر غور کریں کہ بعض لوگ نمازوں کے باوجود جہنم جارہے ہیں۔ لوگو ہوش سے قرآن سنو اور نمازوں کی فکر کرو!

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ○ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ○﴾ [الماعون]

''پس تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، وہ

جو دکھلاوا کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں بھی نہیں دیتے۔''

1 بلا وجہ جماعت چھوڑنے والا نمازی......

نماز وہی ہے جو جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اور جماعت کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ حالتِ خوف اور حالتِ جنگ میں بھی نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم ہے اور اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت ہے اور جو لوگ بلا وجہ جماعت ضائع کرتے ہیں ان پر منافق ہونے کا الزام ہے۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے والے لوگوں کے دل زنگ آلودہ ہیں اور ان پر مہریں لگ چکیں ہیں، مسجد میں جماعت ہورہی ہو اور جو لوگ بلا وجہ گھروں، دکانوں پر بیٹھے ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس قدر نفرت فرمائی ہے کہ ایسے گھروں کو جلا دینے کا ارادہ فرمایا جو کہ صرف اور صرف بچوں اور عورتوں کی وجہ سے رہنے دیا کہ کہیں ساتھ وہ بھی نہ جل جائیں۔

آج یہ مسئلہ کان کھول کر سن لو......! جو شخص بلا وجہ عذر اور بلا وجہ یاری دوستی، کاروباری یا غفلت کی وجہ سے جماعت ضائع کرتا ہے وہ ایسا نمازی ہے کہ جس کی نماز کسی کام کی نہیں ہے' اسی حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث یاد فرمالیں۔ مفسرِ قرآن، میرے دل وجان حضرت امام ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ، فَلَا صَلَاةَ لَهُ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ

[جامع الترمذی: 217، صحیح ابن حبان: 5/415(2064)، صحیح الجامع الصغیر: 6300]

''جس نے اذان سنی پس وہ اس کے لیے نہیں آیا تو اسکی کوئی نماز نہیں سوائے عذر کے۔''

یعنی اذان سنی، اللہ کی بڑائی کے کلمات کانوں کے ذریعے دل میں اترے لیکن اس کے دل میں عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی کا جذبہ پیدا نہ ہوا وہ وہیں غفلت سے بیٹھا رہا تو ایسے شخص کی دکان یا مکان میں پڑھی ہوئی نماز کسی کام کی نہیں، البتہ کوئی بیمار ہو یا بھول جائے یا وہ سویا ہوا یا بے ہوش ہے تو وہ عذر کی وجہ سے جماعت سے پیچھے رہ گیا تو صرف ایسی صورت میں کچھ گنجائش ہے وگرنہ جو جان بوجھ کر کاروبار میں یا بازار میں جماعت برباد کردے اللہ تعالیٰ کو اس کی نماز کی کوئی ضرورت نہیں۔

مدینے والے کے مریدو! اپنی نمازوں کو چیک کرو، کتنی نمازیں باجماعت پڑھتے ہو......؟ اور تمہارے دلوں میں نماز باجماعت پڑھنے کا کتنا شوق ہے......؟ آیئے! جماعت کی اہمیت کے حوالے سے ایک صحیح حدیث سناتا ہوں تاکہ آپ کو احساس ہو کہ نماز کی ادائیگی کے لیے جماعت کی کس قدر سختی ہے......؟

ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کے رسول......! مجھے گھر نماز پڑھنے کی اجازت دیں کیونکہ میرے اور مسجد کے درمیان سات مسائل حائل ہیں۔

① آنکھوں سے نابینا ہوں

② گھر مسجد سے کافی دور ہے

③ بوڑھا ہو چکا ہوں

④ اس قدر بوڑھا کہ ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں

⑤ راستہ صاف نہیں جھاڑیوں اور درختوں والا ہے

⑤ راستہ کیڑے مکوڑوں اور درندوں والا ہے

⑦ مجھے لانے والا کوئی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ جو کہ رحمۃ للعالمین کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، آپ ﷺ کے دل کی نرمی نے جوش مارا تو آپ ﷺ نے فوراً فرمایا: کوئی بات نہیں، نماز گھر پڑھ لیا کرو، اللہ تعالیٰ گھر ہی میں تیری نماز کو قبول فرمالیں گے لیکن ابھی وہ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ لاٹھی ٹیکتے ہوئے تھوڑی ہی دور گئے تھے نبی ﷺ نے ایک صحابی کے ذریعے انہیں واپس بلوایا اور ایک سوال کیا:

هَلْ تَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ فِي الْبَيْتِ الَّذِيْ أَنْتَ فِيْهِ

''جس گھر میں تو رہتا ہے وہاں تو اذان دینے والے کی آواز سنتا ہے؟''

اس نے کہا: جی ہاں! اللہ کے رسول آواز تو سنتا ہوں، سبحان اللہ

اس نابینا صحابی کے سچ پر قارون کا خزانہ ہو تو قربان کر دوں کہ جس نے ذرہ بھر چوں چراں کیے بغیر سچ بولا کہ ہاں اللہ کے رسول! آواز تو صاف سنائی دیتی ہے، آپ ﷺ نے جب یہ جواب سنا تو سات عذروں کے باوجود حکم فرمایا کہ تیرا مسجد میں آنا ضروری ہے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

آپ اس واقعہ کی تمام سندوں کو اکٹھا کریں تو رسول اللہ ﷺ کے تین حکم آپ کے سامنے آئیں گے۔

۱) فَأْتِهَا پس تو جماعت کے لیے ضرور آؤ

۲) فَأَجِبْ ''پس تم ضرور جواب دو'' یعنی جماعت میں حاضری دو

۳) فَحَيَّ هَلًا ''پس تم جلدی آؤ''

فَحَيَّ کا معنی آؤ ضرور آؤ اور هَلًا کا معنی بہت جلدی آؤ

[مسند احمد: 44/245 (15491) السنن الکبریٰ للبیہقی: 3158 ... صحیح ...]

پس، کہیں آپ جماعت کو ضائع کر کے ایسی نماز تو نہیں پڑھتے جو کسی کام کی نہیں......؟

اور قرآن مجید نے کیا خوب فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتَابِ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ○ ﴾ [الاعراف:170]

''اور جو لوگ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بلاشبہ ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔''

② اطمینان کو چھوڑ کر جلد بازی کرنے والا نمازی......

نماز میں اطمینان اور اعتدال کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جو شخص جلد بازی اور تیزی سے نماز ادا کرتا ہے ایسی نماز کسی کام کی نہیں ہوتی، اس پر اجر و ثواب ملتا ہے اور نہ ہی دنیا میں اس کی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ اس لیے اپنی نماز پورے سکون اور تسلی سے ادا کرتے ہوئے اس میں اطمینان اور اعتدال کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ اس سلسلے میں، میں آپ کو صحیح البخاری سے ایک واقعہ سناتا ہوں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے، ایک آدمی آیا، اس نے نماز پڑھی اور مسجد سے نکلتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دے کر فرمایا:

اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ

''لوٹ جا! اور نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی

وہ آدمی گیا اس نے نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی جملہ دہرایا'' جاؤ جا کر نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی'' وہ آدمی گیا، قیام رکوع اور سجدوں کے ساتھ نماز پڑھی، تیسری مرتبہ جاتے ہوئے پھر

آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے پھر یہی جملہ دہرایا ''جاؤ جا کر نماز پڑھو تو نے نماز نہیں پڑھی'' وہ آدمی رسول اللہ ﷺ کو کہنے لگا:

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ فَمَا اُحْسِنُ غَیْرَهٗ فَعَلِّمْنِیْ

''اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں اس سے زیادہ خوبصورت نماز نہیں پڑھ سکتا، پھر آپ مجھے نماز سکھا دیں۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے جو نماز کا طریقہ اسے سکھایا اس میں بنیادی بات یہی تھی کہ اطمینان کے ساتھ رکوع کرو اور پھر اعتدال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو پھر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ اور اپنی ساری نماز ٹھہر ٹھہر کر پورے اعتدال اور اطمینان کے ساتھ ادا کرو۔ [صحیح البخاری: 6667,757]

سامعین کرام......! اس واقعہ پر غور فرمائیں کہ صحابیٔ رسول ﷺ نے آپ ﷺ کے سامنے تین مرتبہ نماز پڑھی اور آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا ''جاؤ جا کر پھر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی'' حالانکہ نماز اس نے پڑھی ہے، آپ ﷺ کا اس کی پڑھی ہوئی نماز کے بارے میں یہ کہنا کہ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں، اسکا مطلب یہ ہے کہ تو نے ایسی نماز نہیں پڑھی کہ جو اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو اور تیرے لیے اجر و ثواب اور خیر و برکت کا باعث بنے پھر اس کی نماز میں جو کمی کوتاہی تھی وہ آپ ﷺ نے بیان فرمائی کہ نماز میں رکوع و سجود کے اندر اطمینان اور اعتدال پیدا کرو، پوری تسلی کے ساتھ اپنی نماز کو مکمل کرو۔ آج مجھے اور آپ کو اپنی نمازوں کو چیک کرنا چاہیے، دیکھنا چاہیے کہ ان میں کہیں جلدی اور تیزی تو نہیں! کہیں یہ نہ ہو کہ جلدی اور تیزی میں ادا کی ہوئی نماز منہ پر ماردی جائے اور فائدے کی بجائے ذلت اٹھانی پڑے۔ اور ایک حدیث کے واضح الفاظ ہیں:

"جو شخص رکوع اور سجدے میں اپنی پشت کو سیدھا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو قبول ہی نہیں کرتا۔"

آیئے......! اپنی نماز کو سنواریں اور اس میں بہتری لائیں، اللہ تعالیٰ اجرو ثواب کے ساتھ ساتھ دنیا کی خیر و برکت بھی عطا فرمائے گا اور یہی تو فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتَابِ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ ﴾ [الاعراف:170]

"اور جو لوگ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بلاشبہ ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔"

③ ریا کاری کرنے والا نمازی......

اخلاص نماز کی روح ہے جس نماز میں اخلاص جس قدر زیادہ ہوگا وہ نماز اجر وثواب اور خیر و برکت کے لحاظ سے اس قدر زیادہ بہتر ہوگی۔ ایسا شخص جو تنہائی میں بغیر خشوع اور توجہ کے نماز ادا کرتا ہے، جلدی اور تیزی سے سلام پھیر دیتا ہے اور لیکن جب کسی کے سامنے نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے رکوع اور سجود اور قیام کو اس لیے اچھا اور لمبا کرتا ہے کہ لوگ میری نماز کی تعریف کریں اور ان کے دل و دماغ میں میری عبادت کا سکہ بیٹھے، ایسا شخص نمازی نہیں بلکہ ریا کار ہے، اللہ تعالیٰ ایسی نماز کو اس کے منہ پر دے مارتے ہیں۔ قرآن کے مطابق ایسی نماز منافقوں کی نماز ہے جو صرف بطورِ عادت دکھلاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور نماز کی روح اور اس کے اخلاص سے محروم ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

"وہ لوگوں کے سامنے دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا بہت ہی

تھوڑا ذکر کرتے ہیں۔"

یہاں ضمنی طور پر ایک ضعیف حدیث بھی بیان کرنا چاہتا ہوں جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں ریا کرنے والا مشرک ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی نماز ہرگز قبول نہیں فرماتے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ صَلَّ يُرَآئِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ

[مستدرک حاکم: 3/29، حلیة الاولیاء: 268، مسند الطیالسی: 152 هذا الحدیث ضعیف سندًا و معناه یوافق نصوص الکتاب والسنة]

"جس نے ریا کرتے ہوئے نماز پڑھی اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔"

اور اسی طرح قرآن مجید میں ایسے نمازیوں کو جہنمی قرار دیا گیا ہے جو نماز میں ریا کاری کرتے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یُرَآءُوْنَ ۝ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ ﴾

"وہ لوگ جو ریا کاری کرتے ہیں اور ضرورت کی معمولی چیزوں کو روکتے ہیں۔"

پیارے مسلمان بھائیو......! یہ وقت سمجھنے، سوچنے اور اپنی اصلاح کرنے کا ہے، غور کرو! آپ کی تنہائی کی نمازیں کیسی ہیں......؟ اور جو نمازیں آپ لوگوں کے سامنے پڑھتے ہیں وہ کیسی ہیں......؟ اگر آپ کی تنہائی کی نمازیں خوبصورت اور عمدہ ہیں تو یقینا یہ آپ کے مخلص نماز ہونے کی علامت ہے اور اگر آپ تنہائی میں نماز چور ہیں، یا نماز کے وقت کی پروا نہیں کرتے تو یقینا آپ کی ایسی نماز آپ کو جہنم میں لے جائے گی۔ آؤ سب مل کر اپنی نماز کی اصلاح کریں، قرآن ہمیں یہی صدا دیتا ہے:

﴿ وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتَابِ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ۝ ﴾ [الاعراف: 170]

''اور جو لوگ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بلاشبہ ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔''

4 غفلت والا سست نمازی......

نماز میں مکمل بیداری اور دل کی حاضری ہونی چاہیے، بیداری اور دل کی حاضری کا مطلب یہ ہے کہ آپ زبان سے جو الفاظ ادا کر رہے ہیں دماغ ان کی تائید کرے اور دل اس کی ترجمانی کر رہا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ آپ غفلت کے ساتھ رٹے رٹائے الفاظ تو ادا کر رہے ہوں لیکن الفاظ کے معانی اور مفاہیم اور ان کے تقاضوں کا تصور آپ کے دل و دماغ میں نہ ہو۔ ایسا نمازی غافل اور سستی والا نمازی ہے اور قرآن پاک نے منافقوں کے متعلق بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے:

﴿ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾

''اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کے سامنے دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کا بہت ہی تھوڑا ذکر کرتے ہیں۔''

سامعین کرام......! آج ہم اکثر مسلمانوں کی نمازیں منافقوں اور غافلوں جیسی ہیں۔

* ...... صرف رٹے رٹائے الفاظ
* ...... معانی سے بھی بے خبری
* ...... دل و دماغ دنیا کے معاملات میں پھنسا ہوا
* ...... اور خشوع و خضوع نہ ہونے کے برابر

آیئے......! بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتے وقت اور اپنے سینے پہ ہاتھ

باندھ کر ہمارے دل ودماغ پر یہ خوشی اور سعادت چھا جانی چاہیے کہ میں اپنے اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کر رہا ہوں، چہرے پر چمک ہو، دل میں اللہ کی ملاقات کا شوق اور خوف ہو اور الفاظ کی گہرائی پر پوری نظر ہو یہی وہ نماز ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔

میرے اور آپ کے پیرومرشد، صوم وصلاۃ کے پیکر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس قدر دل جمعی اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی نماز کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ نماز میں آپ ﷺ کے سینۂ اطہر سے گریہ زاری اور رونے کی اس طرح آوازیں نکلتی جس طرح کہ کسی ہنڈیا کو چولہے پر رکھ دیا گیا ہے اور وہ ابالے کھا رہی ہے۔ اللہ اکبر

اسی طرح آپ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز کا مطالعہ فرمائیں کہ وہ لوگ کس قدر محبتِ الٰہی میں مستغرق ہو کر نماز کو ادا کیا کرتے تھے۔ بہر حال یہ تفصیل کا موقع نہیں، یہاں پر صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نماز میں غفلت کے پردے اتارو اور اپنی نماز کو تر وتازہ اور زندہ نماز بناؤ۔ قرآن مجید بھی یہی رہنمائی کرتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتَابِ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ ﴾ [الاعراف:170]

”اور جو لوگ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بلاشبہ ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔“

5 بہت بڑا چور نمازی......

نماز اسی وقت عبادت کا درجہ حاصل کرتی ہے جب اس کو مکمل توجہ اور پورے اطمینان کے ساتھ ادا کیا جائے۔ جو شخص نماز میں جلد بازی کرتے ہوئے اس کے رکوع وسجود اور خشوع کو مکمل نہیں کرتا رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو بدترین

چور قرار دیا ہے، کیونکہ دنیا کا چور دنیا کے معاملات میں لوگوں کے مال کو چراتا ہے لیکن نمازی اس قدر ظالم چور ہے کہ وہ نماز میں نقص کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حق کو چراتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے، آج کل نماز چور تھوک کے حساب سے ہیں۔ ہر شخص کی جلدی و تیزی اور دنیوی مشاغل کی مصروفیت نے مت مار رکھی ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی چند حدیثیں سنیں اور نماز کے چور نہیں بلکہ اس کے محافظ، نگران اور نگہبان بنیں! آقا رحمت ﷺ نے فرمایا:

أَسْرَقُ النَّاسِ اَلَّذِيْ يَسْرِقُ صَلَاتَهُ ، لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا [صحیح الجامع الصغیر:966]

''لوگوں میں سے سب سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز کو چراتا ہے، اس کے رکوع و سجود کو مکمل نہیں کرتا۔''

دوسری روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

أَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَةً اَلَّذِيْ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ ، لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا وَلَا خُشُوْعَهَا

[مسند احمد: 5/310 حدیث: 11532، صحیح ابن خزیمہ:1/232 حدیث: 663، مستدرک حاکم: 1/229، المعجم الکبیر: 3283، صحیح ابن حبان:5/209 حدیث:1888، صحیح الترغیب:524، صحیح الجامع الصغیر:986

''چوری کے اعتبار سے سب سے برا وہ شخص ہے جو اپنی نماز میں سے چوری کرتا ہے، نہ اس کے رکوع کو پورا کرتا ہے اور نہ سجدے کو اور نہ ہی اس کے خشوع کو۔''

اس حدیث کو سننے کے بعد یہ بات بہت زیادہ قابل غور ہے کہ ہم کہیں نماز چور تو نہیں......؟ کہیں ہم پانچ وقت اللہ تعالیٰ کا حق چرانے والے تو نہیں......؟ اگر

نہیں! تو یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے، اگر ہماری نماز میں جلدی اور بے توجہی ہے تو سمجھ لیں کہ ہم سے بدتر کوئی شخص نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں کوّے کی طرح زمین پر چونچ مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں ایک مقبول درجے کی روایت سماعت فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا:

لَا یُتِمُّ رُکُوْعَهُ وَلَا وَیَنْقُرُ فِیْ سُجُوْدِهِ وَهُوَ یُصَلِّ فَقَالَ: لَوْ مَاتَ عَلَی حَالِهِ هٰذِهِ مَاتَ عَلَی غَیْرِ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ [یَنْقُرُ صَلَاتَهُ کَمَا یَنْقُرُ الْغُرَابُ الدَّمَ] مَثَلُ الَّذِیْ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَهُ وَیَنْقُرُ فِیْ سُجُوْدِهِ مَثَلُ الْجَائِعِ الَّذِیْ یَأْکُلُ التَّمْرَةَ وَالتَّمْرَتَیْنِ لَا یُغْنِیَانِ عَنْهُ شَیْئًا

[صحیح ابن خزیمه:1/332(665) کنز العمال:20009، اصل صفة صلاة النبی ﷺ للامیر المومنین فی الحدیث ناصر الدین الالبانی:642، هذا الکتاب لا مثل له]

”وہ نماز کی حالت میں اپنے رکوع کو مکمل نہیں کر رہا تھا اور سجدے میں ٹھونگ مار رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ اسی حالت پر مر گیا تو اس کی موت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر نہیں ہوگی، نماز میں اس طرح ٹھونگ مارتا ہے جس طرح کوّا خون میں ٹھونگ مارتا ہے، ایسے شخص کی مثال جو اپنے رکوع کو مکمل نہیں کرتا اور سجدے میں ٹھونگ مارتا ہے بھوکے آدمی کی طرح ہے جو ایک یا دو کھجوریں کھاتا ہے جو اسے کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔“

اور اسی طرح سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں کمی کر رہا تھا، یعنی اعتدال، اطمینان اور ہر ہر رکن کو مکمل تسلی سے ادا کرنے کی بجائے ٹُکّر مُکّر رہا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس طرح کی نماز کتنے

عرصے سے پڑھ رہا ہے؟

اس نے کہا: چالیس سال سے،

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا صَلَّيْتَ مُنْذُ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَلَوْ مِتَّ وَأَنْتَ تُصَلِّيْ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَمِتَّ عَلَى غَيْرِ فِطْرَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ

[سنن النسائی:313، مصنف عبدالرزاق:3732، المعجم الاوسط:1718]

''تو نے چالیس سال سے نماز پڑھی ہی نہیں اور اگر اس طرح کی نماز پڑھتے تجھے موت آ گئی تو تیری موت محمد ﷺ کے دین پر نہیں ہوگی۔''

سامعین کرام......! خدارا، سب سے پہلے اپنی نماز کی فکر کرو، اس کو سنوارو اور بہتر بناؤ، جو اپنی نماز کی اصلاح کی فکر کرتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو دنیا کی فکروں سے نجات عطا کر دیتے ہیں اور جسے نماز کی فکر نہیں رہتی تو دنیا کی تمام فکریں اسے اپنے گھیرے میں لے لیتی ہیں، نماز بہتر کرو ہر معاملہ بہتر ہوگا۔ عرش وفرش کا مولا بھی تو یہی کہتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيْعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ ﴾ [الاعراف:170]

''اور جو لوگ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بلاشبہ ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔''

6 فحاشی پسند، سود خور نمازی......

اللہ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ نماز کا سب سے پہلا فائدہ دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ آدمی ہر قسم کی فحاشی، عریانی اور بے حیائی سے بچ جاتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہوتا

ہے: دل میں برائی کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو نماز فحاشی اور برائی کی نفرت پیدا نہ کرے وہ نماز، نماز نہیں ہے۔ قرآن مجید نے اس بات کی طرف واضح اشارہ کیا ہے:

﴿ اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلَاةَ وَاِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ ﴾ [عنکبوت:45]

”تلاوت کیجیے اس کتاب کی جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کیجیے، بلاشبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔“

قرآن پاک کی آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ حقیقی نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھ دی ہے کہ وہ فحاشی و برائی سے بندے کو روک لیتی ہے اور باحیا اور نیکی پسند بنا دیتی ہے۔ آج جو لوگ اپنی بیٹیوں کے ساتھ کیبل اور نیٹ پر حیا سوز ڈرامے، فلمیں اور تصاویر دیکھتے ہیں یا تو وہ بے نماز ہیں اور اگر وہ نمازی ہیں تو ان کی نماز مردہ نماز ہے جو کہ ان کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

اے نماز پڑھنے والو......! سب سے زیادہ فکر اپنی نماز کی کرو، یہی کامیابی کی پہلی چابی ہے جس سے اللہ کی رحمتوں اور بخششوں کے سب دروازے کھل جاتے ہیں۔

7 بدبخت نمازی

ایک شخص تو وہ ہے جو سارا دن فارغ رہتا ہے اور مزدوری نہیں کرتا، وہ شخص بھی محروم ہے لیکن ایک شخص جو سارا دن مزدوری بھی کرے اور شام کو مالک اس کو اجرت دینے کی بجائے کان پکڑائے تو اس کا دوہرا نقصان ہو گیا، مزدوری بھی گئی اور کان بھی پکڑنے پڑے۔ یہی حال قیامت کے روز ایسے نمازیوں کا ہوگا کہ جن کی نماز

میں خشوع وخضوع اوراخلاص نہیں تھا۔ انکی نمازوں کے اجر کو ضائع کردیا جائے گا اور اللہ کے عذاب کے حقدار ٹھہریں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ جو شخص اپنی نماز میں رکوع وسجود اور خشوع کا اہتمام نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کی نماز کی طرف دیکھنا پسند نہیں فرماتے۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ:2536)

اس کی بدبختی کا عالم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی ساٹھ سال تک نمازیں پڑھتا رہتا ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی ایک نماز کو بھی قبول نہیں فرماتے۔ حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیں:

اِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّيْ سِتِّيْنَ سَنَةً وَمَا تُقْبَلُ لَهُ صَلَاةٌ

''بلاشبہ آدمی ساٹھ سال نمازیں پڑھتا رہتا ہے اور اس کی ایک نماز قبول نہیں ہوتی۔'' [سلسلہ احادیث صحیحہ:2535]

اللہ کے بندو......! غور کرو، ہم میں سے کوئی ایسا نہ ہو، اپنے آپ کو فکر لاحق کرو، کہیں ہم بھی انہی بدنصیبوں میں نہ اٹھائے جائیں کہ جن کی نمازیں قیامت کے روز ان کے لیے باعثِ عذاب بن جائیں۔

مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک شاگرد اپنے استاذ الحدیث کی ملاقات کے لیے گیا، دور سے دیکھا کہ استاذِ محترم نماز پڑھ رہے ہیں، شاگرد کا بیان ہے کہ انہوں نے بہت خوبصورت دو رکعات ادا کیں مجھے ان پہ رشک بھی آیا اور فکر بھی لاحق ہوئی، رشک اس بات کا کہ کاش! اللہ تعالیٰ مجھے بھی اسی طرح دلجمعی، دل لگی، انہماک اور اخلاص سے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فکر اس بات کی لاحق ہوئی کہ جو میں نے نمازیں پڑھی ہیں ان کا کیا بنے گا......؟ بہرصورت سلام پھیرنے کے بعد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ استاذِ محترم! آپ کے چہرے کی رنگت

زرد کیوں ہے؟ یوں محسوس ہوتا ہے جیسا کہ آپ کسی معاملے میں پریشان ہیں۔

استاذِ محترم فرمانے لگے: ہاں بیٹے! میں جب بھی نماز پڑھ کر فارغ ہوتا ہوں تو مجھے ایک ہی فکر اور پریشانی لاحق رہتی ہے کہ اگر میری پڑھی ہوئی نمازیں کل قیامت کے دن قبول نہ ہوئیں تو میرا کیا بنے گا......؟ میں کدھر جاؤں گا......؟ اللہ اکبر بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والو......! اگر نماز پڑھنے کے بعد اس کی قبولیت کا فکر ہو تو آدمی نماز پڑھنے کے بعد وہیں بیٹھ کر چغلیاں نہیں کرتا، اس کی زبان لوگوں کی عزتوں پر حملہ نہیں کرتی، جیسا کہ مسجد میں ہمارے نمازیوں کا معمول بن چکا ہے۔

آیئے......! اپنی نماز کی فکر اور اصلاح کیجیے، اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتَابِ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ ﴾ [الاعراف:170]

''اور جو لوگ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بلاشبہ ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔''

8 جہنمی نمازی......

جہنم میں صرف بے نماز ہی نہیں بلکہ نمازی بھی جائیں گے اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی واضح فرمائی ہے:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ ﴾ [الماعون]

''پس تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں بھی نہیں دیتے۔''

امام المفسرین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''ساھون'' کا معنی ومفہوم بیان

کرتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں تین باتیں تحریر فرمائی ہیں:

1) بلاوجہ نماز کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والے، یعنی بے ٹائم نماز پڑھنے والے

2) نماز کو خشوع کے ساتھ ادا نہ کرنے والے

3) نماز کے الفاظ اور اس کے معنی ومفاہیم اور اس کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے والے۔ یہ تین طرح کے لوگ ساھون میں شامل ہیں ان کے لیے جہاں دنیا میں بربادی ہے وہاں جہنم میں ''ویل'' کا گڑھا ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

پنج ویلے رب دی نماز پڑھ بندیا
شیطان آکھے لگ کے نہ جاویں سولی ٹنگیا

خشوع تے خضوع نال جو نمازاں نے ادانو دے
او رب دی جناب وچوں مرتبے نے پانودے

سلامتی ناں دنیا چوں جا لنگیا
پنج ویلے رب دی نماز پڑھ بندیا
شیطان آکھے لگ کے نہ جاویں سولی ٹنگیا

رو رو سوہنی نماز پڑھ توں
سجدے رکوع وچ خوب ڈر توں
شیطانی ڈنگ نال نہ جاویں ڈنگیا

پنج ویلے رب دی نماز پڑھ بندیا
شیطان آکھے لگ کے نہ جاویں سولی ٹنگیا

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو نماز کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نماز کو ایسا بنا دے جو ہمارے لیے دنیا و آخرت میں رحمت و سعادت کا باعث بنے۔ آمین!

هذا ما كان عندى والله تعالى اعلم بالصواب
ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله
وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

☆ ❋ ☆ ❋ ☆ ❋ ☆ ❋ ☆
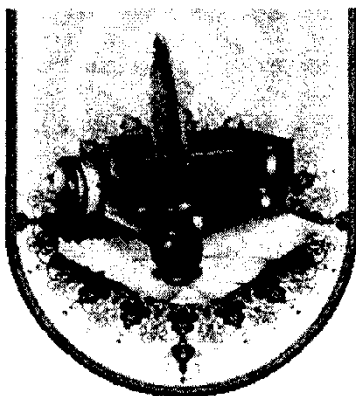
غریبوں کا حج

غریبوں کا حج

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ○

﴿ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ○﴾ [حج:27]

''اور اعلان کردے لوگوں میں حج کا وہ تمہارے پاس آئیں گے پیروں پر چل کر اور دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر جو کہ دور دراز راستوں سے آئیں گے۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

''حج'' عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنیٰ ''ارادہ کرنا'' ہے اور شرعی طور پر حج کا معنیٰ مفہوم یہ ہے کہ آدمی بیت اللہ کے طواف، صفا، مروہ کی سعی اور منیٰ، عرفات مزدلفہ کی حاضری کا ارادہ لے کر اپنے گھر سے مکہ مکرمہ کی طرف نکلے۔

دینِ اسلام میں حج اعلیٰ ترین عبادت ہی نہیں بلکہ کئی ایک عبادات کا مجموعہ ہے۔ بلوغت کے بعد زندگی بھر میں صرف اور صرف ایک دفعہ صاحبِ استطاعت پر فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مکی دور میں کتنے حج کیے اس کی صراحت کسی صحیح روایت میں موجود نہیں، البتہ آپ ﷺ نے مدنی دور میں ایک حج کیا جس کو حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے چار عمرے بھی کیے ہیں۔ آپ ﷺ نے اگرچہ مدنی دور میں دیگر مصروفیات کے پیش نظر ایک حج کیا البتہ اپنی امت کو بار بار حج کرنے کی تلقین ہی نہیں فرمائی بلکہ حکم تک ارشاد فرمایا ہے کہ اگر استطاعت ہو تو باقاعدگی اور پابندی سے بار بار حج کیا کرو، اس سے اللہ تعالیٰ دو رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ گھروں سے غربت اٹھا لیتے ہیں اور نامۂ اعمال کو گناہوں سے پاک کر دیتے ہیں، سچی بات بھی یہی ہے کہ سفر حج بالکل سفر موت کی طرح ہے، حاجی ان سلی دو سفید چادریں پہن کر میقات سے نکلتا ہے اور اپنے پیاروں اور علاقوں کو چھوڑتے ہوئے اکیلا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو جاتا ہے اور میدانِ عرفات کے اجتماع میں تو بے قراری اور گریہ زاری کا عالم ایسا ہوتا ہے گویا کہ یہ روزِ قیامت ہے۔

موجودہ حالات میں حج کی فرضیت:

یہاں پر میں یہ بات کھول کر بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جس شخص کے پاس

ضرورت کے مکان اور ضرورت کے مطابق ماہانہ اِنکم کے علاوہ چار پانچ لاکھ روپے ہوں اس پر حج فرض ہے، وہ سب سے پہلے بیت اللہ کا حج کرے، پھر جتنے مرضی پلاٹ خریدے اور اپنے کاروبار کو وسیع کرے، بڑے افسوس سے یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ آج کل بے شمار صاحبِ استطاعت لوگ حج کی تیاری کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے دلوں میں حج کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اسی غفلت کی وجہ سے ان پر زوال شروع ہو جاتا ہے۔

غریبوں کا حج کیا ہے......؟

شاید کہ آپ حیران ہوں کہ مولانا صاحب نے آج عجیب موضوع بیان کرنا شروع کر دیا ہے، غریبوں پر تو حج فرض ہی نہیں ہے، انہوں نے کیسے حج کرنا ہے......؟

جی ہاں......! پیارے سامعین کرام، آج میں آپ کے سامنے وہ آسان اور شارٹ کٹ راستہ بیان کرنا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے وہ بہت جلد اپنے دلوں کی یہ خواہش پوری کر سکتے ہیں اور کئی غریبوں نے یہی آسان راستہ اختیار کرتے ہوئے اپنے دلوں کی پیاس بجھائی ہے۔ آیئے ذرا اعلان خداوندی پر غور فرمائیں:

﴿ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ ﴾ [حج:27]

"اور اعلان کر دے لوگوں میں حج کا وہ تمہارے پاس آئیں گے پیروں پر چل کر اور دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر جو کہ دور دراز راستوں سے آئیں گے۔"

حج کے اعلان کا حکم اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت کیا جب انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کو مکمل فرما لیا، ربِ جلیل نے کہا: اے میرے خلیل! لوگوں میں حج کا اعلان کر دے، خلیل علیہ السلام نے سوچا ہوگا: اے میرے مولا! اعلان تو میں کر دوں گا لیکن اس بے آباد جگہ میں کون آئے گا......؟

فرمایا: اے میرے خلیل! اخلاص سے اعلان کرنا تیرا کام ہے اور دنیا کے کونے کونے سے تیس سے پینتیس لاکھ تک مسلمانوں کو بیک وقت بیت اللہ کے گرد جمع کر دینا، میں رب رحمن کا کام ہے۔

سامعین کرام......! ایسا ہی ہوا، ہر بڑے سے بڑا امیر اور چھوٹے سے چھوٹا غریب بھی وہاں پہنچ گیا، پیدل اور سواریوں پر آنے والے تو اپنی جگہ پر کئی لُولے لنگڑے اور معذور بھی پیار لے کر بیت اللہ کی چوکھٹ پر آ حاضر ہوئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں جون 2011 میں بیت اللہ گیا تھا تو میں نے وہاں مطاف میں ایک معذور عورت کو ویل چیئر پر بیٹھے دیکھا، کیا عجب منظر تھا کہ معذور بڑھیا کعبہ پر اپنی نظروں کو جمائے ہوئے اس کو اس پیار سے دیکھ رہی تھی اور آنسو موتی بن بن کر اس کی جھولی میں گر رہے تھے اور وہ کہہ رہی تھی:

اے میرے مولا! آج میں 29 سال بعد تیرے گھر پر آئی ہوں، مجھے دعائیں مانگتے اور بیت اللہ کے لیے اخراجات جمع کرتے 29 سال ہو چکے ہیں، اللہ میں کمیٹیاں ڈال کر رقم جمع کرتی رہی، اب میں معذوری اور بڑھاپے کے باوجود آ گئی ہوں، اللہ مجھے معاف کر دے......! میرے اللہ میرا خاوند فوت ہو چکا ہے اور اولاد تو تو نے مجھے دی ہی نہیں، میرے اللہ......! مجھے معاف کر دے، میں بڑی خوش ہوں تو نے مجھے اپنے گھر پر بلا لیا، مجھ پر اپنی رحمت کرتے ہوئے خوش ہو جا۔

سامعین کرام......! وہ کیا سماں تھا......؟ جب یہ غریب عورت کعبۃ اللہ کے پاس کھڑی اللہ تعالیٰ کو رو رو کر اپنے جذبات سنا رہی تھی۔ یہ واقعہ مجھے جب بھی یاد آتا ہے تو میری آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں، یہ واقعہ سنانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ غریبو......! ہر وقت حالات کی تنگی اور وسائل کی کمی کا گلہ شکوہ ہی نہ کرتے رہا کرو، رو رو کر مانگا کرو اور بیت اللہ کے حج کے لیے کچھ جمع کر لیا کرو۔

اب یہ ریت ختم ہو چکی ہے ورنہ ہمارے پرانے بزرگ اپنی محنت مزدوری میں سے ''اللہ ناویں'' کے پیسے الگ نکال لیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ!

اللہ تعالیٰ نے بھی تو اپنے خلیل علیہ السلام کو یہی کہا کہ تو اعلان کر! پیدل تو در کنار معذور بھی پہنچیں گے۔

﴿ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ○﴾ [حج:27]

''اور اعلان کر دے لوگوں میں حج کا وہ تمہارے پاس آئیں گے پیروں پر چل کر اور دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر جو کہ دور دراز راستوں سے آئیں گے۔''

پیدل اپنے کندھوں پر ماں کو بھی لے آیا:

لوگ بڑے بڑے جذبوں کے ساتھ اور اپنے پیاروں کے ساتھ بیت اللہ جاتے رہے اور اب بھی جا رہے ہیں۔

آیئے......! میں آپ کی ملاقات ایک ایسے غریب سے کرواتا ہوں جو یمن سے نکلا، بیت اللہ پہنچا اور اپنی ماں کو اپنی کمر اور کندھوں پر سوار کیے ہوئے طواف کروا رہا تھا، خوشی سے اس کا چہرہ چمک رہا تھا، کیا ہرنی جیسی پھرتیلی چال تھی؟ اور کوئل جیسی آواز کے ساتھ وہ عربی کا شعر پڑھ رہا تھا:

اِنِّیْ لَهَا بَعِيْرُهَا الْمُذَلَّلْ
اِنْ اُذْعِرَتْ رِكَابُهَا لَمْ اُذْعَر

''میں تو اپنی ماں کے لیے تابعدار اونٹ کی طرح ہوں، آج میری ماں کی سواریاں تو تھک سکتی ہیں میں نہیں تھکایا جا سکتا۔'' سبحان اللہ!

بیٹے کی اس خدمت اور عقیدت پر یقیناً عرش بھی جھوم رہا ہوگا۔ اسی دوران اس کی نظر امام الاولیاء، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ پر پڑی، اور پوچھنے لگا: "أَتُرَانِي جَزَيْتُهَا" کیا خیال ہے آپ کا میں نے ماں کا بدلہ چکا دیا ہے......؟" سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: نہیں!...... اتنی جلدی......؟ ابھی تو تو نے اس تکلیف کا بدلہ بھی نہیں چکایا جو تیری ولادت کے وقت تیری ماں نے برداشت کی تھی۔ اللہ اکبر! [الادب المفرد، باب جزاء الوالدین، والحدیث صحیح]

صبح و شام ماؤں کو گالیاں دینے والو......! کچھ تو سبق سیکھو، تم گھر میں بیٹھی ماں کو بوجھ سمجھتے ہو، وہ ماں کو کندھوں پر اٹھائے بیت اللہ کا طواف کروا رہا ہے اور مارے خوشی کے جھوم رہا ہے۔ سبحان اللہ......

غریبوں کے کرنے والا پہلا کام:

چونکہ غریب لوگوں کے پاس سرمایہ تو ہوتا نہیں، البتہ ان کے پاس ایک ایسا گر ہے جو سرمائے سے زیادہ کام آنے والا ہے اور وہ دعا کرنا ہے۔ کہ بیت اللہ کا خواہش مند وسائل کی کمی کے باوجود اپنے شوق کو کم نہ ہونے دے، بلکہ دعاؤں اور التجاؤں کا سلسلہ اپنے خشوع و خضوع کے ساتھ جاری رکھے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ موحد غریب کی عاجزی بھری دعا کبھی رد نہیں فرماتے۔ حج کرنے والوں نے بڑے بڑے حج کیے، میں نے رجال کی کتابوں میں حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پڑھا کہ انہوں نے چالیس مرتبہ بیت اللہ کا حج کیا۔ اور ایک محدث نے پینتالیس مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

لیکن آیئے......! اس سے چند قدم اور آگے بڑھتے ہیں، میں آپ کی ملاقات ایک ایسے محدث سے کرواتا ہوں کہ جن کے پاس صرف اور صرف دعا کا سرمایہ تھا اور انہوں نے دعا کے سرمائے کے بل بوتے پر 80 مرتبہ بیت اللہ کا حج

کیا۔ وہ کون ہے جو حدیثِ رسول کا طالب علم بھی ہو اور امام الحدیث حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے واقف نہ ہو......؟ آپ 107 ہجری میں پیدا ہوئے اور 198ھ میں آپ کی وفات ہوئی یعنی 91 سال کی عمر پائی اور 91 سال کی عمر میں 80 مرتبہ بیت اللہ کا حج کیا، وہ اس کے متعلق خود ہی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلا حج 11 سال کی عمر میں کیا، جب میں میدان عرفات میں پہنچا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے بار بار یہی دعا کی:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْكَ

''اے اللہ! اس کو اپنی بارگاہ میں میرا آخری پھیرا نہ بنانا۔''

بلکہ تو مجھے توفیق عطا فرما کہ میں ہر بار میدان عرفات میں آؤں اور تیرے سامنے عجز و نیازی اور گریہ زاری کی لذتوں کو حاصل کروں۔ کسی صاحبِ ذوق نے انہی جذبات کی ترجمانی کچھ یوں کی ہے:

اللہ مدت ہوئی سی ترس دیاں نوں
ہُن ہر وار آن نو جی کر دا

تیرا گھر ویکھاں تیرا در ویکھاں
تیرے در اتے رکھ رکھ سر ویکھاں

جتھے اک نماز دی لکھ بن دی
اوتھے عمراں گزارن نوں جی کر دا

اللہ مدت ہوئی سی ترس دیاں نوں
ہُن ہر وار آن نو جی کر دا

جتھے لیٹے پے نے تیرے نبی
ابوبکر ، عمر عثمان غنی

جتھے مائیاں سبھی اصحاب سبھی
اوتھے مر کھپ جان نوں جی کر دا

حضرت سفیان رحمہ اللہ رورو کر دعا کرتے ہیں کہ، اے میرے مولا! مجھے بار بار حاضری نصیب فرما۔

واہ......! میں قربان جاؤں، وہ عرش والا بے نیاز داتا جب قبول کرنے پر آیا تو حضرت سفیان رحمہ اللہ دعا کے بعد 79 سال زندہ رہے تو اللہ نے ہر سال میدان عرفات کی حاضری نصیب فرمادی......سبحان اللہ! اور اپنی وفات سے قبل اپنے شاگرد کو فرمانے لگے: اس دفعہ پھر جب میں یہی دعا کرنے لگا،

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْكَ

"اے اللہ! اس کو اپنی بارگاہ میں میرا آخری پھیرا نہ بنانا۔"

تو مجھے شرم آگئی تو میں نے اس دفعہ یہ دعا نہیں کی، شاگرد بیان کرتا ہے کہ اسی سال استادِ محترم اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ اکبر!

سامعین کرام......! میں آج آپ کو یہی سمجھانا چاہتا ہوں، اللہ کے غریب بندو! اگر تم کچھ نہیں کر سکتے تو اللہ سے دعا بھی نہیں کر سکتے......؟؟ خوب دعائیں کیا کرو اور کروایا کرو، جب وہ قبول کرنے پر آجائے تو لمحہ بھر میں سارے اسباب پیدا فرما دیتا ہے، دعا کرتے وقت اپنے حالات کو سامنے نہ رکھا کریں بلکہ اللہ کی رحمت اور اس کے اختیارات کو سامنے رکھ کر مانگا کرو اور واضح الفاظ میں کہو!

اے ہمارے مولا و داتا! اگر میرے پاس وسائل نہیں تو پھر کیا ہوا، میرے جذبات کو دیکھ اور میری دعاؤں کو سن اور مجھے اپنے عظمتوں والے گھر کی زیارت نصیب فرما، رب العالمین بیت اللہ کی عظمتیں اور حج کی شان کو بیان کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى

لِّلْعَالَمِیْنَ ○ فِیْهِ اٰیَاتٌ بَیِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ○﴾

بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور سارے جہان کے لیے ہدایت کا مرکز۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

[آل عمران:97,96]

سعادتِ حج کے لیے مجرب وظیفہ:

اولیاء اللہ کی جھولیوں میں جو آپ کو سب سے زیادہ قیمتی موتی ملے گا اس کا نام دعا ہے۔ اللہ والے ہر پل مانگتے ہیں، ہر خیر مانگتے ہیں، بلا جھجک مانگتے ہیں اور پورے یقین سے مانگتے ہیں۔ دعا کے ساتھ ساتھ آپ تمام بھائی آج کے بعد ایک وظیفہ پر پابندی کریں، ان شاء اللہ الرحمن بہت جلدی حج کی سعادت نصیب ہوگی۔

ماضی قریب میں اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ایک ولی گزرے ہیں، ان کا نام حافظ یحییٰ میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ ان کے پاس میاں بیوی گئے۔ عورت کہنے لگی: حافظ صاحب جب حج کے بارے میں سنتے اور پڑھتے ہیں تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ اللہ ہمیں پر لگا دے اور ہم اڑ کر بیت اللہ پہنچ جائیں۔ غربت کی وجہ سے ہمیں تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ شاید ہم حج نہ کر سکیں۔ لیکن آپ ہم غریبوں کے لیے کوئی وظیفہ بتا دیں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ ہمارے لیے سعادتِ حج کو آسان بنا دے۔

حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: تم دونوں اپنے آخری تشہد میں درود کے بعد

اور مسنون دعاؤں کو پڑھ لینے کے بعد مندرجہ ذیل دعا کم از کم تین دفعہ اور زیادہ سے زیادہ جتنی دفعہ ممکن ہو پڑھیں۔ اللہ بہت جلد مبارک سفر کے اسباب پیدا فرما دے گا۔

﴿وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝﴾

''اور ہم کو عبادت کے طریقے بتا اور ہم کو معاف فرما، تو معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔'' [بقرہ:128]

چنانچہ ان دونوں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ اس نے مجھے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر بیان کیا کہ ابھی ہمیں چند ماہ ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے گھر بیت اللہ بلا لیا، ہم نے عمرہ کیا اور حج کے بعد واپس آئے اور میں یہ وظیفہ ہر شخص کو بتاتا ہوں جو غربت کے باوجود حج کی سعادت کا خواہش مند ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی اس کی پابندی نصیب فرمائے اور بیت اللہ کی بہاریں نصیب کرے۔

سامعین کرام......! ان واقعات سے دو باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں کہ اگر کوئی خواہش مند غربت کے باوجود بیت اللہ دیکھنے کا خواہش مند ہے تو......

❶ ......وہ بہت زیادہ گڑگڑا کر دعائیں کرے، اسباب اور وسائل پیدا کرنا شہنشاہِ کائنات کا کام ہے۔

❷ ......حافظ صاحب کے بتلائے قرآنی وظیفے کو سعادتِ حج کی نیت رکھتے ہوئے پڑھیں اور اس پر پابندی کریں، اللہ تعالیٰ ایسے شائقین کو کبھی محروم نہیں رکھے گا

مجھے بابا صمصام رحمۃ اللہ علیہ یاد آئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غربت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت عطا فرمائی، بیت اللہ کے حوالے سے آپ کی شاعری کا کوئی جوڑ نہیں، آخر عمر میں پہنچ کر جب آپ نے دیکھا کہ اب وسائل کی کمی اور جسم کی کمزوری کی وجہ سے مجھ سے شاید دوبارہ نہ آیا جائے تو پھر بھی دعا کرنے سے باز نہ آئے۔ غور فرمائیں کہ آپ کو بیت اللہ کا اس قدر شوق تھا کہ آپ نے بے ساختہ

درد بھرے انداز میں اشعار کی شکل میں یہ دعا کی:

تو آپے ایدھے اُتے احسان کر دے
ایدھے مکے وسّن دے تو سامان کر دے

حکومت رعایا نوں فرمان کر دے
اینوں نہ کڈو ایدھے کو جایا نہیں جانا

اللہ شاید ہُن میتھوں آیا نہیں جانا
بڈھا بدن ہویا کمایا نئیں جانا
جہازاں دا خرچا بنایا نئیں جانا
پر چھندا دل وی میتھوں منایا نئیں جانا

اے صمصام دے اپنے دل نوں تسلا
حرم وچ بیٹھا تو کر اللہ اللہ

جدوں اوہدی رحمت دا وجا آن چھلا
تو جاناں وی چادیں تے جایا نئیں جانا

آئیے......! اب آپ کے سامنے چار اعمال ایسے بیان کرتا ہوں کہ جن کے کرنے سے فریضہ حج تو ساقط نہیں ہوتا البتہ اللہ تعالیٰ حج کے برابر ثواب ضرور عطا فرماتے ہیں، ہمارے ہاں ایک حدیث مشہور ہے کہ ماں باپ کے چہرے کو دیکھنے کا ثواب ایک حج کے برابر ہے، یہ حدیث سخت ضعیف ہے، اس جیسی روایت بیان نہیں کرنی چاہیے۔ آج میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں گا جو بالکل صحیح اور درجہ قبول پر ہے، عمل کریں اور حج کا ثواب پائیں۔

ایسے اعمال کہ حج کے برابر ثواب:

میں سمجھتا ہوں کہ بالخصوص یہ غرباء پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے، مال

نہ ہونے کے باوجود وہ اپنے وطنوں میں بیٹھے چند اعمال پر محنت کر کے حج جتنا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

1 ...... رمضان المبارک میں عمرہ کرنا:

رسول اللہ ﷺ کی مشہور صحابیہ حضرت ام معقل رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آکر کہا:

قَدْ كَبِرْتُ وَسَقِمْتُ فَهَلْ مِنْ عَمَلٍ يُجْزِئُنِيْ مِنْ حَجَّتِيْ

"تحقیق میں بوڑھی اور بیمار ہوں، کیا کوئی ایسا عمل ہے جو مجھے حج سے کفایت کر جائے......؟"

قربان جائیں صحابیہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر......آکر یہ نہیں کہا کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور بیمار رہتی ہوں، کسی طرح میری حج سے جان نہیں چھوٹ سکتی......؟ کیا مجھے چھٹی نہیں مل سکتی......؟ بلکہ کہا: ایسا عمل بیان کر دیں کہ جو میں کروں تو اجر وثواب اور مقام میں حج کرنے والوں سے پیچھے نہ رہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانِ تَعْدِلُ حَجَّةً

"رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔"

سامعین کرام......! کوشش کیا کریں، کہ عمرہ رمضان المبارک میں ہی کیا جائے، کیونکہ اس کی شان اور اجر وثواب حج کے برابر ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی:

اے اللہ کے رسول! میری بیوی نے......

اَمَرَتْنِيْ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا يَعْدِلُ حَجَّةً مَعَكَ

”مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے ایسے عمل کا سوال کروں جو آپ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہو۔“

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اپنی بیوی کو میرا سلام کہنا اور جواب دینا کہ رمضان المبارک میں عمرہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ سبحان اللہ!

ایک عام حج ہے اور ایک وہ حج ہے جو امتی اپنے رسول ﷺ کے ساتھ کرے، اس کی شان اور اس کا اعزاز ہی الگ ہے۔ رمضان المبارک میں عمرے کا ثواب جہاں حج کے برابر ثواب حاصل ہوتا ہے وہاں یہ اعزاز بھی ملتا ہے کہ گویا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا ہے۔

2 ...... گھر سے باوضو مسجد کی طرف نکلنا:

مومن پانچوں نمازوں کی حفاظت کرتا ہے اور اگر وہ تھوڑی سی توجہ کرے تو پانچوں نمازوں کے وقت حج کے برابر ثواب حاصل کر سکتا ہے اور وہ توجہ یہ ہے کہ وہ گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف نکلے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث سماعت فرمائیں:

مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ مُتَطَهِّرًا اِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ فَاَجْرُهُ كَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ

”جو اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف نکلا اس کا اجر احرام باندھ کر حج کرنے والے کی طرح ہے۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسجد میں آ کر وضو کرنا جائز ہے لیکن گھر سے وضو کر کے نکلنا اس قدر فضیلت کا کام ہے کہ ہر قدم پر جہاں نیکی ملتی ہے وہاں احرام باندھ کر حج کے لیے نکلنے والے کی طرح اجر و ثواب دیا جاتا ہے۔

3 ...... نمازِ اشراق ادا کرنا:

نوافل میں بہت زیادہ برکت ہے اور ایسی برکت ہے کہ زندگی روحانی سکون سے مالا مال ہو جاتی ہے، دنیا کی سب بے قراریاں ختم ہو جاتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نوافل کی ادائیگی پر بہت زیادہ اجر و ثواب اور اعلیٰ مقام بھی دیا جاتا ہے۔

جو شخص فجر کی نماز جماعت میں ادا کرے اور سورج نکلنے تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے، قرآن، درود یا کوئی دیگر اذکار کرتا رہے اس کے بعد دو رکعت اشراق کے نفل ادا کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پورے کے پورے ایک حج عمرے کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک روایت کتب احادیث میں موجود ہے جو کہ کم از کم درجہ حسن یا درجہ قبول سے کم نہیں...... امیر المؤمنین فی الحدیث، مجدد العصر امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو حسن قرار دیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ

[جامع الترمذی۔الجمعہ: 586، المعجم الکبیر، مجمع الزوائد، تاریخ دمشق سلسلہ احادیث صحیحہ: 3403، امام ہیثمی اور منذری نے اس کی سند کو جید، امام البانی سمیت کثیر محققین نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ والحدیث حسن باذن اللہ]

”جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی پھر طلوع آفتاب تک بیٹھا اللہ کے ذکر میں مصروف رہا، پھر دو رکعتیں پڑھیں اسکے لیے پورے کے پورے مکمل حج و عمرے کی مانند ثواب ہے۔“

یہاں یہ مسئلہ یاد رہے کہ کسی ضرورت کے پیش نظر اپنی جگہ سے اٹھنا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں، آپ وضو کے لیے یا کسی چیز کو پکڑنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ سکتے ہیں لیکن کوشش کریں کہ واپس وہیں آ کر بیٹھ جائیں اور اللہ تعالیٰ کا

ذکر کریں حتیٰ کہ سورج نکل آئے۔

4 ......حج کی پکی اور سچی نیت رکھنا:

جو شخص دعائیں بھی کرے اور سعادتِ حج کے لیے مسنون اذکار اور وظائف بھی پڑھے اور اپنی طاقت کے مطابق مال واسباب جوڑنے کے لیے محنت بھی کرے ایسے شخص کو کسی صورت مایوس نہیں رہنا چاہیے، اس کی اخلاص بھری نیت کی وجہ سے اللہ پاک اس کو پورے حج کا ثواب عطا فرما دیں گے۔

اس سلسلے میں قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل ہیں چند ایک پر غور فرمائیں:

فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ

[صحیح البخاری، الرقاق: 6491، صحیح مسلم، ایمان: 131]

"کہ جس شخص نے نیکی کی نیت کی لیکن وہ اسے کر نہ سکا اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ایک مکمل نیکی لکھ دیتے ہیں اور اگر نیت کے مطابق اس نے عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیوں کا ثواب لکھ دیتے ہیں۔" سبحان اللہ

اور میں سمجھتا ہوں کہ حج تمام نیکیوں کی سردار نیکی ہے اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس علم تو ہے لیکن مال نہیں، مگر اس کے باوجود وہ انہیں منصوبوں میں رہتا ہے کہ اللہ مجھے مال دے تو میں بار بار حج کروں، عمروں کی سعادت حاصل کروں اور نیکی کی راہ میں اپنے مال کو لٹا دوں۔ اللہ تعالیٰ سچی نیت کے پیش نظر اس کو پورا اجر وثواب عطا فرماتے ہیں۔ رب العالمین کے حضور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین!

والدین کی خدمت کے فوائد
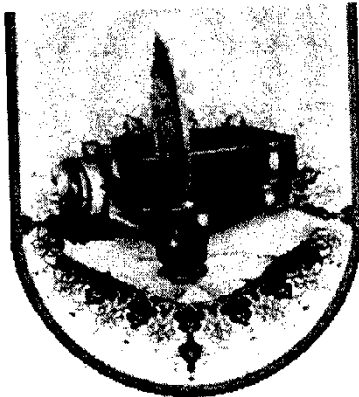
والدین کی خدمت کے فوائد

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ○

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○﴾ [بنی اسرائیل:24-23]

''والدین کو اف تک نہ کہو اور نہ ہی ان دونوں کو جھڑک اور ان دونوں سے احترام سے بات کرو اور ان کے سامنے نرمی سے عجز کے بازو جھکا اور کہو اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

ہمارے ساتھ اگر کوئی شخص زندگی بھر میں ایک یا دو دفعہ کوئی نیکی کر دے، ہمیں کھلائے یا پلائے یا دوران سفر ہمارے لیے کوئی شخص اپنی سیٹ چھوڑ دے تو ہم ہمیشہ کے لیے دل و جان سے اس کے قدردان بن جاتے ہیں اور ایسا شخص ہمیشہ کے لیے ہماری محبتوں کا مرکز بن جاتا ہے اور ہم اس کو بہت زیادہ احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کی بنیاد صرف اور صرف اس کی دو نیکیاں ہوتی ہیں جو اس نے زندگی بھر میں کسی موقع پر کی ہوتی ہیں۔

اس کے برعکس یہ کس قدر ظلم کی بات ہے کہ وہ والدین جو ساری زندگی ہمارے ساتھ نیکیاں کرتے ہوئے گزار دیتے ہیں، ہمیں ہر روز کھلاتے اور پلاتے ہیں اور ان کو کئی بار ہماری خاطر نرم گرم بستر چھوڑ کر گیلی جگہ پر لیٹنا پڑتا ہے۔ ہمارے رویے ان کے متعلق ہمیشہ سخت رہتے ہیں، بات بات پر ہم ان کو موڈ دکھاتے ہیں، قدم قدم پر گھر سے نکل جانے اور چلے جانے کی دھمکیاں دیتے ہیں اور کسی بھی اہم موقع پر ہم ان کی ذرہ بھر کوئی پروا نہیں کرتے، آخر اس کی کیا وجہ ہے......؟

ایک طرف ہمارے ساتھ دو نیکیاں کرنے والا حد درجہ احترام پاتا ہے اور جب کہ دوسری طرف پچیس، تیس سال سے نیکیاں کرنے والے والدین کو ہم قدم قدم پر دھتکار دیتے ہیں...... آج ہی غور کر لیں! یہ مجرمانہ رویہ کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

دیگر فرائض کے ساتھ ساتھ والدین کی خدمت بھی فرض ہے۔ جس طرح دیگر فرائض کو چھوڑنے سے آدمی گنہگار ہو جاتا ہے اسی طرح والدین کی خدمت سے جی چرانے والا اور ان کے ساتھ توہین آمیز لہجہ رکھنے والا سخت گنہگار ہے اور یہ گناہ اس قدر خطرناک ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کی وجہ سے اس کی زندگی بھر کے نیک اعمال کو برباد فرما دے۔

اسی طرح قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت توحید اور نماز کے بعد اعلیٰ ترین نیکی ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہ نیکی بہت زیادہ پسند ہے، والدین کی خدمت نیک پاک اولیاء بلکہ اللہ کے انبیاء ورسل علیہم السلام کی صفت ہے۔ گویا کہ والدین کی خدمت کرنے والے شخص میں انبیاء ورسل جیسی ایک خوبی پائی جاتی ہے۔ آپ کے سامنے میں تین ایسے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کرتا ہوں کہ جن کی صفات کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ والدین کے بہت زیادہ قدردان اور خدمت گزار تھے۔

1 ...... سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مشرک باپ کے ظالمانہ رویے کے باوجود ادب واحترام کا پہلو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھا اور آخر میں حددرجہ خوبصورت جملہ کہا:

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾

''ابا جان آپ پر سلام ہو، میں اپنے پروردگار سے آپ کے لیے بخشش کی دعا کروں گا، بلاشبہ میرا پروردگار مجھ پر مہربان ہے۔'' [مریم:47]

2 ...... سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جب آپ کے والدین تشریف لائے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے حددرجہ ادب واحترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پاس خصوصی جگہ پر بٹھایا اور قرآن ذکر کرتا ہے کہ:

﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا﴾

''اور یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اٹھا کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور اس کے بھائی یوسف کے آگے سجدے میں گر گئے۔'' [یوسف:100]

3 ...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے تو ماں کی گود میں ہی پہلا خطاب کرتے ہوئے اپنا تعارف ہی اس انداز سے کروایا کہ میں اپنی والدہ کا خدمتگار اور تابعدار

ہوں۔آپ ذرا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے مختصر اور جامع خطاب کو سماعت فرمائیں:

﴿ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ ﴾

''میں اللہ کا بندہ ہوں۔اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور جہاں کہیں بھی میں رہوں اس نے مجھے بابرکت بنایا ہے اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی کہ میں اپنی والدہ سے بہتر سلوک کرتا رہوں۔نیز اللہ نے مجھے جبار اور بدبخت نہیں بنایا۔'' [مریم:30-31-32]

میرے پیارے نوجوان بھائیو......! ان آیات سے معلوم ہوا کہ والدین کا ادب واحترام اور ماں باپ کی خدمت یہ رسولوں والی صفت ہے، اپنے اندر بھی یہی صفت پیدا کرو اور رسولوں والی راہ پر چلو، دونوں جہانوں کی بھلائی نصیب ہوگی۔

والدین کی خدمت کا کوئی نقصان نہیں ہے، فائدے ہی فائدے ہیں اور آج میں آپ کے سامنے والدین کی خدمت کے پانچ فوائد بیان کرنا چاہتا ہوں پوری توجہ اور دلجمعی کے ساتھ سماعت فرمائیں۔

والدین کی خدمت سے مطلب کیا ہے......؟

والدین کی خدمت کا مطلب یہ ہے کہ دنیوی امور میں ان کی تابعداری اور فرمانبرداری کی جائے، ان کے ضروری کام کاج کو خوش دلی سے کیا جائے، ان پر خرچ کرتے ہوئے انکے علاج معالجے اور کھانے پینے کا خاطر خواہ اہتمام کیا جائے اور ہر معاملے میں نرمی کے ساتھ پیش آیا جائے، ماتھے پہ شکن ہو نہ ہی زبان پر سختی،

بلکہ اطاعت کے بھرپور جذبات کے ساتھ ان کا سامنا کیا جائے۔ انہی باتوں کو ایک جملے میں بیان کرتے ہوئے رب العالمین نے کس قدر جامع اور فصیح وبلیغ انداز اختیار کیا:

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا ○﴾ [بنی اسرائیل:24-23]

''والدین کو اف تک نہ کہہ اور نہ ہی ان دونوں کو جھڑک اور ان دونوں سے احترام سے بات کرو اور ان کے سامنے نرمی سے عجز کے بازو جھکا اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔''

والدین کی خدمت کا پہلا فائدہ:

اللہ تعالیٰ رزق اور عمر میں برکت فرماتے ہیں، یعنی والدین کے خدمت گزار کو پاکیزہ زندگی اور مبارک رزق دیا جاتا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّمَدَّ لَهُ عُمُرُهُ وَيُزَادَ فِيْ رِزْقِهِ فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ

[مسند احمد:93/21ح:13401، 13811 والحدیث صحیح]

''جس کو یہ بات خوش کرے کہ اس کی عمر کو بڑھایا جائے اور اس کے رزق میں اضافہ کیا جائے، پس وہ ضرور اپنے والدین کی خدمت کرے۔''

محدثِ زماں، امام الحدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهِ وَأَنْ يُّنْسَأَ فِيْ أَثَرِهِ

فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ [صحیح البخاری، حدیث:3067]

''جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے وہ صلہ رحمی کرے (صلہ رحمی میں سب سے پہلے والدین ہیں)''

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزِيْدُ فِيْ الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ [مسند احمد:37/68,22386]

''نیکی ہی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔''

والدین کی خدمت سب سے اعلیٰ اور شاندار نیکی ہے۔ حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ طُوْبٰى لَهُ، زَادَ اللّٰهُ فِيْ عُمُرِهِ

''والدین کے ساتھ نیکی کرنے والے کے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ کرے گا۔'' [مستدرک حاکم:4/154، المعجم الکبیر:447]

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وَاِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيْدُ فِيْ عُمُرِ الْعَبْدِ اِذَا كَانَ بَارًّا لِوَالِدَيْهِ لَيَزِيْدُهُ بِرًّا وَّخَيْرًا

[الجامع فی الحدیث لابن وہب:203/1(130) حلیۃ الاولیا:378/5، 22/6، الکبائر للذہبی:39/1، الزواجر عن اقتراف الکبائر:400/3]

''اور بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی عمر میں اضافہ کرتے ہیں جب وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا ہو۔''

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ والدین کی خدمت سے دو عظیم نعمتیں عطا فرماتے ہیں، رزق میں برکت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ عمر کو بھی خیر و برکت

کے ساتھ دراز فرما دیتے ہیں۔ آپ تاریخ کا مطالعہ کر لیں، ایسے ہی ہوا، جس نے بھی والدین کی خدمت کی یا والدین کی خدمت کرتے ہوئے کوئی قربانی پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نقد جزا دنیا میں عطا فرمائی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے حد درجہ خدمت گزار تھے اور بعض روایات میں آیا ہے **وَلَمْ يَحُجَّ أَبُو هُرَيْرَةَ حَتَّى مَاتَتْ أُمُّهُ** ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک حج نہیں کیا جب تک ان کی والدہ فوت نہیں ہو گئیں'' یعنی ان کی والدہ ضعیف تھیں اور کئی بار آپ نے حج کا ارادہ بھی کیا لیکن اپنی والدہ کی خدمت کے پیش نظر اس کو مؤخر کرتے رہے حتی کہ والدہ کی وفات تک بیت اللہ کے حج کو نہ نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اور رزق میں برکت فرماتے ہوئے آپ کو اس قدر اعلیٰ مقام عطا فرمایا کہ آپ کو مدینہ منورہ کی گورنری عطا کرتے ہوئے حدیثِ رسول کا سب سے بڑا امام بنا دیا۔ سبحان اللہ!

[صحیح البخاری:2548، صحیح المسلم:1665، الجمع بین الصحیحین:2187]

آپ میں سے کون ہے...... جو سیدنا اویس بن عامر قرنی رحمہ اللہ کو نہ جانتا ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت اعلیٰ مقام عطا فرمایا اور صحیح روایت سے اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ اپنی والدہ کے بہت زیادہ قدر دان، فرمانبردار اور خدمت گزار تھے۔ [صحیح مسلم:2542]

آج ہمارے نوجوان گھروں میں والدین کو ناراض رکھتے ہیں، بلکہ ہر قسم کی بدزبانی کرتے ہوئے ان کو دکھ دیتے ہیں اور بازاری اور یاری میں صرف اس لیے محنت کرتے ہیں کہ ہمیں خیر و برکت حاصل ہو اور ہمارا نام روشن ہو، جبکہ والدین کو خوش رکھے بغیر دنیا کی خیر و برکت حاصل ہو سکتی ہے نہ ہی آخرت میں عظمت نصیب ہو سکتی ہے۔ اور قرآن کا بھی یہی اعلان ہے:

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝

وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُل رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾ [بنی اسرائیل:24-23]

"والدین کو اف تک نہ کہہ اور نہ ہی ان دونوں کو جھڑک اور ان دونوں سے احترام سے بات کرو اور ان کے سامنے نرمی سے عجز کے بازو جھکا اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔"

والدین کی خدمت کا دوسرا فائدہ :

اللہ تعالیٰ زندگی کی ہر مشکل آسان فرما دیتے ہیں، ظاہر ہے جب والدین اپنی اولاد کی خدمت پر خوش ہوں گے تو ان کے دل سے دعا نکلے گی جو بغیر کسی رکاوٹ کے سیدھی اللہ کے عرش پر پہنچے گی اور اللہ تعالیٰ فوراً اس کو قبول فرمالیں گے۔ یہ حدیث کو حد درجہ مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین کی دعا کو رد نہیں کرتے بلکہ میں نے ایک محدث کے بارے میں پڑھا، وہ فرماتے ہیں مجھ پر جب بھی کوئی مشکل آئی تو میں نے اس موقع پر اپنے والدین کی خاص خدمت بھی کی اور ان سے دعا بھی کروائی، تو اللہ تعالیٰ نے میرے معاملات میں ایسے آسانی فرمائی کہ جیسے مجھے کبھی پریشانی آئی ہی نہیں۔ بلکہ اس حوالے سے صحیح البخاری میں ایک اہم واقعہ موجود ہے جس کی طرف ہم آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ تین آدمی اپنے سفر پر جارہے تھے کہ راستے میں بارش آگئی اور وہ بارش سے بچاؤ کے لیے پہاڑ کی غار میں داخل ہو گئے، اللہ کا کرنا کہ پہاڑ کے اوپر سے ایک بڑا پتھر گرا جو بالکل غار کے منہ کے آگے ٹھہر گیا اور اس کی وجہ سے باہر نکلنے کا راستہ بالکل بند ہو گیا۔ یہ تینوں شخص نہایت پریشان ہو گئے کہ اب کیا ہوگا، بہر صورت سوچ وبچار کے بعد انہوں نے اپنے باہر نکلنے کے

لیے مشرکوں والا طرزِ عمل اختیار نہیں کیا بلکہ اہل توحید والا راستہ اختیار کرتے ہوئے اللہ کے حضور اپنے نیک اعمال کو پیش کرتے ہوئے اپنے باہر نکلنے کی دعا کی۔

پہلا شخص کہنے لگا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَ لِيْ وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ

''اے اللہ! میرے لیے انتہائی بوڑھے والدین تھے'' [بخاری: 2333]

اور میں ان کی بہت زیادہ خدمت کرتا تھا اور اس قدر زیادہ خیال رکھتا کہ جب کھانے پینے کا معاملہ آتا تو میں سب سے پہلے اپنے والدین کو کھلاتا پلاتا تھا۔ ایک روز میں اپنے مویشی لے کر گھر سے نکلا تو دور دراز علاقے میں چلا گیا، واپس آتے ہوئے اس قدر زیادہ تاخیر ہوگئی کہ میرے والدین دودھ پیئے بغیر سو گئے، جب میں نے ان کو سوتے ہوئے دیکھا تو میری محبت اور خدمت کا عالم یہ تھا کہ میں ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور فجر تک کھڑا رہا، یہاں تک کہ وہ بیدار ہوئے اور میں نے سب سے پہلے انکو دودھ پلایا، یا الہ العالمین اگر آپ کے ہاں میری خدمت کے ان جذبات کی کوئی قدر ہے تو ہمارے معاملے میں آسانی فرما دے......!

رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے خدمت گزار کی دعا کو قبول کرتے ہوئے نکلنے کے آثار پیدا کر دیئے اور بالآخر ان کی مشکل کو حل کرتے ہوئے باخیریت ان کو ان کے گھروں تک پہنچا دیا۔ اللہ اکبر!

سامعین کرام......! آج ہماری عقلوں پر عجیب پردہ پڑ چکا ہے کہ ہم اپنی مشکلات کے حل کے لیے در در پہ دھکے کھاتے ہیں، خانقاہوں اور درباروں کے چکر لگاتے ہیں......لیکن گھر بیٹھے والدین کی خدمت نہیں کرتے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مشکلات کے حل کے لیے والدین کی خدمت کو ہی کافی قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تعویزات کے چکروں سے نکال کر والدین کا خدمت گزار

بننے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

والدین کی خدمت کا تیسرا فائدہ:

اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دیتے ہیں، انسان بھول جاتا ہے نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے چھوٹے بڑے گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ایسی صورت میں گناہوں کی بخشش کا ایک آسان حل یہ بھی ہے کہ آدمی سچے دل سے اپنے والدین کا ادب واحترام کرتا ہوا ان کی خدمت کرے اللہ تعالیٰ رزق اور عمر میں برکت فرماتے ہوئے، ہر مشکل آسان کرتے ہوئے اس کی زندگی بھر کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا:

إِنِّيْ أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيْمًا فَهَلْ لِّيْ تَوْبَةٌ

”بلا شبہ میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا ہے کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش ہے......؟“

سامعین کرام......! آپ ذرا سائل کے سوال پر غور فرمائیں! کہ مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے، کیا میرے لیے کوئی توبہ کا راستہ ہے......؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: کیا تیری والدہ زندہ ہے......؟

اس نے کہا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تیری خالہ ہے......؟

اس نے کہا......ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم ارشاد کرتے ہوئے فرمایا: فَبِرَّهَا ”پس اس کے ساتھ نیکی کر“ [مسند احمد:8/442(4624)]

کیا مطلب......؟ اگر تیری والدہ کی بہن، تیری خالہ زندہ ہے تو اس کی

خدمت کر، اللہ اس کے بدلے میں تیرے بڑے گناہ کو معاف فرما دیں گے۔

سامعین کرام......! جب خالہ کی خدمت سے کبائر معاف ہوتے ہیں تو والدہ کی خدمت سے تو نامۂ اعمال میں کوئی گناہ ہی نہیں رہتا ہوگا۔ مجھے تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے والدہ کی خدمت کو توبہ کا نعم البدل قرار دیا ہے کہ اگر آدمی گناہ کرنے کے بعد اس پر نادم ہو جائے اور اپنی والدہ سے حسن سلوک کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے کبیرہ گناہ کو بھی معاف فرما دیتے ہیں۔

[اس سلسلے میں مزید واقعات کے لیے ہماری کتاب "منہاج الخطیب" صفحہ 104-102 کا مطالعہ فرمائیں، شاندار واقعات کے ساتھ آپ کے مواد میں اضافہ ہوگا۔ [باذن اللہ]

آج ہم نہ ہونے کے برابر والدہ کی خدمت کرتے ہیں، بلکہ والدہ کی خدمت کو اپنے لیے بوجھ سمجھتے ہیں اور مجھے اپنے عزیز کا جب وہ ظالمانہ رویہ یاد آتا ہے تو میری آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ جب اس نے میرے سامنے اپنی والدہ کے ساتھ بدزبانی کی، تو وہ بے چاری صدمے اور دکھ کی وجہ سے سینہ کوبی کرنا شروع ہو گئی کہ ہائے میرے بچے! تو نے مجھے یہ کچھ کہنا تھا......؟ اسی دوران اس کی دل والی جگہ پر زیادہ ضرب لگی اور وہ اپنے بیٹے کا گھر چھوڑ گئی اور چند دنوں کے بعد اس کی میت واپس اس گھر میں آئی۔ وہ بزرگ خاتون بہت بڑی محسنہ تھیں اللہ اس کے درجات بلند فرمائے اور اس کے بیٹے کے لیے بھی میری یہی دعا ہے کہ اللہ اس کا گناہ معاف کر دے۔ میں نے اس بیٹے کو بڑی بڑی تکلیف دہ مشکلات سے دوچار ہوتے دیکھا ہے، اللہ اس پر رحم کرتے ہوئے اس کا یہ جرم معاف کر دے۔

میں صدقے جاواں ماں دے نام اُتوں
ماں آکھیاں سینے وچ ٹھنڈ پیندی

جدوں پیار نال ویرو ماں کہیئے
لگدا اے جیویں بُلّاں تے کھنڈ پیندی

جیہڑا کرے نہ ماں نوں کنڈ یارو
اوہدی کدی وی نہیں پیٹھ کنڈ پیندی

جے ہووے پُتر گستاخ ماں اپنی دا
اونوں دونواں جہاناں وچ پھنڈ پیندی

قرآن پاک والدین کی خدمت کے لیے کیا شاندار اسلوب اختیار کرتا ہے کہ:

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا ○﴾ [بنی اسرائیل:24-23]

"والدین کو اف تک نہ کہہ اور نہ ہی ان دونوں کو جھڑک اور ان دونوں سے احترام سے بات کرو اور ان کے سامنے نرمی سے عجز کے بازو جھکا اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔"

والدین کی خدمت کا چوتھا فائدہ

عرش پر اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتے ہیں، یعنی جب فرش پر والدین اپنی اولاد کی خدمت پر خوش ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی عرش پر خوش ہو جاتا ہے۔

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی ایک مشہور حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

رِضَا رَبِّ فِيْ رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ

[جامع ترمذی: 1899، سلسلہ: 516، شعب الایمان: 7831، واخرجہ

البخاری فی الادب المفرد باب قولہ تعالی (ووصینا الانسان بوالدیہ)]

''رب کی خوشی والد کی خوشی میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔''

آج ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنے والدِ محترم کو ناراض کر دیتے ہیں اور ناراضگی کی زیادہ وجہ مال ہی بنتا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ کے صحیح فرامین سے پتہ چلتا ہے کہ باپ جہاں اپنے بیٹے کا مالک ہے وہاں وہ بقدرِ ضرورت اس کے مال پر بھی پورا حق رکھتا ہے۔ اس حوالے سے آج میں آپ کو ایک مشہور حدیث کا شانِ نزول بیان کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے ایک شخص نے آکر اپنے والد کی شکایت کی، کہ وہ میرے مال کو استعمال کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کے باپ کو بلانے کے لیے ایک شخص کو بھیجا جب وہ شخص اس کے والد کے پاس پہنچا اور اس کو بتایا کہ تیرے بیٹے نے تیرے متعلق رسول اللہ ﷺ کو شکایت کی ہے، تو وہ بڑا پریشان ہوا اور دل ہی دل میں شعر پڑھنے لگا، رسول اللہ ﷺ کو سیدنا جبریل علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ جب یہ بزرگ آئے تو سب سے پہلے اس کو ان اشعار کا کہنا، جو وہ آپ کی طرف آتے ہوئے دل ہی دل میں پڑھ رہا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے بزرگ کے آتے ہی اس کو وہ شعر سنانے کا کہا، تو وہ بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میرے ان اشعار کی آواز تو میرے کانوں نے بھی نہیں سنی، لیکن قربان جاؤں آپ کی رسالت وصداقت پر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوراً خبر کر دی ہے۔ چنانچہ اس بزرگ نے شعر سنائے

غَذوتُكَ مَولُودًا ومُنْتُكَ يَافِعًا

تَعُلُّ بما أَجْنِي عليك وتَنْهَلُ

إِذَا لَيلةٌ ضَافَتْكَ بالسُّقْمِ لَمْ أَبِتْ

لِسُقْمِكَ إِلَّا سَاهِرًا أَتَمَلْمَلُ
تخافُ الرّدَى نَفْسِي عَلَيْكَ وإنَّها
لِتَعْلَم أَنَّ الموتَ وقتٌ مؤجلُ
كأني أنا المطرُوقُ دُونكَ بالذي
طرقت به دُوني فعَيْناي تُهْمَلُ
فلما بلغتَ السِّنَّ والغايةَ التي
إليها مَدَى ما فيك كنتُ أُؤَمِّلُ
جعلْتَ جزائي غلظةً وفظاظةً
كأنك أنت المُنْعِمُ المُتفَضِّلُ
فلَيتك إذ لم ترْع حقَّ أُبُوَتِي
كما يفعلُ الجارُ المجاوِرُ تفعلُ

خلاصہ اشعار: ''اے میرے بیٹے میں نے تجھے بچپن میں پالا اور بڑی محنت سے لقمہ لقمہ کھلا پلا کر تجھے جوان کیا اور جب کسی رات تو بیمار ہو جاتا تو میں بڑی خوشی سے بے قراری کے عالم میں پوری رات جاگ کر گزار دیتا، تو تو میری وجہ سے اب کیوں اتنا پریشان ہے میں تو چند دن کا مہمان ہوں اور موت کا ایک وقت مقرر ہے میں کمزور اور ضعیف ہوں اب میرا تیرے سوا کون ہے لیکن اب تو جوان ہوا اور اپنے عروج کی انتہا کو پہنچا تو نے میرے ساتھ اپنے رویے کو حد درجہ سخت بنالیا گویا کہ تو ہی منعم حقیقی اور مال دینے والا ہے، کاش! اگر تو نے میرے والد ہونے کا حق ادا نہیں کیا تو کم از کم اتنا تو میری ضرورت کا خیال رکھتا جس طرح ایک پڑوسی اپنے پڑوسی کی ضرورت کا خیال رکھتا۔ اللہ اکبر!

ابھی یہ اشعار سننے کی دیر تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے بیٹے کی آستین کو پکڑا اور آپ ﷺ فرمانے لگے:

أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيْكَ

[المعجم الاوسط:6566،المعجم الصغیر:947،صحیح ابن حبان:410،سنن ابن ماجہ:2291،مسند احمد:6902،السنن الکبریٰ:7/480]

''تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لیے ہے۔''

اس واقعہ سے معلوم ہوا جب والدین بوڑھے ہو جائیں تو ان کے جذبات کا خون نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کو بہتر سے بہتر طریقے سے کھلا کر ان کی ہر ضرورت کو پورا کرنا چاہیے اور یہاں پر والدین بھی یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ وہ اپنی اولاد کے مال میں فضول خرچی اور اسراف سے کام نہ لیں بلکہ ضرورت کے مطابق ہی اس کو استعمال کریں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

[سلسلہ احادیث صحیحہ:2564،ارواء الغلیل:1625]

اللہ کے بندو......! جیتے جی اپنے والدین پہ خرچ کرو اور دل کھول کر ان کی خدمت کرو یہ عمل باعثِ شکر اور باعثِ فخر بھی ہے۔ والدین کے مرنے کے بعد آپ بے شک صدرِ پاکستان بن جائیں جو لذت اور نشہ والدین کی خدمت اور محبت میں ہے وہ دنیا کی کسی نعمت میں نہیں۔ صاحبِ دل کیا خوب بات کرتا ہے:

لکھ آون بہاراں وچ گلشن
مالی باغ تے مُکھ پرتاوناں نئیں

آواز مارنی نئیں کسے نے باپ وانگوں
پُت کہہ کے کسے گل لاوناں نئیں

دل روندا رہندا تاں راسخ
جان والے نے مُڑ کے آوناں نئیں

سیدنا اسماعیل علیہ السلام میں بہت سارے کمالات تھے اور ان سب کمالات کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حد درجہ فرمانبردار تھے۔ اور ادب واحترام کا عالم یہ تھا کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو ذبح کرنے کے متعلق بتایا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام جواب میں فرمانے لگے:

﴿يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾

"اے میرے ابا جان! وہی کچھ کیجیے جو آپ کو حکم ہوا ہے، آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والا ہی پائیں گے۔" [صافات:102]

سیدنا اسماعیل علیہ السلام پر خدمت گزاری کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت زیادہ خوش تھے تو اللہ تعالیٰ نے بھی خوش ہوتے ہوئے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ۝

"وہ اپنے پروردگار کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھے۔"

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی یہی مقام ومرتبہ نصیب فرمائے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم اپنے والدین کی خدمت میں ذرہ بھر کوتاہی نہ کریں۔

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا، آپ کے بیٹے کا کیا حال ہے......؟ وہ آپ کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے......؟

جواب میں فرمانے لگے:

كَفَانِيْ اَمْرَ دُنْيَایَ وَفَرَّغَنِيْ لِآخِرَتِيْ

[حلیۃ الاولیاء:3/124]

"وہ مجھے دنیا کے معاملے میں کافی ہو گیا ہے اور اس نے مجھے آخرت کی تیاری کے لیے فارغ کر دیا ہے۔"

یعنی میرے ادب واحترام کے ساتھ ساتھ وہ میری دنیا کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے اور میں پوری یکسوئی اور فراغت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنی آخرت کی تیاری میں مصروف ہوں۔

سامعین کرام......! یہی وہ خوش نصیب نوجوان تھے جنہوں نے اپنے والدین کو آرام پہنچایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں جہانوں میں کامیاب کر دیا اور آج ہمارے معاشرے میں اکثر جوانوں کی یہی کمزوری ہے کہ وہ والدین کے حد درجہ گستاخ ہیں اور ان کے آگے زبان چلانا بہادری سمجھتے ہیں جب کہ قرآن مجید تو ہمیں اُف کہنے سے بھی روکتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ پر غور فرمائیں:

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝﴾ [بنی اسرائیل:24-23]

”والدین کو اف تک نہ کہہ اور نہ ہی ان دونوں کو جھڑک اور ان دونوں سے احترام سے بات کر و اور ان کے سامنے نرمی سے عجز کے بازو جھکا اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔“

والدین کی خدمت کا پانچواں فائدہ:

جنت نصیب ہوگی، یعنی جو شخص اپنے والدین کی خدمت کا حق ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کے بدلے اور صلے میں جنت عطا فرمائیں گے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں قراءت کی آواز سنی، میں نے کہا: یہ کس کی آواز ہے......؟ مجھے جواب ملا یہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں اور نیکی کا بدلہ اسی

طرح دیا جاتا ہے، نیکی کرنے والے کو ہم جنت میں اسی طرح نوازتے ہیں اور حضرت حارثہ میں سب سے بڑھ کر یہی نیکی تھی کہ وہ اپنی والدہ کے خدمت گزار تھے، حدیث کے الفاظ ہیں:

وَكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهِ [مستدرک حاکم:3/208، شرح السنة:3418]

''وہ لوگوں میں سے سب سے بڑھ کر اپنی ماں کی خدمت کرنے والے تھے''

اللہ تعالیٰ نے بدلے میں جنت کے اعلیٰ اعزازات عطا فرما دیئے۔

سامعین کرام......!

اس سلسلے میں کئی ایک روایات ہیں وقت کی قلت کے پیش نظر ایک جامع حدیث پوری دلجمعی سے سماعت فرمائیں:

حضرت معاویہ سُلَمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر کہا: اے اللہ کے رسول!

اِنِّیْ كُنْتُ اَرَدتُّ الْجِهَادَ مَعَكَ اَبْتَغِیْ بِذَالِكَ وَجْهَ اللهِ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ

''میں آپ کے ساتھ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں اور اس کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پا کر اپنی آخرت سنوارنا چاہتا ہوں۔''

اس سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں کہا کہ چلو! جلدی تیار کرو، جہاد کے لیے نکلیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً پوچھا: کیا تیری والدہ زندہ ہے......؟ معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جا، واپس لوٹ جا! اور اپنی والدہ کی خدمت کر!

معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں جہاد فی سبیل اللہ کا بہت زیادہ شوق تھا میں نے آپ کے اس جواب کی طرف کوئی زیادہ توجہ نہ دی بلکہ دوسری

جانب سے گھوم کر میں آپ کے پاس آیا اور آ کر یہی کچھ کہا کہ اللہ کی راہ میں آپ کے ساتھ جہاد پر جانے کا ارادہ ہے اور مقصد صرف اور صرف یہی ہے اللہ خوش ہو جائے اور آخرت سنور جائے، آپ ﷺ نے مجھے پوچھا: تیرا کچھ نہ رہے، تیری والدہ زندہ ہے......؟

میں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول......!

آپ ﷺ فرمانے لگے: واپس چلا جا اور واپس جا کر لازمی طور پر اپنی ماں کی خدمت کر۔

معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں جہاد کا اس قدر جنون تھا کہ پھر میں نے آپ ﷺ کے حکم پر عمل نہ کیا بلکہ آگے سے ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میدان جہاد میں اپنی بہادری کے جوہر دکھلانے کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے میں نے اپنی نیت کو بھی واضح طور پر بیان کیا کہ مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کر کے اپنی آخرت کو بہتر بنانا ہے۔ آپ ﷺ نے تیسری بات پھر مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا تیری والدہ زندہ ہے......؟

میں نے کہا: جی ہاں! اے اللہ کے رسول......!

آپ ﷺ نے پھر تیسری مرتبہ مجھے حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَيْحَكَ الْزَمْ رِجْلَهَا فَثَمَّ الْجَنَّةُ

''تیرا کچھ نہ رہے! اپنی ماں کے پاؤں سے چمٹ جا! جنت وہیں ہے''

[ابن ماجہ: 2781، المصنف: 34145، جامع ترمذی: 2781]

سامعین کرام......! آپ اس حدیث پر غور فرما کر ان نوجوانوں کی بے راہ روی کا اندازہ لگائیں جو مختلف تنظیموں میں اس قدر جنون کے ساتھ وابستہ ہیں کہ ان کے والدین ایک وقت کی روٹی کے لیے پریشان ہیں لیکن ان کو ان کی خدمت کی کوئی

پروا نہیں......؟ کیا ایسے نوجوان بخشش اور جنت کے مستحق ہیں......؟

میں نے آپ کو صحیح حدیث سنائی ہے، غور اور فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ آج کئی لوگ والدین کی اجازت اور ان کی خدمت کو ذرہ بھر کوئی حیثیت نہیں دیتے جب کہ یہ کامیابی نہیں بلکہ یہ ہلاکت کا راستہ ہے۔

اللہ کے بندو......! یاد رکھو! شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے بڑے بڑے جھانسے دیتا ہے۔ بعض راستے بظاہر نیکی کے دکھائی دیتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ تباہی کے راستے ہوتے ہیں۔

اسی طرح جامع ترمذی [1900] اور مستدرک حاکم میں ایک صحیح حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے باپ کو جنت کے دروازوں میں سے درمیانہ دروازہ قرار دیا ہے۔ ہماری اصل منزل اللہ کی جنت ہے اور اس کا حصول والدین کی خدمت کیے بغیر اگر ناممکن نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہے۔

رفاعہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں نے حارث عکلی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی والدہ کے جنازے میں بہت زیادہ روتے ہوئے دیکھا تو میں نے ان کو کہا: حضرت آپ کیوں رو رہے ہیں......؟ وہ جواب میں فرمانے لگے:

وَلِمَ لَا اَبْكِيْ وَقَدْ اُغْلِقَ عَنِّيْ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ

[ففیہما فجاہد:91]

"میں کیوں نہ روؤں؟ جب کہ مجھ پر آج جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔" اللہ اکبر!

یہاں سے آپ اندازہ لگائیں کہ والدین اللہ تعالیٰ کی صرف نعمت ہی نہیں بلکہ جنت ہیں اور ہمیں والدین کی خدمت میں ذرہ بھر کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

ان شاء اللہ اگر کہیں کبھی موقع ملا تو والدین کے نافرمانوں کا برا انجام بھی

ضرور بیان کروں گا کہ وہ کس طرح دنیا میں ذلیل وخوار ہو کر مرے اور دنیا والوں کے لیے نشانِ عبرت بنے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ مجھے اور آپ کو والدین کی خدمت کر کے پانچوں فوائد حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

هذا ما كان عندى والله تعالى اعلم بالصواب
ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله
واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

اپنے گھروں کو اسلامی بنائیں
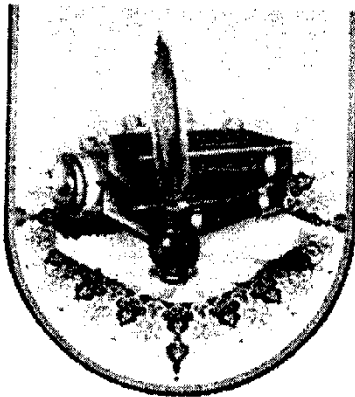
آئیے......!
اپنے گھروں کو اسلامی بنائیں

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴾ [النحل:80]

’’اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا ہے اور تمہارے لیے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم کوچ کے دن اور قیام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کی پشم اور ان کے بالوں سے تمہارے لیے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے بنائیں۔‘‘

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرما کر بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں ہیں، اگر ہم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو کبھی شمار نہیں کر سکتے، مال، اولاد، والدین اور صحت یہ سب قیمتی نعمتیں ہیں۔ اسی طرح ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑی نعمت گھر ہے۔ جس میں ہم اپنے دن رات بسر کرتے ہیں ۔ عمومی طور پر باقی نعمتوں کی طرح لوگ اس نعمت کی بھی بے قدری کرتے ہیں اور اپنے گھروں کو ویران اور شیطان کی آماج گاہ بنا لیتے ہیں۔

پیارے بھائیو......! گھر والی نعمت کی قدر اس شخص سے پوچھو جو رات فٹ پاتھ پر، کسی اسٹیشن پر یا کسی پارک میں گزارتا ہے۔ دنیا میں چار دیواری اور چھت کا مل جانا اور امن کے ساتھ اپنے اہل وعیال کو لے کر کہیں بیٹھ جانا، حدیث کے مطابق یہ نعمت ہی نہیں بلکہ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔

بحیثیت مسلمان ہم سب پر فرض ہے کہ ہم گھروں کے ماحول کو صاف ستھرا اور اسلامی بنائیں، مسلمان اور کافر کے گھر میں نمایاں فرق ہونا چاہیے۔ مسلمان کا گھر اور وہاں کا ماحول ایسا پاکیزہ ہو کہ ہر پل آخرت کی طرف دھیان رہے، گھر کی چار دیواری میں فحاشی اور برائی کا نام ونشان تک نہ ہو، دوسری بات یہ ہے کہ اپنے ضروری

کام کاج سے فارغ ہو کر اپنا زیادہ وقت اپنے گھر میں گزاریں۔ آج کل ہمارے معاشرے میں جو آوارگی اور بے راہ روی ہے اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں اور والدین کے ساتھ نہ ہونے کے برابر وقت گزارتے ہیں اور سارے کا سارا وقت یاری، دوستی اور چوکوں و چوراستوں میں برباد کر دیتے ہیں۔ جن لوگوں کا گھر ٹھہرنے کو جی نہ چاہے اور ہمہ وقت آوارہ گردی کی فکر لاحق رہے، ان کے گھر کبھی آباد نہیں ہو سکتے، نہ ازدواجی زندگی خوشگوار ہوگی اور نہ ہی والدین راضی ہوں گے۔ دنیا کے فتنوں اور آوارگی کے برے نتائج سے بچنے کے لیے واحد حل یہی ہے کہ زیادہ وقت اپنے گھر والوں کو دیں اور چار دیواری میں گزاریں۔

اس سلسلے میں تمہیدی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند احادیث سماعت فرمائیں:

صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ نجات کن کاموں میں ہے......؟ یعنی سلامتی والی، پرامن زندگی کا راز کیا ہے......؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيْئَتِكَ

[مسند احمد: 569/28 حدیث: 17334، جامع الترمذی: 2406، سلسلة الاحادیث الصحیحة: 890، صحیح الجامع الصغیر: 1392]

''اپنی زبان کو اپنے کنٹرول میں رکھ اور اپنے گھر کو اپنے لیے کافی سمجھ اور اپنے گناہوں پر رو۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

سَلَامَةُ الرَّجُلِ مِنَ الْفِتْنَةِ اَنْ يَّلْزَمَ بَيْتَهُ

[صحیح الجامع الصغیر: 3649]

”آدمی کا فتنے میں بچنا اسی میں ہے کہ وہ اپنے گھر میں ٹھہرے۔“

اور ایک روایت میں فتنوں سے بچنے کے لیے آپ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا:

وَالْزَمُوْا اَجْوَافَ الْبُيُوْتِ

[جامع الترمذی:2202، صحیح الجامع الصغیر:1221 سلسلہ:1524]

”اپنے گھروں کے اندرون کو لازم پکڑو۔“

یعنی فتنوں کے دور میں زیادہ وقت اپنے گھروں کے اندر رہو۔ بہت سی الجھنوں اور پریشانیوں سے محفوظ رہو گے، بلکہ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو خوشحالی، خوشگواری اور جنت کی بشارت دی ہے جو اپنے گھر کو اپنے لیے کافی سمجھتا ہے اور ضروری کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے گھر میں ٹھہرتا ہے۔

حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیں:

طُوْبٰى لِمَنْ مَلَكَ لِسَانَهُ وَسَعَى بَيْتَهُ وَبَكَى عَلَى خَطِيْئَتِهِ

[المعجم الاوسط: 2340، المعجم الصغیر: 212، صحیح الجامع الصغیر: 4529، صحیح الترغیب والترھیب:3332]

”خوشخبری یا جنت کے طوبیٰ درخت کا سایہ ہے اس شخص کے لیے جس نے اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھا اور اپنے گھر کو کافی سمجھا اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے رویا۔“

سامعین حضرات......! موجودہ حالات میں آپ سروے اور تحقیق کر لیں جن لوگوں کو زیادہ پھرنے کی عادت ہے وہ طرح طرح کی عداوتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور جو لوگ زیادہ وقت اپنے گھر میں گزارتے ہوئے ذکر و فکر میں مصروف رہتے ہیں وہ سلامتی اور عافیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

آج کل یہ نظریہ بعض پڑھے لکھے دنیا دار حضرات میں بہت زیادہ گردش کر

رہا ہے کہ ”زیادہ وقت گھر سے باہر رہنا چاہیے پھر گھر والے زیادہ عزت کرتے ہیں، زیادہ وقت گھر میں رہیں تو گھر والوں کی نگاہوں میں مقام اور وقار نہیں رہتا“

یہ سوچ آوارہ مزاج لوگوں کی ہے اور معاشرہ اس سوچ کی بری سزا بھگت رہا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ ہماری یہی رہنمائی کرتی ہے کہ اپنے کاروبار اور ملازمت سے فارغ ہوتے ہی گھروں کا رخ کرو اور اپنے والدین کی خدمت اور بچوں کی تربیت میں وقت گزارو۔ آج کل مرد تو مرد رہے عورتیں بھی اپنا زیادہ وقت گھر سے باہر گزار کر خوش ہوتی ہیں۔ منہ اٹھائے بازاروں میں نکلنا معمول اور فیشن بن چکا ہے جب کہ دین اسلام اور شریف خاندانی لوگ اس کو ہرگز ہرگز اچھا نہیں سمجھتے۔ بلکہ قرآن مجید نے تو کائنات کی سب سے پاکیزہ خواتین ازواجاتِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی گھروں میں ٹھہرے رہنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾

”اور اپنے گھروں میں قرار پکڑے رکھو، پہلے دورۂ جاہلیت کی طرح اپنی زیب وزینت کی نمائش نہ کرتی پھرو۔“ [احزاب:33]

بن سنور کر آزادانہ پھرنا بے دین عورتوں کی علامت ہے۔ یہی وہ عورتیں ہیں کہ جن کو باہر رہنے کی عادت پڑ جائے تو گھر کی چار دیواری ان کو اچھی نہیں لگتی، وہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کو اور غیر محرموں کے ساتھ ڈیل کرنے کو بہت بڑا معرکہ سمجھتی ہیں۔ جب کہ حدیث کے مطابق باحیا عورت جس قدر زیادہ گھر کے اندرونی حصوں میں رہے اس قدر وہ زیادہ اللہ کے قریب ہوتی ہے۔ فرمان مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غور فرمائیں:

اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ وَاَنَّهَا اِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَاِنَّهَا

أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ إِلَى اللهِ وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا

[المعجم الكبير: 10/108حديث: 10115حديث صحيح، صحيح ابن خزيمة:1685، ارواء الغليل:273]

"عورت پردہ ہے اور جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کا پیچھا کرتا ہے اور عورت اس وقت اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ گھر کے اندر ہو۔"

بہر صورت ان تمہیدی گزارشات میں مجھے صرف یہی بات سمجھانا تھی کہ زیادہ وقت اپنے گھروں میں گزاروں اور اپنے گھروں کے ماحول کو روحانی اور اسلامی بناؤ۔ گھر کے ماحول ہی سے خاندان سنورتے اور بگڑتے ہیں۔

آج میں آپ کے سامنے گھروں کے حوالے سے چند ضروری باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں جن کا خیال رکھنے سے آپ کا گھر روحانی مرکز ہوگا اور آپ اپنے گھر میں اسلام اور ایمان کی خوشبو محسوس کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے گھر جیسی عظیم نعمت کا تذکرہ کرتے ہوئے کیا خوب ارشاد فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴾ [النحل:80]

"اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا ہے اور تمہارے لیے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم کوچ کے دن اور قیام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کی پشم اور ان کے بالوں سے تمہارے لیے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے بنائیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ تمہارے گھر بہت بڑی نعمت ہیں اور تمہارے لیے سکون کی جگہ ہیں، سکون آوارگی میں اور بازاروں میں چکر لگانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ گھر سے حاصل ہوتا ہے اور اگر گھر کا ماحول اسلامی اور روحانی بنا دیا جائے تو صرف سکون ہی نہیں بلکہ گھر سے لذت اور روحانی خوشبو آنا شروع ہو جاتی ہے۔

آیئے......! ہم اپنے گھروں کا ماحول ایسے بنائیں کہ صبح وشام رحمت کے فرشتوں کا نزول ہو اور ہمارا گھر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا مرکز ہو۔

گھر کے ماحول کو اسلامی بنانے کا پہلا اصول:

کافر اور مسلمان کی زندگی میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ کافر کو اللہ تعالیٰ کی ذرہ بھر کوئی فکر نہیں ہوتی، لیکن مسلمان ہر وقت اللہ کی یاد میں محو رہتا ہے۔ ایک مسلم اور غیر مسلم کے گھر داخل ہونے میں بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ غیر مسلم منہ اٹھائے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں اور گھر داخل ہوتے وقت ان کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس بہت بڑی نعمت اور امانت ہے۔ جب کہ مسلمان جب گھر داخل ہوتا ہے تو اس کو اس بات کا مکمل احساس ہوتا ہے کہ میرا یہ گھر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور عارضی طور پر میرے پاس امانت ہے اگر میں نے اس گھر کی قدر کرتے ہوئے اس کے ماحول کو اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے مطابق بنا لیا تو وہ مجھے مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیش کے لیے جنت میں گھر عطا کرے گا۔

سب سے پہلے آپ گھر داخل ہوتے وقت درج ذیل مسنون دعا پڑھیں، رحمت اور برکت کے ساتھ ساتھ گناہ معاف ہوں گے اور اجر وثواب بھی ملے گا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ

وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا

[سنن ابی داود:5096، المعجم الکبیر:3452، سلسلہ احادیث صحیحہ:225]

''اے اللہ! میں تجھ سے بہتر داخلے کا اور بہتر نکلنے کا سوال کرتا ہوں، اللہ کے نام کے ساتھ ہم گھر میں داخل ہوئے اور اللہ کے نام کے ساتھ ہم گھر سے نکلے اور اللہ اپنے رب پر ہی ہم بھروسہ کرتے ہیں۔''

غور فرمایئے......! یہ کلمات اس قدر پاکیزہ اور جامع ہیں، دخول اور خروج کے متعلق بہتری کا سوال ہے اور ساتھ اس عقیدے کا اظہار ہے کہ میرا کینال دو کینال کے مکان پر کوئی بھروسہ نہیں ہے، یہ خوبصورت ٹائلیں اور مضبوط چھتیں میری حفاظت نہیں کر سکتیں بلکہ میرا بھروسہ اس پروردگارِ عالم پر ہے جو پوری کائنات کا محافظ اور نگہبان ہے، اڑھائی، پانچ مرلے کا مکان بنا کر اسی پر بھروسہ کر لینا دنیاداروں کا کام ہے، دیندار اور اللہ والے لوگ مضبوط قلعوں میں بیٹھ کر بھی اللہ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ اور اسی طرح جب آپ گھر سے نکلیں تو رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ پاکیزہ دعا ضرور بالضرور پڑھیں، دعا کے کلمات یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

''اللہ تعالیٰ کے نام سے (نکلتا ہوں) اللہ پر توکل کرتا ہوں اور اس کی توفیق کے بغیر کوئی ہمت اور قوت نہیں ہے۔''

سبحان اللہ......! گھر سے نکلتے وقت کی دعا میں بھی یہی تین باتیں ہیں کہ میں اللہ کا نام لے کر گھر سے باہر نکلتا ہوں اور جو مال اسباب مجھے اللہ نے دیا ہے میرا اس پر بھروسہ نہیں بلکہ میرا اللہ کی ذات پر بھروسہ ہے اور میں ہر قسم کی قوت واختیار کا مالک صرف اسی کو سمجھتا ہوں۔ جو مسلمان گھر سے نکلتے ہوئے یہ ننھی منھی سی پاکیزہ دعا پڑھ لے تو اس کے بارے میں اللہ رب العالمین یا اس کی رحمت کا فرشتہ مندرجہ ذیل

تین کلمات کہتا ہے:

هُدِيْتَ........... ''تو ہدایت دیا گیا'' یعنی تجھے سیدھی راہ پر چلایا جائے گا، اور جس مولا و داتا پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کا نام لے کر تو گھر سے نکلا ہے وہ تیری پوری پوری رہنمائی کرے گا۔

وَكُفِيْتَ...... اور تجھے دوسروں سے بے نیاز کر دیا گیا ہے اللہ ہی تجھے کافی ہے اور ہر معاملے میں وہ تجھے کفایت کرنے والا ہے۔

وَوُقِيْتَ...... اور تو بچایا گیا ہے، یعنی شیاطین اور دشمنوں سے تجھے حفاظت دی جائے گی اور اللہ پاک ہر بدنظر کے شر سے تجھے محفوظ رکھے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ شیطان ایسے شخص کا رستہ چھوڑ دیتا ہے اور دعا پڑھ کر نکلنے والے مسلمان کے قدم فاروقی قدم بن جاتے ہیں حدیث کے الفاظ ہیں:

فَيَتَنَحَّى عَنْهُ الشَّيْطَانُ...... شیطان اس سے دور چلا جاتا ہے۔

[سنن ابی داود: 5095، جامع الترمذی: 3426، المعجم الكبير: 8889، صحيح الجامع الصغير: 499]

اب آپ اندازہ فرمائیں کہ جو مسلمان گھروں میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت مندرجہ بالا دعائیں نہیں پڑھتے وہ کس قدر برکتوں سے محروم ہیں......؟ معمولی سی غفلت کی بنا پر اللہ کی رحمت، نصرت اور ضمانت سے ساری زندگی محروم رہتے ہیں۔

آج اس بات کا عہد کریں کہ ہم یہ دعائیں ضرور یاد کریں گے اور پورے اہتمام کے ساتھ پڑھیں گے۔ ہمارے نزدیک یہ دعائیں نہ پڑھنے والا اگر گنہگار نہیں تو کم از کم ناشکرا اور برکتوں سے محروم ضرور ہے۔

آیئے......! اس گھر والی نعمت کی قدر کرتے ہوئے سب سے پہلے آنے جانے کی دعائیں یاد کریں اور اپنے بچوں کو بھی باقاعدہ اس کی تعلیم دیں، اللہ سبحانہ

وتعالیٰ قرآن مجید میں کیا خوب فرماتے ہیں:

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴾ [النحل:80]

''اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا ہے اور تمہارے لیے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم کوچ کے دن اور قیام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کی پشم اور ان کے بالوں سے تمہارے لیے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے بنائیں۔''

گھر کے ماحول کو اسلامی بنانے کا دوسرا اصول:

گھر میں داخل ہوتے ہوئے تمام اہل خانہ کو سلام کہیں! اگر آپ گھر والوں کے لیے اعلیٰ نفیس کھانے اور تر و تازہ پھل نہیں لا سکے تو کوئی عیب والی بات نہیں ہے لیکن کم از کم آپ اس قدر بخیل تو نہ بنیں کہ ان کو سلام کے تحفے سے بھی محروم کر دیں۔ رب کبریا کی کبریائی کی قسم ہے کہ اگر آپ اپنے گھر والوں کے لیے سلامتی کا نغمہ لے کر گھر آئے ہیں تو دنیا کی کوئی نعمت اس سے بڑھ کر قیمتی نہیں ہے۔ سلام کرنے سے جہاں آپکو اور آپکے گھر والوں کو اجر و ثواب ملے گا وہاں پورے گھر پر سلامتی و برکت کا سایہ ہوگا اور قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اس بات کا حکم دیا ہے کہ گھروں میں منہ اٹھائے داخل ہونے کی بجائے سلام کرتے ہوئے گھر میں جایا کرو، ارشادِ خداوندی نوٹ فرمانا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ [النور:27]

''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تم اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔''

اور دوسرے مقام پر سلام کو پاکیزہ اور مبارک تحفہ قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴾ [النور:61]

''جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے گھر والوں کو سلام کہا کرو یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ سے کام لو۔''

آیت سے معلوم ہوا کہ ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاکیزہ تحفہ ہے اور یہ پاکیزہ تحفہ اپنے گھر والوں پر پیش کرتے ہوئے ہمیں سستی اور غفلت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ بعض صحیح روایات میں یہاں تک آتا ہے کہ آپ ﷺ سلام نہ کرنے والے شخص کو واپس لوٹا دیتے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا بُنَيَّ! إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ

[جامع الترمذی:2698، صحیح الترغیب:1608 والحدیث جید]

''مجھے رسول اللہ ﷺ نے کہا: اے میرے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو ضرور سلام کرو، تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے تین ... دو باتوں کی ضمانت دی ہے کہ جب تک وہ زندہ رہیں گے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو برکت والا رزق عطا فرمائیں گے اور جب ان کو موت آئے گی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو جنت عطا کرے گا اور تیسرا شخص وہ ہے جو گھر میں داخل ہوتے گھر والوں کو سلام کرتا ہے [سنن ابی داود: 2494]

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی یہ سعادتیں نصیب فرمائے۔ آمین!

دعا اور سلام کی برکت سے گھریلو جھگڑے ختم:

غالباً میں نے ایک محدث کے بارے میں پڑھا کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرا اپنی بیوی کے ساتھ اور گھر والوں کے ساتھ کبھی جھگڑا نہیں ہوا اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ جب میں گھر داخل ہوتے وقت مسنون دعا پڑھتا ہوں تو میرے دل ودماغ پر مسنون کلمات کا اس قدر گہرا اثر ہوتا ہے کہ اگر مجھے تھکن ہوتی ہے تو میری تھکن ختم ہو جاتی ہے، اگر مجھے کسی بات پر غصہ ہو تو دعا کی برکت سے میرا غصہ بھی دور ہو جاتا ہے اور میں ہشاش بشاش خوشگوار موڈ کے ساتھ اپنے گھر والوں کو سلام کرتے ہوئے بیٹھ جاتا ہوں۔

سامعین کرام......! اگر آپ بھی شیطان کی شر انگیزیوں سے بچنا چاہتے ہیں تو گھر داخلے کی دعا اور داخل ہوتے سلام کا ضرور اہتمام کریں۔ اور اپنے گھر کو سکون گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی وایمانی مرکز بھی بنائیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس عظیم نعمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا

إِلَىٰ حِينٍ﴾ [النحل:80]

''اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا ہے اور تمہارے لیے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم کوچ کے دن اور قیام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کی پشم اور ان کے بالوں سے تمہارے لیے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے بنائیں۔''

گھر کے ماحول کو اسلامی بنانے کا تیسرا اصول:

اپنے گھروں میں سنن ونوافل کا اہتمام کریں، نوافل کی برکات سے اللہ تعالیٰ گھروں کی تمام نحوستیں ختم فرما دیتے ہیں جن گھروں میں لمبے لمبے رکوع اور سجدے کیے جاتے ہیں اللہ ان گھروں کو مبارک گھرانے بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھی کچھ اسی طرح کی وحی فرمائی تھی:

﴿ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾

''ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر منتخب کرو اور اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور اہلِ ایمان کو خوشخبری دے دو۔'' [یونس:87]

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو گھروں میں نوافل ادا کرنے کی ترغیب ہی نہیں دی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا کہ گھروں میں کچھ نہ کچھ نماز ضرور پڑھا کرو۔

اہل حدیثو......! اور اہلِ سنت کہلانے والو! میں تمہارے سامنے چند احادیث پڑھتا ہوں ان کو پوری توجہ سے سنو، اور ان پر عمل کرتے ہوئے اپنے

گھروں کو رحمتوں کے گہوارے بناؤ۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوْتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ [صحیح البخاری:731، صحیح المسلم:781]

"اے لوگو! اپنے گھروں میں ضرور نماز پڑھو، اس لیے کہ فرضی نماز کے علاوہ آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے۔"

امام الاولیاء سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِجْعَلُوْا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا

[صحیح البخاری:432، صحیح المسلم:777]

"تم اپنی نمازوں میں سے کچھ حصہ اپنے گھروں میں ضرور ادا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔"

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ فِيْ مَسْجِدِهِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهِ نَصِيْبًا مِّنْ صَلَاتِهِ فَإِنَّ اللهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهِ مِنْ صَلَاتِهِ خَيْرًا [صحیح المسلم، صلاۃ المسافرین:778]

"جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز مسجد میں ادا کرے تو وہ ضرور اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھر میں ادا کرے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں اس کی نماز کی ادائیگی سے خیر و برکت رکھ دیتا ہے۔"

ان احادیث کو سننے کے بعد کیا اس بات کی کوئی گنجائش رہتی ہے کہ بلاوجہ

سنن ونوافل مسجد میں ہی پڑھے جائیں......؟ بلکہ میں نے بعض محدثین کے بارے میں پڑھا ہے کہ حرمین شریفین میں بھی ایسے ہی کرنا چاہیے کہ فرائض مسجد حرام اور مسجدِ نبوی میں اور سنن ونوافل اپنی رہائش گاہ میں ادا کیے جائیں تا کہ وہ عارضی رہائش گاہ بھی جہاں رحمت وبرکت کا ذریعہ بنے وہاں وہ بارگاہِ الٰہی میں گواہی بھی پیش کرے۔

گھریلو حالات سے تنگ عورت کو نصیحت:

ہمارے ہاں اکثر شادی شدہ عورتیں اپنے سسرال میں خوشگوار زندگی بسر کرنے میں ناکام رہتی ہیں، بلکہ گھروں میں ہمہ وقت لڑائی جھگڑے کا ماحول رہتا ہے اس کا آسان اور بہترین حل یہ ہے کہ خاتون خانہ سارا وقت ٹیلی ویژن کے سامنے اور کچن کی مصروفیات میں برباد نہ کریں بلکہ چوبیس گھنٹوں میں سے تھوڑا سا وقت اپنے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کریں۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ کثرت سے نفل ونوافل ادا کرنے والی عورت جنت جانے سے قبل جنت کی خوشبو پا لیتی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ ہماری مسلم خواتین کو سمجھ عطا فرمائے کہ وہ تبصروں اور غیبتوں کی بجائے اللہ کے سامنے سر جھکا کر سکون اور سرور پانے والی بن جائیں اور قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ گھر بہت بڑی نعمت اور راحت وسکون کی آماجگاہ ہے۔

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴾ [النحل:80]

’’اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا ہے اور تمہارے لیے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم کوچ کے دن اور قیام

کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کی پشم اور ان کے بالوں سے تمہارے لیے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے بنائیں۔"

گھر کے ماحول کو اسلامی بنانے کا چوتھا اصول:

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ گھروں کے تمام اندھیرے روشنیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، جن گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے وہ گھر شیطانی اثرات سے محفوظ ہو کر رحمت و برکت کا مرکز بن جاتے ہیں۔ جب سے گھروں میں ٹیلی ویژن اور کیبل کی ذریعے ناچ گانے اور ڈرامے دیکھنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے اسی وقت سے گھروں میں رحمت و برکت کے آثار ختم ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں قرآن مجید پڑھنے کی خصوصی تلقین فرمائی ہے اور قرآن مجید میں سے بالخصوص سورۃ البقرہ پڑھنے کا خصوصی حکم ارشاد فرمایا ہے۔ جادو کے اثرات اور شیطان کی چالوں سے محفوظ رہنے کے لیے تعویزات کی ضرورت نہیں ہے بلکہ گھروں میں صفائی ستھرائی کا اہتمام کرتے ہوئے سورۂ بقرہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ آنے والے فرمان نبوی پر خصوصی توجہ فرمائیں، تاجدارِ کونین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ تُقْرَاُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ [صحيح المسلم:780]

"اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ! بلاشبہ شیطان ایسے گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے۔"

اور اسی طرح دوسری روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامًا وَسَنَامُ الْقُرْآنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاِنَّ

الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ تُقْرَءُ ، خَرَجَ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُقْرَءُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

[مستدرک حاکم:561/1، سلسلہ احادیث صحیحہ:588]

''ہر چیز کے لیے چوٹی و بلندی ہے اور قرآن کی چوٹی سورۃ البقرہ ہے اور بلاشبہ شیطان جب سورۂ بقرہ سنتا ہے تو ایسے گھر سے بھاگ نکلتا ہے جس میں سورۃ البقرہ کی تلاوت کی جائے۔''

ان دونوں روایات اور ان سے ملتی جلتی احادیث کے دو مطلب ہیں:

1. واقعتاً شیطان اپنے چیلوں سمیت گھروں سے رخصت ہو جاتا ہے اور گھرانے شیطانی اثرات سے پاک ہو جاتے ہیں، شیطان کو ایسے گھروں میں ڈیرہ جمانے کے لیے ہرگز ہرگز موقع نہیں ملتا۔

2. قرآن اور بالخصوص سورۃ البقرہ کی تلاوت کی برکت سے انسان تعلق باللہ کی اتنی بلندی پر چلا جاتا ہے کہ گھر کا سارا ماحول سدھر کر اسلامی ہو جاتا ہے، نیک اعمال کی توفیق اور ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ سنن و نوافل کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں اکثر لوگ گھریلو معاملات میں بہت زیادہ پریشان ہیں۔ اس پریشانی کا بہترین علاج اور حل یہ ہے کہ صبر اور برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود گھروں میں سنن و نوافل اور قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کیا جائے۔ مساجد سے حفاظ کرام کو بلا کر یعلمون اور تعلمون کے رگڑوں سے کچھ تبدیلی نہیں آئے گی، خود سورۂ بقرہ کی باقاعدگی سے تلاوت کریں۔ انشاء اللہ الرحمن بہت جلد سب گھریلو معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔

گھرانے نہیں شیطانی ڈیرے ہیں:

کئی گھرانے بظاہر دیکھنے میں بڑے خوبصورت اور مضبوط ہیں لیکن

وہاں اللہ کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے شیطانوں نے ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔ حقیقت میں وہ شیطانی گودام ہیں اور آج کل اکثر گھرانوں کی یہی حالت ہے کہ ذکر وفکر کی جگہ حرام نے لے لی ہے۔ آپ کے سامنے ایک حدیث بیان کرتا ہے، کامل اطمینان کے ساتھ اس کو سمجھیں اور اس کی گہرائی میں جانے کی کوشش کریں:

اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَاسْمَ اللّٰهِ تَعَالَى حِيْنَ يَدْخُلُ وَحِيْنَ يَطْعَمُ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ هٰهُنَا وَاِنْ دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِاللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَاِنْ لَمْ يَذْكُرِاللّٰهَ عِنْدَ مَطْعَمِهٖ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ [صحيح المسلم:2018]

"جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتے اور کھانا کھاتے اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں کو کہتا ہے: تمہارے لیے رات کا ٹھہرنا ہے اور نہ ہی یہاں رات کا کھانا ہے اور اگر آدمی داخل ہوا اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا تو شیطان کہتا ہے، ہم نے رات ٹھہرنے کی جگہ پالی ہے اور اگر اس نے کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر نہیں کیا تو شیطان کہتا ہے تم نے رات کا کھانا بھی پالیا ہے۔"

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

1 جو لوگ گھروں میں داخل ہوتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، یہاں ذکر سے مراد وہ مسنون دعا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو سکھلائی ہے اور کھانا کھانے سے قبل "بسم اللہ" پڑھتے ہیں ایسے گھروں سے شیطان اپنے چیلوں سمیت بھاگ جاتا ہے، ذکر کی برکت سے وہ وہاں نہیں ٹھہرتا، پھر ایسے گھرانے پر اللہ تعالیٰ رحمتوں اور برکتوں کا سایہ فرماتے ہیں:

2 جو شخص گھر داخلے کی دعا پڑھتا ہے اور نہ ہی کھانا کھاتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں سمیت وہاں سے کھانا بھی کھاتا ہے اور رات بھی وہیں بسر کرتا ہے۔ جن گھروں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا وہ صرف انسانوں کے گھر نہیں بلکہ شیطانوں کے ڈیرے بھی ہیں۔

سامعین کرام......! اب آپ بنظر انصاف بتائیں کہ کہیں شیاطین تو ہمارے گھروں میں نہیں رہتے......؟ ہم ذکر اور مسنون دعاؤں میں غفلت کی وجہ سے فرشتوں کی رحمت ونصرت سے محروم تو نہیں ہو چکے......؟

اللہ کے بندو......! آج یہ بات کان کھول کر سن لو! گھر میں سانپ کا رہنا اتنا خطرناک نہیں ہے جتنا خطرناک شیطان کا رہنا ہے کیونکہ سانپ کو اگر موقع ملا تو وہ جسم کو ڈسے گا لیکن شیطان تو ہر پل ہماری غیرت اور ایمان کو تباہ کرنے کے در پے ہے، آج جن گھروں میں لڑائی جھگڑے زیادہ ہوتے ہیں اور گھر والے آپس میں ایک دوسرے سے چونچیں لڑاتے رہتے ہیں وہ سب شیطان کے ڈسے ہوئے ہیں، کیونکہ ذکر وفکر والے گھرانوں میں ہمہ وقت ادب واحترام اور پیار ومحبت کی فضا غالب رہتی ہے۔

قاری جی......مینوں تعویز کردو!

آج کل لوگوں نے اپنے آپ کو طفل تسلیاں دینے کے لیے تعویزات حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا اور پیشہ ور مولوی دن رات لوگوں کو بدعمل بنا رہے ہیں اور مردوں کی بنسبت عورتوں کے عقیدے زیادہ کمزور ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ہمارے استادِ محترم کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی:

قاری صاحب! ہمارے اوپر کسی نے کچھ کیا ہوا ہے، پتہ نہیں جادو کا اثر ہے

یا کسی باہر کی چیز نے ہمیں اپنے گھیرے میں رکھا ہوا ہے، ہمارے گھر میں برکت نہیں، میرے بیٹے ہر وقت لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں، ہمارا گھر سکون کی جگہ نہیں بلکہ کباڑ خانہ اور نفرتوں کا اڈا بن چکا ہے، اللہ کے لیے مجھے کوئی تعویز دے دیں جس کی وجہ سے میرے گھر کے معاملات سدھر جائیں اور ہماری زندگی میں راحت آسکے۔

استادِ محترم تعلق باللہ کی لذتوں سے بہت زیادہ آشنا تھے اور عدمِ ذکرِ الٰہی کی نحوستوں کو بخوبی سمجھتے تھے، آپ فرمانے لگے:

اے بی بی......! تعویز کی ضرورت نہیں تعویز نہ رسول اللہ ﷺ نے لکھ کر دیئے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس کے ذریعے اپنی پریشانیوں کو دور کرتے تھے، یہ تو بدعمل اور بے دین عاملوں کی دکان داری ہے، میں تمہارے گھر آؤں گا، سب بچوں کو جمع کرنا اور میرے ساتھ جھوٹ نہ بولنا، میں انشاء اللہ سارے جن نکال دوں گا اور گھر کے سارے معاملے اللہ کی رحمت سے بہتر ہو جائیں گے اور اگر تم نے جھوٹ بولا تو اسی طرح نفرتوں کی آگ میں جلتے رہو گے۔

شیخ محترم رحمہ اللہ ...... وقت مقررہ پر گھر گئے اور تمام گھر والوں کو اپنے اردگرد جمع کر لیا اور ایک طرف سے شروع کرتے ہوئے سوالات کرنے کا آغاز کیا۔

شیخ صاحب فرمانے لگے: بھئی تو بتا......!

* ...... گھر داخل ہوتے وقت دعا پڑھتے ہو......؟

جواب: نہیں جی!

* ...... کھانا کھانے سے پہلے دعا پڑھتے ہو......؟

جواب: نہیں جی!

* ...... باتھ آتے جاتے دعا پڑھتے ہو......؟

جواب: نہیں جی!

* ......رات کو سوتے وقت مسنون دعائیں پڑھتے ہو......؟

جواب: نہیں جی!

* ......گھر میں قرآن کے کتنے پاروں کی تلاوت کرتے ہو......؟

قاری صاحب......! بدنصیبی اور غفلت ہے ایک آیت بھی نہیں پڑھتے۔

استادِ محترم نے یہی سوالات تمام افرادِ خانہ سے کیے تو انہوں نے جواب 'نہیں' میں دیا۔ آپ بڑی اماں صاحبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے:

اماں جان......! تمہارے اوپر کسی نے کچھ نہیں کیا، تمہاری بے عملی اور بدعملی کی وجہ سے شیطانوں نے تمہارے گھروں میں ڈیرے ڈال لیے ہیں، جن گھروں میں شیطانوں جیسے دشمن بستے ہوں وہ گھر آباد نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ اجڑتے ہیں۔ جس طرح گھر کو گندگی اور جالوں وغیرہ سے پاک کرنا ضروری ہے اسی طرح صلح وصفائی اور اللہ کی رحمت کو حاصل کرنے کے لیے اپنے گھروں کو شیطانی چیلوں سے پاک کرنا بھی حد درجہ لازم ہے۔ مسنون اذکار اور دعاؤں کا اہتمام کرو، انشاء اللہ! تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔

آپ گھر میں شیطانی چالوں اور وباؤں سے بچنے کے لیے درج ذیل آداب کا خیال رکھیں، رسول رحمت ﷺ نے فرمایا:

أَجِيفُواالأَبْوَابَ وَاذْكُرِاسْمَ اللهَ عَلَيْهَا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا أُجِيفَ وَذُكِرَاسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَغُطُّواالْجِرَارَ واكْفِئُوا الْقِرِبَ

[مسند احمد: 187/22 حدیث: 14283، سلسلہ احادیث صحیحہ: 3184، صحیح الجامع الصغیر: 620]

"دروازوں کو بند کرو اور ان پر اللہ کا نام لو، کیونکہ شیطان ایسے دروازے کو

نہیں کھولتا جس کو اللہ کا نام لے کر بند کیا گیا ہو، مٹی کے گھڑوں کو ڈھانپو اور مشکیزوں کا تسمہ بند کرو۔''

اور ایک روایت کے لفظ ہیں:

فَاِنَّ فِی السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيهَا وَبَآءٌ لَا يَمُرُّ بِاِنَآءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غِطَآءٌ اَوْ سِقَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ وِكَاءٌ اِلَّا نَزَلَ فِيْهِ مِنْ ذَالِكَ الْوَبَآءِ [صحیح مسلم:2014]

''بے شک سال میں ایک رات ہے جس میں بیماری اترتی ہے، جو مشکیزہ اور برتن ڈھانپا نہ گیا ہو اس میں وہ بیماری اتر جاتی ہے۔''

ان دونوں روایات سے واضح ہوتا ہے کہ آرام کے وقت بسم اللہ پڑھتے ہوئے دروازے بند کر دینے چاہئیں تاکہ جہاں انسانی چوروں سے بچاؤ ہو وہاں روحانی دشمن شیطان کی چالوں سے بھی محفوظ رہا جا سکے، برتنوں وغیرہ کو اچھی طرح ڈھانپ کر رکھا جائے تاکہ کیڑے مکوڑوں کے ساتھ ساتھ وباؤں سے بچا جا سکے۔

گھرانے یا مُردہ خانے......؟

جن گھروں میں بغیر دعا و سلام کے داخل ہوا جائے اور جہاں نفل و نوافل اور قرآن کی تلاوت کا اہتمام نہ ہو، رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ گھرانے مردہ خانے ہیں۔ وہاں پر اللہ کی رحمت و برکت کا نزول نہیں ہوتا اور بسا اوقات ذکر الٰہی کی غفلت کی وجہ سے غیرت تک ختم ہو جاتی ہے اور گھر والے فحاشی و بے حیائی کے جال میں بری طرح پھنس جاتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِیْ يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيهِ وَالْبَيْتُ الَّذِیْ لَا يُذْكَرُ فِيهِ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ [صحیح المسلم:779]

''ایسے گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا اور ایسا گھر کہ جس میں اللہ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو، زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔''

آؤ پیارے مسلمان بھائیو......! باہر کی فکر چھوڑو، سب سے پہلے اپنے گھر کی فکر کرو، ہم نے بڑے بڑے دیندار مذہبی لوگوں کو دیکھا ہے جو دن رات ملک میں اسلام نافذ کرنے کے لیے جدو جہد کرتے ہیں لیکن ان کے اپنے گھرانے اسلامی تعلیمات سے نا آشنا ہوتے ہیں، گھر اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، آیئے اسے سنواریں......! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان ہے:

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴾ [النحل:80]

''اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا ہے اور تمہارے لیے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم کوچ کے دن اور قیام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کی پشم اور ان کے بالوں سے تمہارے لیے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے بنائیں۔''

رحمت و برکت سے محروم منحوس گھرانے:

اپنے گھروں کو ظاہری اور باطنی گندگی سے پاک کرنا بہت ضروری ہے، لہٰذا میں بڑے اختصار سے میں آپ کے سامنے وہ اعمال بیان کر دیتا ہوں جن کی وجہ سے گھروں میں رحمت کے فرشتوں کا نزول نہیں ہوتا اور وہ گھر نحوست و بے برکتی کا مرکز بن جاتے ہیں۔

1 ......جس گھر میں تصویریں آویزاں ہوں، اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کا دخول نہیں ہوتا۔ تصویر کسی پیر کی ہو یا کسی گلوکار کی، ہر قسم کی تصویر لٹکانا حرام ہے۔ ماں باپ سے محبت کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی ان کی تصویریں گھروں میں لٹکا کر اللہ کی رحمتوں سے محروم ہو جائے۔

2 ......اپنے گھروں میں کتے نہیں رکھنے چاہئیں! جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کا نزول نہیں ہوتا۔ البتہ بطورِ حفاظت کتا رکھنا جائز ہے۔

3 ......والدین بیمار ہوں یا بچے وغیرہ پاٹ وغیرہ میں پیشاب کرتے ہوں تو پیشاب کو زیادہ دیر پاٹ میں نہیں رہنے دینا چاہیے! کیونکہ جن گھروں میں پیشاب ہوتا ہے وہاں رحمت کے فرشتوں کا نزول نہیں ہوتا۔ اس لیے باتھ روم میں بھی اچھی طرح پانی بہا دینا چاہیے۔

گھر کا سربراہ بے غیرت ہے:

کم از کم اپنے گھر کے ماحول کو اسلامی بنانا ہر مسلمان پر فرض ہے، جو شخص مسلمان ہونے کے باوجود اپنے گھر میں شرم وحیا کی جگہ فحاشی وعریانی اور بے حیائی کو فروغ دیتا ہے، وہ شخص بے غیرت اور پکا جہنمی ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پوری توجہ سے سماعت فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ ان تینوں میں سے تیسرا شخص وہ ہے جو اپنے گھر کی چار دیواری میں بے غیرتی، بے حیائی اور فحاشی اور عریانی کو جگہ دیتا ہے، حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

وَالدَّيُّوْثُ الَّذِیْ يُقِرُّ فِیْ بَيْتِهِ الْخَبَثَ

[کنز العمال: 15137، صحیح الجامع الصغیر: 3052]

''اور دیوث وہ ہے جو اپنے گھر میں گندگی کو ٹھہراتا ہے۔''

سامعین کرام......! ''دیوث'' اردو زبان میں بے غیرت اور بے حیا کو کہا جاتا ہے اور ہمارے معاشرے میں ہر وہ شخص دیوث ہے جو

☆......اپنے گھر میں ناچ گانے اور ڈانس کے پروگرام کرائے یا ٹیلی ویژن اور نیٹ وغیرہ پر دیکھے اور اس کی بچیاں اور گھر والے بھی بے حیائی والے ڈراموں اور فلموں میں دلچسپی رکھتے ہوں لیکن وہ ان کو منع نہ کرے۔

☆......جس کے گھر میں قرآن وحدیث کی جگہ حیا سوز، لو سٹوریوں پر مشتمل ڈائجسٹ اور رسالے پڑھے جائیں۔

☆......جس کے گھر میں غیر محرم جانوروں کی طرح دھندناتے پھریں اور وہ اپنے گھر والوں کو اسلامی پردے، شرم وحیا اور حجاب کا اہتمام نہ کروائے۔

اللہ معاف فرمائے! اب تو کئی گھرانے ایسے ہیں کہ گھر کے سربراہ کی بیوی خاوند کے دوستوں کے سامنے ایسے بن سنور کر، بے پردہ ہو کر بے تکلفی سے آتی ہے کہ غیرت کا جنازہ اٹھ جاتا ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اے مسلمانو......! اللہ کے لیے کچھ ہوش کرو، کم از کم اپنے گھر کے ماحول کو اسلامی بناؤ! اور جہاں جہاں آپ کا تعلق ہے ان لوگوں کو یہ دعوتِ فکر دو کہ گھر والی نعمت بڑی بہت نعمت ہے اور اسکے بارے میں قیامت کو سوال ہوگا اور اسی کی بنیاد پر جنت ملے گی۔ جس شخص نے دنیا میں گھر والی نعمت کی بے قدری کی وہ جنت والا عالی شان گھر کبھی حاصل نہیں کرسکتا۔

براہِ کرم......! کبھی نرمی کے ساتھ اور کبھی سختی کے ساتھ اپنے گھر کو سدھارنے کے لیے محنت کرتے رہا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں باتیں ارشاد فرمائیں ہیں:

إِذَا أَرَادَ اللهُ بِأَهْلِ بَيْتٍ خَيْرًا أَدْخَلَ عَلَيْهِ الرِّفْقَ

''جب اللہ تعالیٰ کسی گھر والوں سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان پر نرمی کو داخل کر دیتا ہے۔'' [مسند احمد: 40/488(24427)، سلسلہ احادیث صحیحہ: 1219]

یعنی وہ بڑے ہی ادب و احترام والے منصوبوں کے ساتھ، پیار و محبت کی فضا پیدا کرتے ہوئے اپنے گھروں کے ماحول کو اسلامی بناتے ہیں اور باہم احترام کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں۔

یاد رکھو......! صرف نرمی سے گھر نہیں سدھرتے! آنے والی حدیث پر بھی عمل کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ تاجدارِ حرم ﷺ نے فرمایا:

عَلِّقُوا السَّوْطَ حَيْثُ يَرَاهُ أَهْلُ الْبَيْتِ فَإِنَّ لَهُمْ أَدَبٌ

''گھر میں کوڑا ایسی جگہ پر لٹکا کر رکھو جہاں گھر والے اسے دیکھتے رہیں کیونکہ یہ ان کو ادب سکھانے کا ایک طریقہ ہے۔''[المعجم الکبیر: 10671، کنز العمال: 44948، سلسلہ احادیث صحیحہ: 4046]

براہِ کرم......! نرمی و سختی کا توازن قائم رکھیں، صرف نرمی سے گھر سدھرتے ہیں نہ ہی صرف سختی ہی کام دیتی ہے، دونوں کا اپنا اپنا مقام ہے اور الگ الگ حیثیت ہے۔ گھر کے معاملے میں فکر مند ہو جایئے! اگر آپ نے اپنی نسل کو اچھا رہن سہن دیا، گھر کا پاکیزہ ماحول دیا تو اس سے بڑھ کر اور کوئی صدقہ جاریہ نہیں ہو سکتا۔ حرام اور فراڈ کی کمائی سے بلند و بالا بنگلے بنانے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ سب کچھ وبال جان ہیں۔ آپ کے مرنے کے بعد جہاں اولاد حرام کے مزے اڑائے گی وہاں آپ کی آخرت برباد ہو کر رہ جائے گی اور ویسے بھی جن لوگوں کو پلاٹوں اور مکانوں کا ضرورت سے زیادہ نشہ ہو جاتا ہے وہ دنیا کے ہی پتھر بن کر رہ جاتے ہیں۔ ان پر پہلا

عذاب یہ اترتا ہے، کہ وہ بے حس، بے رحم اور بدتمیز بن جاتے ہیں۔

اس لیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَتَّخِذُوْا اَلضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا

"زیادہ جائدادیں نہ بناؤ! پھر دنیا کے لالچی بن جاؤ گے۔"

[مسند احمد:7/140(4048) جامع الترمذی:2328، صحیح ابن حبان:710، مستدرک حاکم:4/322]

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو لمبے چوڑے گھر بنانے کی بجائے گھروں کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ گھر، گھر ہی ہوتا ہے، ذاتی ہو یا کرائے کا، مکان اگرچہ کچا ہو لیکن اللہ تعالیٰ وہاں پکے ایمان کے ساتھ رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ضرورت کے مطابق ذاتی مکان عطا فرمائے اور باکردار بن کر وہاں رہنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

هذا ما كان عندي والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقي الا بالله

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

خطرناک گناہ
اور اس کی تباہ کاریاں
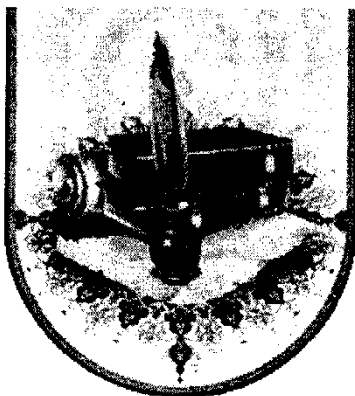
خطرناک گناہ اور اس کی تباہ کاریاں

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ○ ﴾ [حجرات:12]

''اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کی عیب جوئی نہ کرو، نہ ہی تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے کیا تم میں کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس کو تم خود ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الآخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امام منافی الدنیا وامام منافی الآخرۃ وامام منافی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمہم اللہ کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں زندگی جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی ہے اور یہ نعمت اسی لیے دی ہے کہ ہم اس کے ذریعے اپنی آخرت بنالیں۔ کچھ نیک اعمال ایسے ہیں کہ جن کے کرنے سے دونوں جہانوں کا سکون نصیب ہوتا ہے اور کچھ برے اعمال ایسے ہیں کہ جن کے اپنانے سے دونوں جہاں برباد ہوجاتے ہیں۔

آج میں ایک ایسے خطرناک گناہ کا تفصیلی ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کی تباہ کاریاں اس قدر زیادہ ہیں کہ انسان کے دونوں جہان برباد ہوجاتے ہیں، اس گناہ کا نام ''غیبت'' اور ''چغلی'' ہے۔ آج کل یہ گناہ وبا کی طرح پھیل چکا ہے، بلا امتیاز ہر چھوٹا بڑا، دیندار اور دنیادار اس گناہ میں دن رات ملوث ہے اور عجب حیرت ہے کہ جدھر بھی جائیں یہ گناہ ہمارے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ حتی کہ مساجد، مدارس اور عبادتگاہوں میں بھی یہ گناہ محبوب مشغلہ بنتا جارہا ہے، ہر کوئی دوسرے کی عزت کے درپے ہے اور دن کا اکثر حصہ مسلمان بھائیوں کی عیب جوئی اور ان پر فضول نکتہ چینی کرتے ہوئے گزر جاتا ہے۔ جب کہ یہ اس قدر خطرناک گناہ ہے کہ جس سے زندگی بے چینی کا شکار ہوتی ہے، نیک اعمال برباد ہوتے ہیں اور ساتھ ہی آدمی اپنی اخروی زندگی کو برباد کرلیتا ہے۔

غیبت کیا ہے......؟

کرنے میں یہ گناہ اس قدر معمولی ہے کہ انسان کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ آپ پوری توجہ سے غیبت کے مفہوم پر غور فرمائیں:

غیبت یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی اس کی غیر موجودگی میں ایسی باتیں کرنا کہ جو اس کے سامنے کی جائیں تو وہ ان کو ناپسند کرے، غرض کہ کسی مسلمان کی عزت، اس کے وقار اور مقام کے خلاف باتیں کرنا غیبت کے زمرہ میں ہی آتا ہے۔ غیبت کا مفہوم آج سے چودہ سو سال قبل رسول اللہ ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے جس انداز میں آپ ﷺ نے بیان فرمایا امام المحدثین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟ قَالُوْا: اللهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ ، قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ، قِيْلَ: أَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ أَخِيْ مَا أَقُوْلُ؟ قَالَ: اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ، فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ

[صحیح المسلم:2589]

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو غیبت کیا ہے......؟ سب نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا اپنے بھائی کا اس انداز میں ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے، کہا گیا: اگر بیان کی گئی خامی اس میں موجود ہو تو پھر آپ کا کیا خیال ہے......؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر واقعی اس میں ہے جو تو کہہ رہا تو، تو نے اس کی غیبت کی ہے اگر اس میں وہ خامی نہیں ہے تو، تو نے اس پر بہتان لگایا ہے۔“

اس صحیح حدیث سے غیبت کا مفہوم سمجھنا حد درجہ آسان ہے، اس لیے کسی بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی شان، مقام اور پسند کے خلاف اس کے متعلق باتیں نہیں کرنی چاہئیں، یہ بری عادت ہی نہیں بلکہ ایک خطرناک تباہ کن گناہ ہے۔

چغلی کیا ہے......؟

چغلی غیبت سے قدرے زیادہ سنگین گناہ ہے، کیونکہ چغل خور اپنے مسلمان بھائی کی عدم موجودگی میں جو اس کی عزت اور رتبے کے خلاف باتیں کرتا ہے اس میں اس کا مقصد دوسروں کو بدظن کرنا ہوتا ہے اور وہ فتنہ وفساد برپا کرنے کے لیے عیب جوئی کرتے ہوئے اپنے مسلمان بھائی کی عزت پر حملہ کرتا ہے۔ غیبت اور چغلی دونوں اس قدر خطیر گناہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی تعریفیں خود کرتے ہوئے اپنی امت کو اچھی طرح سمجھایا ہے۔

آیئے......! غیبت کی طرح چغلی کی تعریف بھی رسول اللہ ﷺ سے سنتے اور سمجھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ خطرناک اور سخت بہتان اور جھوٹ کیا ہے......؟ یہ چغلی ہی ہے جو آدمی لوگوں کے درمیان فساد برپا کرنے کے لیے کرتا ہے۔ [صحیح مسلم: 2606، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: 846]

سامعین کرام......! غیبت اور چغلی معنی ومفہوم کے اعتبار سے قریب قریب ہیں اور دونوں کا انجام حد درجہ خطرناک ہے، جو شخص کسی کی غیر موجودگی میں اس کے خلاف باتیں کرتا ہے یا اس میں موجود خامی کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہوئے بہتان بازی کرتا ہے گویا وہ شخص اپنے مسلمان مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔ قرآن پاک نے اس گناہ کو اس ناپاک اور مکروہ مثال کے ساتھ بیان کرتے

ہوئے اس طرح واضح کیا ہے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾ [حجرات:12]

''اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کی عیب جوئی نہ کرو، نہ ہی تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے کیا تم میں کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس کو تم خود ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔''

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین! جانتے ہو بدبو کن کی ہے......؟

جب انسان گناہوں سے بچ کر مکمل اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ پاکیزگی اور طہارت کی معراج پر پہنچ جاتا ہے اور روحانیت کا عالم یہ ہوتا ہے کہ اس کو نیکیوں سے خوشبو اور گناہوں سے بدبو آنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ مقام تبھی نصیب ہوتا ہے جب انسان اپنی حسنات میں سیئات کی آمیزش نہ کرے۔

امام الصلحاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اخلاص، حسنات اور نیکیوں کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ آپ بھی نیک اعمال میں مٹھاس اور دور ہونے والے گناہ میں بدبو کو محسوس کر لیا کرتے تھے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادتِ مبارکہ تھی کہ وہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد رہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھنے، سمجھنے کا سلسلہ جاری رہتا۔ وہ آج کے

نمازیوں کی طرح نہیں تھے کہ مسجد میں آئے، دو سجدے دیئے اور فوراً بھاگ گئے۔

ایک دفعہ کا واقعہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سخت بدبو آنا شروع ہوگئی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ بدبو کیا ہے......؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین خاموش رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هٰذِهِ رِيْحُ الَّذِيْنَ يَغْتَابُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

[مسند احمد:97/23 حدیث:14784، فتح الباری:10/470 طبع دار المعرفة]

"یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو ایمان والوں کی غیبتیں کرتے ہیں۔"

گویا کہ وہ مردار کھا رہے ہیں اور مردار کھاتے ہوئے ان کے مونہوں سے بدبو آرہی ہے۔ اور غیبت کا معاملہ کس قدر حساس ہے......؟ اور کسی کی غیر موجودگی میں اس کے بارے میں احتیاط کرتے ہوئے بات کرنی چاہیے، اس کا اندازہ آپ آنے والے واقعہ سے خوب لگا سکتے ہیں۔

اے ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما! تم نے کھانا کھالیا:

خادمِ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ سفر میں ایک دوسرے کی خدمت کیا کرتے تھے، ہم ایک سفر پر نکلے تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کا ایک خادم بھی تھا جو انہوں نے معاونت کے لیے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ حسبِ معمول شیخین کریمین رضی اللہ عنہما نیند سے بیدار ہوئے تو کیا دیکھا......؟ کہ خادم لمبی نیند سویا ہوا ہے، کھانا تیار کرنا تو دور کی بات ہے وہ بیدار تک نہیں ہوا، دونوں میں سے ایک نے کہا: یہ تو ایسے سویا ہوا ہے جیسے کہ گھر جیسی نیند کا مقابلہ کر رہا ہو، اس کو کھانا وغیرہ تیار کرنے کا فکر و احساس تک نہیں......

بہرصورت اس سے ملتی جلتی ملامت والی ایک دو باتیں کیں اور اس کو بیدار کیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور کہو! ابوبکر وعمر آپ کو سلام کہتے ہیں اور کھانے کے لیے سالن مانگ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے خادم کی بات سن کر کہا: انکو جا کر میرا سلام کہنا اور پیغام دینا! کہ تم دونوں نے سالن کھالیا ہے۔ چنانچہ یہ پیغام شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تک پہنچا تو انکے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، حیران ہوئے، گھبرا گئے اور پریشانی کے عالم میں فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ رسول! ہم نے آپ کے پاس سالن لینے کے لیے خادم کو بھیجا تو آپ نے سالن دینے کی بجائے کہا کہ 'انہوں نے سالن کھالیا ہے' ہم نے کون سا سالن کھایا ہے......؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کے گوشت کے ساتھ اور مزید فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَأَرٰی لَحْمَہُ بَیْنَ أَنْیَابِکُمَا قَالَا: فَاسْتَغْفِرْلَنَا قَالَ: ھُوَ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمَا

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بلاشبہ میں اس کا گوشت تمہارے دانتوں کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہمارے لیے بخشش طلب کیجئے! آپ ﷺ نے فرمایا: وہی تمہارے لیے اللہ سے بخشش طلب کرے گا۔''

[مساوی الاخلاق، امام خرائطی: 180، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: 2608]

سامعین کرام......! اپنی زندگی سنوارنے کے لیے یہ ایک واقعہ ہی کافی ہے، جن لوگوں کو اپنے اعمال، کردار اور انجام کی فکر ہے وہ اس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ چند نکات اور مسائل پر پوری دلجمعی سے غور فرمائیں!

① سفر ہو یا حضر خدمت کے لیے کسی کو اپنے ساتھ رکھنا درست ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے وسائل دیئے ہوں یا کوئی عارضہ لاحق ہو تو خدمت گزار رکھنے میں کوئی عیب نہیں۔

② اپنے قاصد یا سفیر کو جہاں بھی بھیجیں تو سب سے پہلے اس کو یہی کہیں کہ وہ کلام کا آغاز ہماری طرف سے سلام کہتے ہوئے کرے، اسی میں برکت اور اجر ہے۔

③ جس کو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے وہ شخص ملنے والے جواب میں اپنی طرف سے باتوں کی آمیزش نہ کرے بلکہ بات جتنی اور جیسے ہو اسی لہجے اور انداز میں آکر بتادے۔

④ کسی کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق بات کرتے ہوئے یا رائے دیتے ہوئے حد درجہ احتیاط کرنی چاہیے۔ غیر موجودگی میں کی ہوئی بات اس قدر صاف شفاف ہو کہ اس میں ایک فیصد غیبت کا شائبہ نہ ہو کیونکہ معمولی سی عدم احتیاط خطرناک نتائج تک لے جاتی ہے جیسا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے تبصرے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبت قرار دیا اور فرمایا: تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا۔

⑤ آج کل منہ اٹھائے بے جا تبصرے کرنا اور معزز شخصیات کی شان کے خلاف زبانیں دراز کرنا بڑے بڑے سمجھدار اور دیندار لوگوں کا معمول بنتا جا رہا ہے جب کہ یہ طرز عمل ہرگز درست نہیں۔

⑥ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے باادب ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بلا تاخیر دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو اپنی کمی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی کے طلب گار بنے

⑦ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے خوفِ خدا کا علم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر گناہوں سے بچنے والے، گناہوں سے ڈرنے والے اور کیے ہوئے معمولی سے

معمولی گناہوں کی فکر کرنے والے لوگ تھے۔

ہم ہیں کہ بڑی بڑی تہمتیں لگا کر ساری عمر بے فکر رہتے ہیں اور ہمارے کانوں میں جوں تک نہیں رینگتی۔لیکن وہ پاکیزہ ہستیاں رضی اللہ عنہم کس قدر خشیتِ الٰہی میں ڈھلی ہوئی تھیں، اس کے لیے یہی ایک واقعہ کافی ہے۔

8 غیبت خور اور چغل خور کو سب سے پہلے اپنے اس بھائی سے معافی مانگنی چاہیے جس کی اس نے غیبت کی ہے بعد میں وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔اور آپ حیران ہوں گے کہ یہ معاملہ اس قدر حساس ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے بھی ذرا بھر نرمی نہیں کی بلکہ فرمایا: میں تمہارے لیے معافی طلب نہیں کروں گا وہ تمہارے لیے اللہ سے معافی طلب کرے کہ اے اللہ! میں نے ان کو اپنا حق معاف کر دیا ہے تو بھی ان کو معاف فرما۔

امام القرآن والحدیث شیخ المحدثین حضرت امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اسی لیے فرمایا کرتے تھے:

اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الدَّيْنِ، اَلدَّيْنُ يُقْضَى وَالْغِيْبَةُ لَا تُقْضَى

[حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء:7/275 مطبعۃ السعادۃ]

''غیبت قرض سے زیادہ سخت ہے، قرض تو ادا کر دیا جاتا ہے لیکن غیبت کی ادائیگی نہیں ہوتی۔'' اللہ اکبر!

یہ بھی تم نے غیبت کی ہے:

خطبہ جمعہ میں آنے والو......! دین کی باتیں سبق سمجھ کر یاد کیا کرو اور آج میں صرف یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ مسلمان بھائی، رشتہ دار، عالم دین یا کسی محلہ دار کی عزت تماشہ نہیں ہے کہ آپ جیسے مرضی اس کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ

کھیلتے رہیں بلکہ آپ کی معمولی غفلت غیبت ہوگی اور یہی غیبت آپ کو دونوں جہانوں میں رسوا کر دے گی۔ اپنے مسلمان بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق بات کرتے ہوئے کس قدر احتیاط چاہیے۔

آیئے......! ایک صحیح واقعہ سے اس مسئلے کو مزید سمجھنے کی کوشش کریں۔ صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: وہ بڑا سست ہے جب تک اسے کھلایا نہ جائے وہ کھاتا ہی نہیں اور جب تک اس کی سواری کو تیار نہ کیا جائے وہ حرکت ہی نہیں کرتا، جیسا کہ ہم عمومی طور پر کسی کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ "فلاں تو بڑا پوستی ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: اے میرے صحابہ! تم نے اس کی غیبت کی ہے، یہ بھی غیبت ہے اگر تم اس طرح کی باتیں اس کے سامنے کرو تو اسے ہرگز اچھی نہیں لگیں گی۔ اتنی بات سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونک اٹھے! اور کہا: اے اللہ کے رسول! ہم تو وہی خامی بیان کر رہے ہیں جو اس کے اندر موجود ہے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "یہی تو غیبت ہے۔ [حلیۃ الاولیاء: 8/189، صحیح الترغیب: 2836]

وہ تو قد کی چھوٹی ہے:

ہر انسان اللہ تعالیٰ کی حسین تخلیق کا شاہکار ہے اور ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کے مطابق قد کاٹھ اور حسن عطا فرمایا ہے۔ کسی شخص کو اس کے سامنے یا اس کی غیر موجودگی میں قد یا رنگ وغیرہ کا طعنہ دینا حد درجہ معیوب ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے وجود پر اعتراض ہے۔

ایک دفعہ عفیفہ کائنات، صدیقہ اُمت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک عورت کا ذکر کیا اور اس کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگیں: وہ

قد کی چھوٹی ہے' رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: اِغْتَبْتِهَا ''تو نے اس کی غیبت کی'' [مسند احمد: 42/467 حدیث: 25708]

سامعین کرام......! آپ ان واقعات سے بخوبی جان سکتے ہیں کہ غیبت کے معاملے میں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے اور اس کی قباحت کو بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی سختی کے ساتھ بیان فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ۝ ﴾ [حجرات: 12]

''اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کی عیب جوئی نہ کرو، نہ ہی تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے کیا تم میں کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس کو تم خود ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔''

غیبت کی حرمت وممانعت:

رسول اللہ ﷺ نے بے شمار احادیث میں غیبت اور چغلی کی شدید مذمت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے علی الاعلان اس بات کو واضح کیا:

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ [صحیح المسلم: 2564]

''ہر مسلمان کا مسلمان پر خون، مال اور عزت حرام ہے۔''

یعنی کسی کا خون بہانا یا کسی کا مال لوٹنا یا کسی کی عزت پر حملہ کرنا یہ سب حرام کام ہیں، اسی طرح حرمت وممانعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اس کو حد درجہ کبیرہ اور خطرناک گناہ قرار دیا ہے صرف ایک حدیث پوری توجہ کے ساتھ سماعت فرمائیں، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلرِّبَا اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ بَابًا، اَيْسَرُهَا اَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهُ وَ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الاسْتِطَالَةُ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ

[مسند احمد: 1651، سلسلہ صحیحہ: 1871، صحیح الجامع الصغیر: 3537]

سود کے بہتر درجے ہیں ان میں سے سب سے ہلکے کا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرے اور سب سے بڑا سود خور وہ ہے جو مسلمان کی عزت میں ناحق زبان درازی کرتا ہے۔"

ہمارے ہاں عموماً نمازی بھائی سود خوروں سے نفرت کرتے ہیں اور کئی اللہ والے تو ایسے ہیں جو سود خوروں کے گھروں میں کھانا تو دور کی بات ان کے ساتھ بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتے، لیکن خود ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ قدم قدم پر غیبتیں کرنے کی وجہ سے وہ سب سے بڑے سود خود بن چکے ہوتے ہیں۔

اللہ کے بندو......! جس طرح کھانا حرام ہے اسی طرح بولنا بھی حرام ہے، غیبت اور چغلی حرام کام ہیں لیکن افسوس! شیطان نے کئی لوگوں کو حرام کھانے پر لگا رکھا ہے اور کئی لوگوں کو حرام بولنے پر لگا رکھا ہے۔

اصل عبادت کیا ہے......؟

نماز روزے والے احباب اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ عبادت صرف صوم وصلاۃ اور حج، عمرے کا نام ہی نہیں بلکہ اصل عبادت یہ ہے کہ آپ کے شر سے

دوسرے لوگوں کی عزت محفوظ رہے۔

اللہ والوں نے لکھا ہے:

أَدْرَكْنَا السَّلَفَ وَهُمْ لَا يَرَوْنَ العِبَادَةَ فِي الصَّوْمِ وَلَا فِي الصَّلَاةِ وَلٰكِنْ فِي الْكَفِّ عَنْ أَعْرَاضِ النَّاسِ

[اقوال السلف فی الغیبۃ: ص 1]

''ہم نے اپنے نیک بزرگوں کو پایا وہ صرف نماز روزے کو ہی عبادت خیال نہیں کیا کرتے تھے بلکہ وہ اس بات کو بھی عبادت سمجھتے تھے کہ لوگوں کی عزتوں پر حملے کرنے سے باز رہا جائے۔

کاش......! کہ یہ بات آج کے علماء وصلحاء کو سمجھ آجائے اور ہم سب غیبت اور چغلخوری کی مہلک بیماری سے بچ جائیں۔

ایک جگہ کی بات دوسری جگہ کرنا:

معاشرے میں چند لوگ شیطان کے ڈاکیے ہوتے ہیں جو کسی مجلس میں ہونے والی بات کو میک اپ کرتے ہوئے دوسروں کے سامنے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور ان کا مقصد سوائے شرارت اور بدظن کرنے کے اور کچھ نہیں ہوتا، اگر کسی مجلس میں کسی نے کسی کے خلاف بات کر دی ہے تو براہِ کرم اس کو آگے نقل کرنے سے سخت گریز کریں یہ غیبت اور چغلی کی بدترین صورت ہے۔ ایسا شیطان صفت آدمی اس قابل نہیں کہ اس کی بات کو من وعن تسلیم کر لیا جائے اور معاملہ لڑائی جھگڑے تک پہنچا دیا جائے۔ ہماری زندگی کا ذاتی تجربہ ہے کہ آپ چغل خور سے بات سن کر برداشت کا مظاہرہ کریں اور معاملے کی پورے اطمینان کے ساتھ تسلی کریں، انشاء اللہ الرحمن بہت اچھے نتائج مرتب ہوں گے۔ شیطانی ڈاکیے جو آپ کے

پاس خبریں لے کر آتے ہیں اس کے متعلق چند ضروری باتیں اور واقعات سماعت فرمائیں:

چغل خور پر اعتبار نہ کریں:

چغل خور کو ولی اللہ سمجھ کر فوراً اسکی ہاں میں ہاں نہ ملائیں......! اگر وہ صاحبِ تقویٰ ہوتا تو آپ کے سامنے آ کر چغلی نہ کرتا بلکہ کی ہوئی بات کو وہیں دفن کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝﴾ [القلم:10,11,12]

''اور آپ ہر قسمیں کھانے والے ذلیل آدمی کا کہنا نہ مانو! جو طعنے دینے والا ہے اور چغلیاں کھاتا پھرتا ہے، نیک کام سے روکنے والا، حد سے گزر جانے والا گنہگار ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا کمال جواب:

آپ رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ وطہارت کے عظیم پیکر تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اور آ کر چغلی کی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر تو کہتا ہے تو ہم تیرے معاملے پر غور کرتے ہیں، اگر تو جھوٹا نکلا تو اس آنے والی آیت کی زد میں ہوگا۔

﴿ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا ﴾ [حجرات:6]

''اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی ضرور تحقیق کیا کرو۔''

مطلب یہ ہے کہ جھوٹا ہونے کی صورت میں تیرا فاسق ہونا ثابت ہوگا اور تو سچا نکلا تو، تو قرآن کی اس آیت کی زد میں آئے گا۔

﴿ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ﴾ [القلم:11]

''بہت زیادہ طعن زنی کرنے والا بہت زیادہ چغلی لے کر چلنے والا۔''

مطلب یہ ہے کہ سچا ہونے کی صورت میں تیرا شمار چغل خوروں کی صف میں ہوگا۔ اور اگر تو کہتا ہے تو ہم تجھ سے درگزری کرتے ہیں اور بات کو یہیں پر ختم کردیتے ہیں، وہ شخص کہنے لگا: اے امیر المومنین! برائے کرم، میرے معاملے میں درگزری فرمادیں، آئندہ میں کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ [نضرۃ النعیم: 11/5670]

چغل خور کا منہ بند کرو:

چغل خور پالنے کی بجائے ان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے، اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی بہت بڑی بشارت ہے کہ جو شخص چغلی کرنے والے یا غیبت کرنے والے کا منہ بند کردے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے سب دروازے کھول دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں دو احادیث سماعت فرمائیں:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيهِ رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [جامع الترمذی: 1931، صحیح الجامع الصغیر: 6262]

''جس نے مومن کی عزت کا دفاع کیا اللہ قیامت کے روز اس کے چہرے سے آگ کو دور کردیں گے۔'' حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ بِالْغِيبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ [مسند احمد: 45/583، صحیح الجامع الصغیر: 6240]

''جس نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی عزت کا دفاع کیا اللہ کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اسے آگ سے آزاد کردے۔''

سامعین حضرات......! آپ کے ذمہ لازم ہے کہ اہل الحدیث ہونے

کے ناطے ان حدیثوں پر بھی عمل کیا کریں۔صرف رفع الیدین اور آمین بالجہر کہنے سے آدمی مکمل اہل حدیث نہیں بن جاتا بلکہ صحیح اہل حدیث تو وہی ہے جو اپنی اخلاقی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا خیال رکھتا ہے۔

غیبت اور چغلی کی وجہ سے عذابِ قبر:

چغل خور جہاں زندگی میں بدسکونی اور طرح طرح کے مسائل کا شکار رہتا ہے وہاں مرنے کے بعد قبر میں پہنچتے ہی اللہ تعالیٰ کے عذابوں کے شکنجے میں آجاتا ہے۔ایسے شخص کے لیے کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں، دنیا بھی برباد اور آخرت بھی تباہ ہو جاتی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے جسے آپ بار بار سنتے رہتے ہیں لیکن ذرا سچے دل سے اس حدیث پر غور کریں کہ چغل خور اور غیبت پسند شخص کا انجام کس قدر خطرناک ہے۔ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہمراہ جا رہے تھے راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کی وجہ کوئی ایسا گناہ نہیں ہے کہ جس سے ان کا بچنا بہت مشکل تھا بلکہ وہ بڑی آسانی سے اس گناہ سے بچ سکتے تھے۔ایک کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچا کرتا تھا اور دوسرے کے بارے میں فرمایا کہ وہ غیبتیں کرنے والا، چغل خور تھا، لوگوں کو اپنی زبان سے تکلیف دیا کرتا تھا۔[صحیح البخاری: 6055، کتب غیرہ]

غیبت اور چغل خور کی قیامت کے دن رسوائی:

بعض روایات میں چغل خور کا خطرناک حشر بیان کیا گیا ہے لیکن وہ روایات ضعیف ہیں ان سے گریز کرتے ہوئے میں آپ کے سامنے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جس کو ماہر رجال امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حسن قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَكَلَ لَحْمَ أَخِيهِ فِي الدُّنْيَا قُرِّبَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ لَهُ كُلْهُ مَيْتًا كَمَا أَكَلْتَهُ حَيًّا فَيَأْكُلُهُ وَيَكْلَحُ وَيَصِيحُ

[الغيبة والنميمة لابن ابى الدنيا: 47، فتح البارى: 10/470 تحت الحديث: 6052 وسنده حسن باذن الله واخطا من ضعفه]

"جس نے بھائی کا گوشت دنیا میں کھایا (یعنی غیبت کی) وہ گوشت قیامت کے روز اس کے قریب کیا جائے گا اور اس کے لیے کہا جائے گا کہ اس مردار کو کھا جس طرح تو نے زندہ کو کھایا تھا، پس وہ اس شکن آلودہ چیختے ہوئے چہرے کے ساتھ کھائے گا۔

ان احادیث کو پڑھ کر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کی عزت بہت زیادہ محبوب ہے۔ جو کسی کی عزت کو پامال کرے اور اس کی عدم موجودگی میں اس پر بہتان لگائے اور مسلمان کے مقام ومرتبے کی پروانہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی اسے ذلیل ورسوا کرے گا۔ اعاذنا اللہ منہ

چغل خور کے لیے جہنم:

گندی زبان والا، فتنے باز غیبت کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی جنت سے محروم کر دیا جائے گا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ ایک شخص چغل خور ہے، ایک مجلس کی بات دوسری مجلس میں جا کر کرتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں میں لڑائی جھگڑے اور جدائیاں ہو جاتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ [صحيح المسلم: 105]

”چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“

اور اسی طرح صحیح مسلم میں ایک روایت ہے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ھمام بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی امیر کے پاس لوگوں کی باتیں لے جایا کرتا تھا، لوگوں کی چغلیاں کرتا اور غیبت سے کام لیتا۔ ایک دفعہ سیدنا حذیفہ مسجد میں تشریف فرما تھے تو وہ شخص آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا، لوگوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ یہ شخص چغل خور ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ

[صحیح البخاری:6056، صحیح المسلم:105]

”چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔“

اللہ کے بندو......! اپنے آپ کو بدلو اور غور کرو کہ غیبت خور کا انجام کس قدر بدتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات محدثین کرام چغلی اور غیبت کے معاملہ میں بہت زیادہ پرہیز کیا کرتے تھے، اگر کوئی شخص ان کے پاس آ کر کسی کے خلاف بات کرتا تو وہ اس کو خاموش کرا دیتے یا اس مجلس سے کنارہ کش ہو جاتے۔

حضرت ابن عون رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تاریخ میں آتا ہے کہ جب آپ کے پاس کسی شخص کا عیب ذکر کیا جاتا تو آپ عیب بیان کرنے والے کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے فرماتے: اِنَّ اللهَ رَحِيْمٌ كَرِيْمٌ ”اللہ تعالیٰ بہت زیادہ رحم کرنے والا اور کرم کرنے والا ہے۔“ [الزھاد مائۃ:270]

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی چغلی اور غیبت کے شر سے بچائے اور جو کچھ ہو چکا ہے اللہ اس کو معاف فرمائے کیونکہ اس نے قرآن مجید میں یہی فرمایا ہے کہ آئندہ

باز آجاؤ میں بہت معاف کرنے والا ہوں، پہلے معاملے سب صاف کردوں گا۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ [حجرات:12]

''اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کی عیب جوئی نہ کرو، نہ ہی تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے کیا تم میں کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس کو تم خود ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔''

هذا ما كان عندی والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقی الا بالله

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

☆❋☆❋☆❋☆❋☆

اللہ تعالیٰ کی طرف سے
جنت کی گارنٹی پانے والے
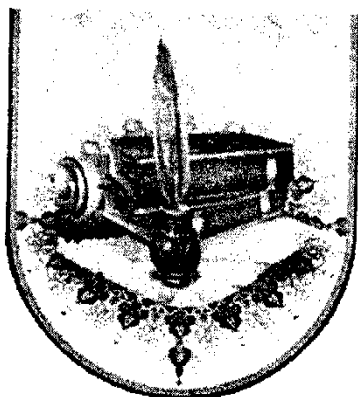
اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی گارنٹی پانے والے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾

[التوبہ:72]

”اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کررکھا ہے جن میں نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے نیز سدا بہار باغات میں پاکیزہ قیام گاہوں کا بھی (وعدہ کر رکھا ہے) اور اللہ کی خوشنودی تو ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمہم اللہ کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کی دو زندگیاں ہیں۔

1. عارضی زندگی
2. ابدی زندگی۔

1 ...... عارضی زندگی: ہماری دنیا کی زندگی ہے، یہاں ہمیشہ کے لیے کوئی نہیں آتا جو بھی آتا ہے وہ اپنے مقرر وقت پر اس دنیا کو چھوڑ دیتا ہے، اس لیے دنیا کی زندگی عارضی زندگی ہے اور ابدی زندگی کی بنیاد اسی عارضی زندگی پر ہوگی جو شخص عارضی زندگی کو اسلام کے مطابق گزارے گا وہ ابدی زندگی میں نعمتوں سے مالا مال ہوگا اور جو شخص عارضی زندگی میں آوارگی کا مظاہرہ کرے گا وہ ہمیشہ کی زندگی میں ہر نعمت سے محروم کر دیا جائے گا اور سوائے عذاب کے اسے کچھ نظر نہیں آئے گا۔

2 ...... ابدی زندگی: مرنے کے بعد والی زندگی ہے۔ یہ زندگی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے، اس زندگی کا آغاز قبر سے ہوتا ہے اور جنت وجہنم اس کی آخری منزل ہے۔ مسلمان نیک شخص ہمیشہ ہمیش کے لیے رحمتوں، نعمتوں اور جنتوں میں ہوگا اور بدکار دنیادار شخص ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہے گا۔ معلوم ہوا دنیا میں آنے والا

شخص کبھی ختم نہیں ہوتا عارضی زندگی پوری کرنے کے بعد وہ ابدی زندگی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے وہاں اس کے اعمال کے مطابق اس کے رہن سہن کا انتظام کیا جاتا ہے۔

ہمیں کیا کرنا چاہیے......؟

ہر انسان کو عارضی زندگی میں وہ کام کرنے چاہئیں جسکی وجہ سے وہ ابدی زندگی کے آرام کو ہمیشہ ہمیش کے لیے حاصل کر لے۔ اسی میں عارضی زندگی کا سکون ہے اور اسی میں ابدی زندگی کی راحت ہے۔ عارضی زندگی سفر ہے، منزل نہیں ہے اور ابدی زندگی اصل منزل ہے اور منزل پر خیر و عافیت کے ساتھ پہنچنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

دنیا رہنے کی جگہ نہیں ہے یہ ابدی زندگی بنانے کی جگہ ہے اور ابدی زندگی میں ملنے والی جنت ایک ایسی بے مثال نعمت ہے کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی جنت میں

* ہمیشہ جوانی رہے گی
* ہمیشہ صحت رہے گی
* ہر نعمت ہر وقت میسر ہو گی
* پریشانی اور تھکن کا تصور تک نہیں ہو گا
* کبھی نیند نہ آئے گی
* بول و براز وغیرہ کی حاجت نہیں ہو گی بلکہ خوشبودار ڈکار اور پسینہ تمام پاکیزہ غذاؤں کو ہضم کر دے گا۔
* سیدنا آدم علیہ السلام جیسا قد ہو گا، سیدنا یوسف علیہ السلام جیسا حسن ہو گا، سیدنا ایوب علیہ السلام جیسا دل ہو گا اور ہر پل خدمت کے لیے حوریں اور کھجوریں ہوں گی

اور یہ ایسی جنت ہے کہ جس کے پورے حسن کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

انمول جنت کے لیے اللہ تعالیٰ کی گارنٹی:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کئی مقامات پر اہل جنت کے اوصاف بیان فرمائے ہیں، کئی اعمال کے کرنے پر جنت کی بشارت سنائی ہے اور کئی نیکیوں پر جنت کے وعدے کیے ہیں جس سے مومن کی آس اور امید بڑھ جاتی ہے لیکن ضمانت اور گارنٹی کا درجہ سب سے اونچا ہے۔ یقین دہانی کے لیے ضمانت اور گارنٹی سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے نہ بات کے لحاظ سے کوئی سچا ہے اور نہ ہی گارنٹی کے لحاظ سے کوئی پکا ہے۔

دنیا میں ایک پلاٹ کی خاطر:

حکومتِ پاکستان آج یہ اعلان کر دے کہ ہم اس شخص کو اڑھائی مرلے کے مکان کی گارنٹی دیتے ہیں جو ایک وقت کا کھانا بند کر دے تو ہزاروں لوگ بھوکے رہنے کے لیے تیار ہو جائیں گے یعنی دنیا کے مکان کے لیے اس قدر حرص ہے اور حکومتِ پاکستان کی گارنٹی پر کس قدر یقین ہے کہ بھوکا رہنا پسند ہے، سخت دھوپ میں دفتروں کے چکر لگانے فرض سمجھے جاتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ جنت جیسی انمول نعمت کی گارنٹی دیتا ہے تو اکثر دلوں میں کسی قسم کا کوئی شوق پیدا نہیں ہوتا اور نہ وہ ایسے اعمال کو پوری توجہ سے اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

آج کے خطبہ میں آپ کے سامنے ایک حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں جس میں تین بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی گارنٹی ہے کہ وہ ہر صورت لازماً اس کی جنت میں جائیں گے۔

سامعین کرام......! کسی کو جنت کی گارنٹی کسی کا پیر دیتا ہے، کوئی جنت کی

گارنٹی اپنے فقیر سے پاتا ہے، غرض کہ دنیا دار کی ہزار ضمانتیں، پروردگار کی گارنٹی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں کیونکہ وہی سب سے بڑا سچا ہے اور وہی جنت کا خالق و مالک ہے۔ آیئے توجہ کے ساتھ ان خوش نصیبوں کا ذکرِ خیر کریں اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی جنت کی ضمانت پانے والوں میں شامل فرمائے۔

رب العالمین قرآن مبین میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾

[التوبہ:72]

''اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کر رکھا ہے جن میں نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے نیز سدا بہار باغات میں پاکیزہ قیام گاہوں کا بھی (وعدہ کر رکھا ہے) اور اللہ کی خوشنودی تو ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان سے ایسی جنت کا وعدہ ہے جس میں طرح طرح کے باغات اور ہر طرح کی نعمت ہوگی اور یہ سب کچھ ہمیشہ ہمیش کے لیے ہوگا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی رضامندی تمام نعمتوں میں سے سب سے بڑھ کر ہے، اس بات کا تذکرہ مدینے والے مرشد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انداز کے ساتھ فرمایا ہے: ''جب اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

اے جنت والو......!

جنتی جواب میں فرمائیں گے:

لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ

اللہ تبارک تعالیٰ فرمائیں گے:

هَلْ رَضِيْتُمْ ؟

میرے پیارو......! کیا تم مجھ پر خوش ہو......؟

سب اہل جنت کہیں گے:

اے ہمارے مولا و داتا......! ہم راضی کیوں نہ ہوں آپ نے تو ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا کہ جس کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

اہل جنت کا شکر بھرا جواب سن کر مولائے رحیم و کریم فرمائیں گے:

اَلَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذَالِكَ

''کیا میں تم کو ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر زیادہ افضل نعمت عطا نہ کروں......؟

شہنشاہِ جنت پروردگارِ عالم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ سوال سن کر تمام اہل جنت حیران ہوں گے، سوچوں کی وادی میں گم ہوں گے اور بالآخر زبان حال سے پکار اٹھیں گے:

اے ہمارے مہربان......! اس جنت سے افضل بھی کوئی چیز ہے......؟ اس سے بہتر بھی کچھ مل سکتا ہے......؟

شہنشاہ کون و مکاں فرمائیں گے:

ہاں......! اس سے بہتر بھی ہے، سنو......! میرا اعلان......

اُحِلَّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا

[صحیح مسلم، کتاب الجنة:2829]

''تم پر میری خوشی حلال ہوگئی اس کے بعد میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔''

رب العالمین کی طرف سے جنت کی گارنٹی:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے، صحیح حدیث کا متن سماعت فرمائیں

کیونکہ میرا ایمان ہے کہ جس مجلس اور خطبے میں مدینے والے ﷺ کی زبان سے نکلنے والے میٹھے بول سنائے جائیں اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور درجات کو بلند کرتے ہیں۔

داعی کتاب وسنت، مبلغ اسلام حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ: رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ وَغَنِيْمَةٍ وَرَجُلٌ رَاحَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ وَغَنِيْمَةٍ وَ رَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ

[سنن ابی داود، الجهاد، باب فضل الغزو فی البحر :2494]

''تین افراد، ان تمام کے ضامن اللہ تعالیٰ ہیں۔ایک ایسا آدمی جو اللہ کی راہ میں لڑنے نکلا اس کی ضمانت اللہ تعالیٰ پر ہے، یہاں تک کہ وہ اس کو فوت کرے اور جنت میں داخل کرے یا ان کو اجر وثواب اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹائے اور ایسا آدمی جو مسجد کی طرف نکلا اس کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ پر ہے، یہاں تک کہ وہ اس کو فوت کرے اور اس کو جنت میں داخل کردے یا وہ اجر وثواب اور غنیمت کے ساتھ اس کو گھر لوٹائے اور ایسا آدمی جو اپنے گھر میں ''السلام علیکم'' کہہ کر داخل ہو، اس کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ پر ہے۔''

صحیح ابن حبان میں چند کلمات کا اضافہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ إِنْ عَاشَ رُزِقَ وَكُفِيَ وَإِنْ مَاتَ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ [کتاب البر، 252/2، حدیث 499]

''تین افراد ان تمام کی گارنٹی اللہ تعالیٰ پر ہے اگر وہ زندہ رہے تو وہ ان کو رزق دیا جائے گا اور ان کی ضرورت کو پورا کیا جائے گا اور اگر ان کو موت آ گئی تو اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل کرے گا۔''

سامعین کرام......! دونوں احادیث کو ملا کر جو مفہوم سامنے آتا ہے وہ بڑا ہی شاندار ہے۔

1. دنیا میں رزق کی گارنٹی
2. ضرورت کے مطابق عزت والے رزق کی گارنٹی
3. جنت کی گارنٹی، سبحان اللہ......

ہر مسلمان کی خواہش یہی ہے کہ دنیا میں سکون کا رزق ملے اور مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے "دارالسلام" میں داخلہ ملے۔

جنت کی گارنٹی پانے والا پہلا خوش نصیب:

جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اس کے دین کو غالب کرنے کے لیے جہاد کے لیے نکلتا ہے اس کا پہلا پاؤں میدان جہاد میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی جنت میں ہوتا ہے اور جنت سے قبل جب تک وہ زندہ رہے گا خیر و برکت کا رزق اسے عطا کیا جاتا رہے گا اور قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو بے شمار ایسے صحیح واقعات سامنے آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین اسلام کو غیبی رزق عطا کیا اور شہادت کے پہلے قطرے پر جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے۔

آیئے......! میں بڑے اختصار سے چند دلائل عرض کرنا چاہتا ہوں

سبحان اللہ......کیسا انمول رزق دیا:

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کے لیے بھیجا کرتے تھے، صحابہ کرام غربت کے ایام میں ننگے پاؤں اور بھوکے پیٹ میدانِ جہاد میں ایمان کے جوہر دکھلاتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو جہاد کے لیے بھیجا اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارے لشکر کا امیر مقرر کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس خورد ونوش کا سامان نہ ہونے کے برابر تھا، ستو، جو، اور نہ ہی گندم صرف چند کھجوریں تھیں وہی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دیں اور روانہ فرما دیا۔ ہم میں سے کسی نے بھی کوئی اعتراض نہ کیا اور بغیر کسی گلے شکوے کے امیر لشکر کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکل پڑے......

یہاں مجھے رکنا چاہیے......!

ہمارے ہاں جماعتوں اور تنظیموں میں جب تک جیب اور پیٹ کو بھرا نہ جائے کوئی نکلنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا اور سارے گلے شکوے کھانے پینے کے ہی ہوتے ہیں۔ آج کل اکثر لیڈر حضرات اور خطبائے کرام بھی موٹی آسامی دیکھ کر ہی وعدہ دیتے ہیں غریب جماعتوں کے جذبات اور خواب اکثر ادھورے ہی رہتے ہیں، بڑی جیب اور موٹے پیٹ والوں کے لیے جمعہ کے خطبات بھی دیئے جاتے ہیں اور غریب جماعت والوں کو درس دینا وبال جان سمجھا جاتا ہے۔ الا ما شاء اللہ...... یہ ہمارے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ایک بنیادی فرق ہے۔ بہر صورت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں روزانہ ایک کھجور دیتے ہم اسی کو چوس چوس کر گزارہ کر لیتے تھے اور بعد میں پانی پی لیتے تھے کچھ دن تو ایسے بھی آئے کہ ہم درختوں کے پتے جھاڑتے اور ان کو پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ اللہ اکبر

......ہمارا سفر سمندر کے ساحل پر جاری تھا چلتے چلتے ہمارے سامنے ریت کے بڑے ٹیلے کی طرح ایک چیز نمودار ہوئی جب ہم قریب ہوئے تو ہم نے دیکھا وہ ایک بہت بڑی مچھلی ہے جس کو عنبر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یہ تو مردار ہے...... پھر فرمایا: کوئی حرج نہیں ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہیں اور اضطراری حالت ہے لہٰذا اس کے کھانے میں کوئی عیب نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں ہم تعداد میں تین سو تھے اور ایک ماہ تک ہم ٹھہرے رہے اور خوب اس کا گوشت کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم سارے صحتمند اور موٹے تازے ہو گئے۔ جب ہم واپس مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آ کر بتایا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

هُوَ رِزْقٌ اَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُوْنَا؟ فَاَرْسَلْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُ فَاَكَلَهُ

''وہ ایسا رزق تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا، کیا اس کے گوشت میں سے کچھ تمہارے پاس ہے......؟ ہمیں بھی کھلاؤ! چنانچہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گوشت بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کھایا۔'' (صحیح مسلم، کتاب الصید: 1935)

پیارے بھائیو......! کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی گارنٹی کو پورا کیا اور اپنی راہ میں نکلنے والوں کو ان کی ضرورت سے بڑھ کر کھانے کے لیے اعلیٰ گوشت مہیا فرمایا۔

آج بھی اللہ تعالیٰ اپنی راہ کے مسافروں کو غیبی رزق عطا کرتا ہے۔ جب نیت میں اخلاص ہو اور جزا صرف اور صرف عرش والے سے لینے کا ارادہ ہو۔ جن کے دلوں میں دنیا چمکتی دمکتی ہو وہ جیسا مرضی لبادہ اوڑھ لیں سوائے حسرتوں اور ناکامیوں کے انہیں کچھ نصیب نہ ہوگا۔

گارنٹی والے کا جنت جاتے بے مثال انداز:

حضراتِ ذی وقار......! دین کے راہی اور دین کے مجاہد کو جہاں زندگی میں اعلیٰ رزق نصیب ہوتا ہے وہاں موت اور شہادت کے وقت اس کے پروٹوکول کے انداز بھی بہت نرالے ہوتے ہیں۔ شہادت کے مناظر دیکھنے کے لیے، جنازے میں شرکت کے لیے اللہ تعالیٰ آسمان سے مقرب ملائکہ نازل فرماتے ہیں۔ جب سیدنا حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کو غسل دینے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کا نزول فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہہ رہے تھے:

اِنَّ صَاحِبَکُمْ تَغْسِلُهُ الْمَلَآئِکَةُ

''بے شک تمہارے ساتھی کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔''

[مستدرک حاکم:204/3، سنن الکبری:15/4، سلسلة صحیحة:326]

یہ سب اخلاص کی برکتیں ہیں، اگر آج ہم بھی دینِ الٰہی کے ساتھ مخلص ہو جائیں تو زندگی موت سے بہتر اور موت زندگی سے بہتر ہو جائے غرض کہ دونوں جہان سنور جائیں۔

اے اللہ کی بندی! صرف ایک جنت نہیں:

اللہ کے دین کا راہی اور مجاہد جب تک زندہ رہے اسے عزت کے ساتھ رزق دیا جاتا ہے اور جب موت آئے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس بات کی گارنٹی رب العالمین نے خود اٹھا رکھی ہے۔

آیئے جائزہ لیں......! ایک مجاہد کے لیے اللہ تعالیٰ کی گارنٹی کیسے سچ ثابت ہوئی۔ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر بہادر صحابی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو میدان جہاد میں نگران اور جاسوس بنا کر بھیجا، اسی دوران

اچانک دشمن کی طرف سے ایک تیر آپ رضی اللہ عنہ کو آ لگا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ ام حارثہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اپنے بیٹے حارثہ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر کہنے لگیں:

اے اللہ کے رسول......! میرا بیٹا کہاں ہے......؟ اگر وہ جنتی ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور اگر کوئی اور معاملہ ہے تو مجھے بتائیں تا کہ میں آپ آہ و بکا اور رونے سے اپنے غم کے بوجھ کو ہلکا کرلوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر تاریخ ساز کلمات کہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا أُمَّ حَارِثَةَ ! إِنَّها لَيْسَتْ بِجَنَّةٍ وَاحِدَةٍ وَلٰكِنَّها جِنَانٌ كَثِيْرَةٌ وَإِنَّ حَارِثَةَ لَفِي أَفْضَلِها أَوْ قَالَ فِيْ أَعْلَى الْفِرْدَوْس

[مسند احمد 124/3، سلسلة احاديث صحيحة ج4: ح1811]

''اے حارثہ کی ماں......! وہ جنت کے ایک باغ میں نہیں بلکہ جنت میں بہت باغات ہیں اور حارثہ ان میں سے سب سے افضل باغ میں ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ فردوس کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔''

سامعین کرام......! اللہ تعالیٰ کی گارنٹی کے مطابق میں نے آپ کو حقائق اور واقعات سے یہ بات اچھی طرح سمجھا دی ہے کہ راہِ خدا میں نکلنے والا مومن اور مجاہد کبھی ناکام نہیں لوٹتا۔ اگر زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ مال غنیمت، غیبی رزق اور اجر و ثواب سے دامن بھر دیتے ہیں اور اگر راہِ خدا میں موت آجائے تو جنت واجب ہو جاتی ہے۔

جنت کی گارنٹی پانے والا دوسرا خوش نصیب:

اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو برکت والے رزق اور نعمتوں والی جنت کی گارنٹی دی ہے جو نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں حاضر ہو، یعنی پانچ وقت کا وہ نمازی جو مسجد

میں باجماعت نماز ادا کرتا ہے اس شخص کو دونوں جہانوں کی بہتری کی گارنٹی حاصل ہے۔

ہمارے ہاں اکثر لوگ اپنی دکانوں یا دفتروں میں نماز ادا کرتے ہیں جب کہ ایسا کرنا شریعت میں مستحسن امر نہیں ہے، ایسا کرنے سے اجر و ثواب میں کمی، خیر و برکت سے دُوری کے ساتھ ساتھ بے شمار سعادتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ مسجد میں نماز ادا کرنے والے کے لیے خیر و برکت والے رزق اور اعلیٰ جنت کی گارنٹی رب العالمین کی طرف سے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

رَجُلٌ رَاحَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ وَغَنِيْمَةٍ

''ایسا شخص جو مسجد کی طرف آیا اس کا اللہ ضامن ہے، وفات کے بعد اس کو جنت میں داخل کرے گا اور زندگی میں اجر اور بابرکت رزق عطا کرے گا۔''

سامعین کرام......! اسی سلسلے میں مزید تین احادیث پر غور فرمائیں اور مسجد میں نماز ادا کرنے کا معمول بنائیں، اللہ کی ضمانت کے مطابق سکون کا رزق ملے گا اور موت کے بعد جنت سامنے ہوگی۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(1) بَشِّرُوْا الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [سنن ابی داود، الصلاۃ:561، ترمذی، الصلاۃ:223]

''اندھیروں میں مساجد کی طرف چل کر آنے والوں کو قیامت والے دن پورے نور کی خوش خبری سنا دو!''

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تجارت سراسر نفع کی تجارت ہے، آپ دنیا میں اندھیروں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اللہ کے گھروں کو آباد کریں وہ قیامت کے روز

تمہاری گزرگاہوں کو روشنیوں سے بھر دے گا۔ اور جب مسجد کی طرف ایک قدم اٹھتا ہے تو جنت میں ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

امام المحدثین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

② مَنْ تَطَهَّرَ فِيْ بَيْتِهِ ثُمَّ مَضَى اِلَى بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ لِيَقْضِيَ فَرِيْضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ كَانَتْ خُطُوَاتُهُ اِحْدَاهَا تَحُطُّ خَطِيْئَةً وَالْاُخْرٰى تَرْفَعُ دَرَجَةً [مسلم، المساجد: 666]

''جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضے کو ادا کرنے کے لیے گیا تو اس کے قدم اس طرح ہوں گے، ایک قدم گناہ کو مٹائے گا اور دوسرا قدم (جنت میں) درجہ بلند کرے گا۔''

آج بعض لوگ گھروں کی دوری کا بہانہ بنا کر مسجد میں تشریف نہیں لاتے، گھر دوسری گلی میں ہو تو مسجد ان کو یوں محسوس ہوتی ہے جیسے کہ میلوں کی مسافت ہو۔

اللہ کے بندو......! ایسا خیال آنے پر آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میرے ایک ایک قدم پر جنت میں ایک ایک درجہ بلند کر دیا جائے گا۔ یہاں سرکاری سکیل بڑھانے کے لیے آپ دن رات ایک کر دیتے ہیں لیکن جنت میں اونچے درجات پانے کے لیے ہمیشہ نیند، آرام اور غفلت آڑے آتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قدر دانی کی انتہا تو یہ ہے کہ جنت کی گارنٹی دینے والا داتا جنت میں مہمانی کا اہتمام بھی کرتا ہے، نمازی کے لیے جنت میں دسترخوان سجا دیئے جاتے ہیں جہاں سے کھانا کھانے کے لیے اس کو جنت میں پورے پروٹوکول کیساتھ بلایا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

③ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّاللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ

[صحیح البخاری، الاذان:662، صحیح مسلم، المساجد:669]

''جو شخص صبح یا شام مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے لیے جنت میں مہمانی تیار کرتے ہیں جب بھی وہ صبح یا شام کو جائے۔''

بلاوجہ مساجد میں نماز نہ پڑھنا گمراہی ہے:

مساجد میں نماز پڑھنا مسلمان کے ہدایت یافتہ ہونے کی علامت ہے اور اسی ہدایت کی برکت سے دنیا کے رزق اور آخرت میں جنت کی گارنٹی کا حقدار بنتا ہے، بصورتِ دیگر اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر کے مسجد نہ جائے یا جماعت سے پیچھے رہے اس بندے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کو چھوڑنا سراسر گمراہی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے دور میں سوائے منافقوں کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذوق، شوق سے مسجد میں آیا کرتے تھے حتی کہ بیماری کے عالم میں مسجد میں آتے ہوئے حالت یہ ہوتی کہ

وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتَى بِهِ يُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ [صحیح مسلم، المساجد:1488]

''مومن کو اس حالت میں لایا جاتا کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان چل رہا ہوتا تھا یہاں تک کہ اس کو صف میں کھڑا کر دیا جاتا (یعنی دو آدمی پکڑ کر لاتے)''

سامعین کرام......! اسی طرح آپ نے سنا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نابینے شخص کو بھی مسجد سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں دی۔ یاد رہے کہ ان جیسے دلائل

کی وجہ سے فقہائے اسلام کی کثیر تعداد کا یہی موقف ہے کہ بلا وجہ گھر وغیرہ میں نماز پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

مسلمان تو بہت عروج پر تھے:

اسلامی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب مسلمان مسجدوں میں جا کر نمازیں ادا کرتے تھے اور ایک صف میں کھڑے ہو کر اپنے اللہ کے سامنے گردنیں جھکاتے تھے تو ان کے سر بلند تھے، دشمن ان سے خائف تھا، ہر طرف خیر و برکت کی فراوانی تھی۔ جب سے امتِ مسلمہ کے حکمران بے نماز ہوئے ہیں مسلمانوں کا اتحاد بھی پارہ پارہ ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا غیبی رزق بھی بند ہو چکا ہے، آج ملکِ پاکستان کے معاشی حالات صرف اور صرف اس صورت میں بہتر ہو سکتے ہیں کہ مسجدوں کا رخ کیا جائے اور مل کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا جائے وہ اپنی گارنٹی کے مطابق ہمارے قرضے بھی اتارے گا اور عزت کا رزق بھی عطا کرے گا۔

بازاروں میں جا کر دیکھو......!

مسجد میں آ کر نماز پڑھنے والے برکت والا رزق اور نعمتوں والی جنت پاتے ہیں، آپ بازاروں میں سروے کر کے دیکھیں جو لوگ نماز کے وقت دکان یا دفتر بند کرتے ہوئے مسجد میں آ جاتے ہیں ان کی زبان پر شکر کے جذبات زیادہ ہوتے ہیں، ان کی تھوڑی کمائی میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔ صحت بھی بہتر ہوتی ہے جبکہ دوسری طرف جو دکاندار ظہر، عصر اور مغرب کو اپنی ریڑھی یا دکان پر یا اپنے دفتر میں برباد کر دیتا ہے اس کی زبان پر ناشکری کے جذبات زیادہ ہوں گے۔ برکت کا نام و نشان نظر نہیں آئے گا، طرح طرح کے معاملات میں اٹا، الجھا اور بکھرا ہوا نظر آئے گا، سکون نام کی کوئی چیز نہ ہو گی اور صحت کے اعتبار سے آپ ٹیسٹ کروا کر دیکھ

پس ایک نمازی بنسبت دوسرے کی وہ زیادہ خطرناک سٹیج پر ہوگا۔ برکت والے رزق کے لیے زیادہ ملازموں اور مین بازاروں میں دکانیں کھولنا ضروری نہیں بلکہ آپ جہاں بھی بیٹھے ہیں مسجد سے وفا کریں، مسجدوں والا کبھی کوئی کمی نہیں آنے دے گا۔

ہسپتالوں کا سروے کریں:

لاہور، اسلام آباد، کراچی اور فیصل آباد کے بڑے بڑے مہنگے ہسپتالوں میں آپ جا کر دیکھیں یہ خبریں عام اخبارات اور میگزینوں میں شائع نہیں ہوتیں ہمارے سپیشلسٹ ڈاکٹر اور سرجن حضرات بتاتے ہیں کہ ہمارے ہاں جتنے بے نماز آتے ہیں وہ بڑی ذلت کی موت پا کر دنیا سے جاتے ہیں، کوئی ہائے ہائے کرتا دنیا سے جارہا ہے، کسی کی زبان پر گالیاں ہیں اور کوئی مرتے ہوئے کفریہ بول بول رہا ہے، کئی بے نماز مریضوں کے چہرے موت کے وقت سیاہ ہو جاتے ہیں اور کئی مرنے والوں کے چہرے بگڑ جاتے ہیں جبکہ اس کے مقابلہ میں جتنے دین دار اور نمازی لوگ ہمارے ہاں آتے ہیں جہاں آپریشن کرتے ہوئے عجیب وغریب کرامات کا سامنا ہوتا ہے وہاں موت کے وقت کوئی درود پڑھتے دنیا سے جارہا ہے اور کوئی قرآن پڑھتے موت کو اپنے سینے لگا رہا ہے اور کسی کا آخری سانس اس انداز سے مکمل ہوتا ہے کہ اس کی زبان کلمہ شہادت سے تر ہوتی ہے۔ سبحان اللہ

اللہ مجھے اور آپ کو مسجد جا کر نمازیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی اس گارنٹی کا حقدار بنا دے۔ آمین۔

گارنٹی پانے والا تیسرا خوش نصیب:

جو شخص گھر داخل ہوتے ہی باقاعدگی سے سلام کرتا ہے اللہ کے ذمے لازم ہے کہ وہ اسے ضرورت کے مطابق رزق عطا کرے اور موت کے بعد جنت عطا

فرمائے۔ جیسا کہ حدیثِ طیبہ کے الفاظ ہیں:

وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ

''اور ایسا آدمی جو اپنے گھر میں سلام کہہ کر داخل ہو اس کا ضامن اللہ ہے۔''

بظاہر دیکھنے میں یہ معمولی عمل ہے لیکن گہرائی میں جا کر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑا عمل ہے اور اس عمل پر وہی شخص ہیشگی کر سکتا ہے

☆...... جو تکبر کی بیماری سے پاک ہو۔ اور اس بات کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے کہ متکبر لوگ سلام کا اہتمام کرتے ہیں نہ ہی سلام کرنے میں پہل کرتے ہیں۔

☆...... جو لوگ اخلاص کی دولت سے مالا مال ہوں

☆...... جو گھر والوں اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہوں

☆...... جن کی نگاہوں میں اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور رحمت و برکت کی اہمیت ہو۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ [صحيح مسلم، الايمان:54]

''تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ ایمان لے آؤ اور تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا میں تمہاری ایک چیز پر رہنمائی نہ کروں؟ جب تم اسے اپناؤ گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے، آپس میں سلام کو عام کر دو۔''

اس حدیث میں محبت کا ذریعہ سلام کو قرار دیا گیا ہے اور حصول جنت کے لیے یہی کامیابی کا پہلا قدم ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں پورے اہتمام سے

" السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته"

نہیں کہا جاتا بلکہ بڑے بڑے سمجھدار، پڑھے لکھے مذہبی لوگ منہ اٹھا کر گھر میں داخل ہو جاتے ہیں جبکہ ایک حیوان اور مسلمان کا گھر میں داخل ہونے کا بڑا فرق ہے۔ قرآن مجید تو اس بات کا حکم کرتا ہے کہ گھر جاتے ضرور سلام کیا کرو۔

فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ [النور:61]

''جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے، بابرکت پاکیزہ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات کو واضح کرتا ہے تاکہ تم عقل کرو۔''

اس آیتِ کریمہ میں رب العالمین فرماتے ہیں کہ گھر والوں کو ضرور سلام کیا کرو یہ تمہارے اللہ کی طرف سے پاکیزہ تحفہ ہے۔ سبحان اللہ...... یہ کس قدر سعادت کی بات ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ تحفے کو اپنے گھر والوں کو پیش کرتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پورے گھر کو برکتوں سے بھر دیتے ہیں اور گھر والوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

اللہ کے بندو......! اپنے بچوں کی تربیت کرو، ان کو سلام کا پابند کرنا جنت کی راہ پر چلا دینے کے مترادف ہے۔ وہ سارا کنبہ قبیلہ اللہ کی جنت میں ہوگا جس کی فضائیں ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' سے گونجتی رہیں۔

اگر آپ اپنے والدین اور بیوی بچوں کے لیے زیادہ مال واسباب نہیں لا سکتے تو کوئی حرج نہیں کم از کم مسکراتے ہوئے چہرے سے سلام کرتے ہوئے ان پر

داخل ہوا کرو۔ اے میرے گھر والو! تم پر اللہ کی سلامتی نازل ہو، تم پر اللہ رحمتیں اتریں اور ہمیشہ اللہ کی برکات تمہارا مقدر رہوں آپ کے اس عمل سے تھوڑے مال میں زیادہ برکت ہوگی اور جنت سجانے والا خود تمہیں جنت عطا کرے گا۔

آج کے خطبے کی آخری حدیث پوری توجہ سے سماعت فرمائیں: مدینے والے کا غلام، تاجدارِ مدینہ، سرورِ قلب وسینہ حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر کہنے لگا:

دُلَّنِيْ عَلَى عَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ [صحيح الجامع الصغير2232]

"مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔"

غور فرمائیں کس قدر اہم سوال ہے......؟ اور کس قدر عظیم شخصیت سے کیا جا رہا ہے۔ جواب میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے ارشاد فرمایا:

"سلام کو عام کرو اور اچھی کلام کرو اللہ پاک تجھ پر اپنی بخشش کو واجب فرما دیں گے اور جنت تیرے نام الاٹ کر دی جائے گی۔"

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی جنت کا مالک ووارث بنائے اور جن گارنٹی پانے والوں کا قرآن نے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو انہی میں شامل فرمائے۔ آمین!

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾

[التوبہ:72]

"اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ

کر رکھا ہے جن میں نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نیز سدا بہار باغات میں پاکیزہ قیام گاہوں کا بھی (وعدہ کر رکھا ہے) اور اللہ کی خوشنودی تو ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

هذا ما كان عندي والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقي الا بالله

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

☆❋☆❋☆❋☆❋☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی گارنٹی پانے والے

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جنت کی گارنٹی پانے والے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ ﴾

[عنکبوت:59,58]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم انہیں جنت کے بالا خانوں میں ضرور جگہ دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، نیک عمل کرنے والوں کا عمل بہت اچھا ہے۔ جن لوگوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

دین اسلام کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حقیقت میں کامیاب وکامران وہ شخص ہے جو دین اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی ساری محنت نیک اعمال کرنے پہ لگا دیتا ہے۔ مرنے کے بعد جنت میں جانے کے لیے گناہوں سے بچتے ہوئے نیک اعمال کا کرنا لازمی وضروری ہے۔

گزشتہ خطبے میں آپ کے سامنے ایسے نیک اعمال بیان کیے گئے ہیں کہ جن کے کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی گارنٹی ملتی ہے اور آج میں آپ کے سامنے چند ایسے اعمال بیان کروں گا کہ جن پر عمل پیرا ہونے سے رسول اللہ ﷺ جنت کے ضامن بن جاتے ہیں اور وہ عمل ایسے ہیں کہ اگر ان کو اپنا لیا جائے تو آدمی بے شمار گناہوں سے خود بخود بچ جاتا ہے اور اگر ان نیک اعمال کی پاسداری نہ کی جائے تو آدمی ساری زندگی گناہوں کی دلدل میں پھنسا رہتا ہے۔

آغازِ خطبہ میں جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس میں بھی عرش وفرش کے مالک وخالق رب العالمین کا یہی اعلان ہے کہ جنت میں اعلیٰ درجات ہوں گے اور تمام کے تمام اعلیٰ درجات صرف اور صرف اعمال کی بنیاد پر

ملیں گے اور ان درجات کو حاصل کرنے میں سرفہرست لوگ وہ ہوں جنہوں نے دنیا کی زندگی میں صبر کیا، یعنی حلم اور برداشت کا مظاہرہ کرتے رہے اور حق پر ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت سے اجتناب کیا، جھوٹ کے ذریعے کمائی کرنے کی بجائے اپنے رب پر بھروسہ کرتے رہے، خودداری اور حسن اخلاق سے اپنی زندگی کو بسر کیا، اپنے ایمان کی تازگی کے لیے ذرا آیت ربانی پر غور فرمانا:

﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ ﴾

[عنکبوت:59,58]

"اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم انہیں جنت کے بالا خانوں میں ضرور جگہ دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، نیک عمل کرنے والوں کا عمل بہت اچھا ہے۔ جن لوگوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔"

سامعین کرام......! اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں آج مجھے وہ عمل بیان کرنے ہیں کہ جن پر ناطق وحی، صادق و امین اور کائنات کے سب سے سچے و سُچے رسول حضرت محمد ﷺ نے گارنٹی دی ہے کہ ایسے شخص کے جنتی ہونے کا میں ضامن ہوں۔ بحیثیت مسلمان ہم سب کا یہی ایمان ہے کہ جس شخص کو جنت کی گارنٹی رحمۃ للعالمین ﷺ دے دیں ایسا شخص کبھی جہنم نہیں جا سکتا۔

آغاز میں ہی دعا فرما دیں کہ اللہ مجھے اور آپ کو رسول اللہ ﷺ کی ضمانت کا حقدار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جنت کی ضمانت پانے والا پہلا خوش نصیب:

دنیا کی زندگی میں مختلف حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، رائے کا اختلاف، ذہن کا نہ ملنا اور مزاج کا باہم موافقت نہ کرنا یہ کوئی انہونی بات نہیں بلکہ فطرتی عمل ہے۔ ہر ایک کی طبیعت ہر کسی کے ساتھ نہیں ملتی، لیکن مزاج نہ ملنے کا مطلب مار کٹائی اور لڑائی نہیں بلکہ باہم ایک دوسرے کے حقوق وفرائض کو ادا کرتے ہوئے اپنے تعلقات کو محدود کر لینا چاہیے اور زیادہ بے تکلفی کے فتنوں سے بچنے کے لیے اعراض کی کوئی بہتر صورت اختیار کر لینی چاہیے۔ کیونکہ جو شخص لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرتا ہے اور حق پر ہونے کے باوجود مار کٹائی اور لڑائی کے قریب نہیں جاتا، رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو جنت کی ضمانت دی ہے۔

سیدنا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا

[سنن ابی داود:4800، صحیح الترغیب:139، سلسلہ احادیث صحیحہ:273]

''میں جنت کے گردو پیش میں اس شخص کے لیے گھر کا ضامن ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔''

اس حدیث میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

1. اللہ کی جنت ایک جیسی نہیں ہوگی بلکہ اس میں کئی درجات ہوں گے جس طرح ہمارے شہروں کی آبادیاں، درمیانے درجے کی اور اعلیٰ سے اعلیٰ ہوتی ہیں اسی طرح جنت میں بھی عام نارمل اور اعلیٰ سے اعلیٰ بہترین ماحول ہوگا اور جو شخص جھگڑا

چھوڑے گا اس کو جنت کے ''Front'' پر یعنی جنت کے گردو پیش میں عالی شان محل دیا جائے گا۔

2 حدیث میں لفظِ ''مراء'' استعمال ہوا ہے، اس کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ ''دکھلاوے کے لیے جھگڑا کرنا، دکھلاوے کے لیے دست وگریباں ہونا'' اور محض دنیا کی شہرت کے لیے لڑائی جھگڑا اور مار کٹائی کرنا، جس طرح کہ عام دنیادار جاہل لوگوں کا طریقہ ہے، بات کچھ بھی نہیں ہوتی لیکن بحث وتکرار کا اختتام قتل وغارت پر ہوتا ہے۔ اب جو شخص اپنے موقف کو دلائل سے پیش کرنے پر اکتفا کرلے وہی کامیاب ہے اور اس کے برعکس جو شخص لڑنے جھگڑنے اور قتل وغارت پر اتر آئے ایسا شخص رسول اللہ ﷺ کی عظیم الشان ضمانت سے محروم کردیا جاتا ہے۔

یاد رہے...... ! لڑائی جھگڑا شریعتِ اسلامیہ میں حد درجہ مذموم ہے۔

1 جھگڑا...... کئی خطرناک گناہوں کا مجموعہ ہے، جب آدمی جھگڑا کرتا ہے تو وہ گالیاں دیتا ہے، تہمتیں لگاتا ہے، اپنے مدمقابل کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، اس کا خون بہاتا ہے اور بسا اوقات تو اس کو جان سے ختم ہی کر ڈالتا ہے۔ اس لیے شریعت لڑنے جھگڑنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ ایک روایت میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكَ وَالْمِرَاءَ فَإِنَّ نَفْعَهُ قَلِيْلٌ وَهُوَ يَهِيْجُ الْعَدَاوَةَ بَيْنَ الْأَخَوَانِ [شعب الایمان: جلد 11 حدیث: 8076، اسنادہ جید]

جھگڑے سے بچ! کیونکہ اس کا فائدہ نہ ہونے کے برابر ہے اور وہ دو بھائیوں کے درمیان دشمنی کو ابھارتا ہے۔''

اسی طرح محمد بن علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْخُصُوْمَةُ تَمْحَقُ الْحَقَّ وَتُنْبِتُ الشَّحْنَاءَ فِيْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ

''جھگڑا سچائی کو مٹا دیتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں کینہ پیدا کرتا ہے۔''

[صید الفوائد، یوسف شمری، ص:1، الجدل والمراء آثار سلفیۃ]

سامعین کرام......! آپ خود غور فرمائیں کہ جھگڑوں کی وجہ سے کتنی ویرانیاں ہوتی ہیں......؟ جب جھگڑوں کا آغاز ہوتا ہے تو انجام کس قدر خوفناک نکلتا ہے......؟ عدالتیں، کچہریاں اور جیلیں کس نے آباد کی ہیں......؟ یقیناً ان تمام ذلتوں کی وجہ جھگڑا ہی ہوتا ہے کہ انسان لحہ بھر صبر نہیں کرتا بلکہ جھگڑ کر اپنی ساری زندگی ویران کر لیتا ہے۔

2 جھگڑا......نیک اعمال کو برباد کر دیتا ہے۔ آپ حدیثِ صحیحہ کا مطالعہ فرمائیں، رسول اللہ ﷺ نے روزے دار کو خصوصی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ وَاِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ اَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ: اِنِّيْ صَائِمٌ، اِنِّيْ صَائِمٌ

[مسند احمد:2/461 حدیث:7492 سنن ابی داود:4603]

''روزہ ڈھال ہے، روزے دار بے ہودگی اور جہالت والے کام نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس کے ساتھ لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ اس کو کہے ''میں روزے دار ہوں، میں روزے دار ہوں۔''

یعنی روزے کی حالت میں آپ کو کوئی جوابی کاروائی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جو مسلمان روزے کی حالت میں لڑائی جھگڑا اور مار کٹائی کرتا ہے یقیناً اس کا اجر باطل کر دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی ضرورت نہیں کہ جس کا پیٹ بھوکا ہو لیکن اس کے ہاتھ اور اس کی زبان ظلم کرنے سے باز نہ آئے۔

اسی طرح حج پر جانے والے کو یہی تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے حق کی تلفی کے باوجود جھگڑے سے بچے اور صبر کا مظاہرہ کرے وگرنہ حج کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے گا، جیسا قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ [البقرہ:197]

''حج کے مہینے معلوم ہیں جس شخص نے ان مہینوں میں حج کو لازم کر لیا تو وہ حج کے دوران جنسی باتیں نہ کرے، اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور کسی سے جھگڑا نہ کرے اور جو نیک کام تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے اور زادِ راہ لے لو، اور بے شک بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے، اے عقل والو! تم مجھ ہی سے ڈرو۔''

ان دلائل سے پتہ چلا کہ جھگڑا جہاں بذاتِ خود گناہ ہے وہاں بڑی بڑی نیکیوں کو بھی برباد کر دیتا ہے اور ایسا جھگڑالو کیسے اللہ تعالیٰ کی جنت میں جائے گا......؟

3 جھگڑنے والے سے.......... اللہ تعالیٰ بہت زیادہ نفرت فرماتے ہیں، جھگڑا اللہ تعالیٰ کے ہاں حد درجہ ناپسندیدہ فعل ہے، جھگڑالو شخص جس قدر مرضی عبادت گزار کیوں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

صدیقہ کائنات، عفیفہ امت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ

[صحیح البخاری:2457، 7188]

”لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ بغض والا شخص سخت جھگڑالو ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ لڑنے جھگڑنے والے شخص سے سخت نفرت کرتے ہیں اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ سخت نفرت فرمائیں وہ اس کی جنت کا حقدار کیسے ٹھہر سکتا ہے......؟

4 جھگڑے کی خطرناک صورتیں..........مسند احمد کی حسن روایت کے مطابق جھگڑنے والا ناقص الایمان شخص ہے اور جھگڑے سے بچنا کامل ایمان کی نشانی ہے۔ اور یاد رہے......! جھگڑے کی سب سے خطرناک تین صورتیں ہیں۔

① **علمائے حق کے ساتھ جھگڑنا**......جیسا کہ اہل بدعت کا یہی پرانا وتیرہ ہے کہ وہ حق کے سامنے سر جھکانے کی بجائے اہل حق کے ساتھ جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اہل بدعت مناظرے میں شکست کے موقع پر اور اسی طرح دیگر موقعوں پر اپنے غیض وغضب کو ٹھنڈا کرنے کے لیے بات قتل وغارت تک پہنچا دیتے ہیں۔

یاد رکھو......! اہلِ حق سے ناحق جھگڑنے والا روزِ قیامت جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ [جامع الترمذی، سنن ابن ماجہ]

② **میاں بیوی کا آپس میں جھگڑنا**......انتہائی خطرناک ہے، اس سے جہاں گھر برباد ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں اولاد کا مستقبل بھی خطرے میں چلا جاتا ہے اور جب میاں بیوی آپس میں جھگڑتے ہیں تو شیطان بہت زیادہ خوشی محسوس کرتا ہے۔ جو خاوند اپنی بیوی کی بے رخی کے باوجود اس سے جھگڑا نہیں کرتا اور اللہ کے فرائض کی پابندی کرتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی ضمانت کے مطابق پکا جنتی ہے۔ اور جو بیوی خاوند کی ناانصافی کے باوجود زبان درازی اور جھگڑے سے گریزاں رہتی

ہے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی ضمانت کے مطابق جنت کی مہمان ہے۔

③ رحم کے رشتہ داروں سے جھگڑنا...... قریبی رشتہ داروں سے بنا کر رکھنا زندگی کا بہت بڑا امتحان ہے۔ بدنصیبی سے بڑے بڑے جاہل اور بدعمل رشتہ دار نصیب میں آجاتے ہیں ان کو بار بار معاف کرنا ہی کامیابی ہے۔ کیونکہ جھگڑے کی صورت میں اختلافات اور بڑھ جاتے ہیں اور جب اختلافات بڑھ جائیں تو قطع تعلقی ہو جاتی ہے اور جب قطع تعلقی برقرار رہے اور اسی صورت میں موت آجائے تو جہاں دنیا کی زندگی برباد ہوتی ہے وہاں آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے کیونکہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوتا۔

سامعین کرام......! جھگڑے کے متعلق ان تمام باتوں کے بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ آج کل یہ وبا ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ ہے، ہر کوئی ہر کسی سے ہر وقت جھگڑنے اور لڑنے کے لیے تیار بیٹھا ہے جب کہ یہ سب تباہی کے رستے ہیں۔

اگر آپ واقعی جنت جانے کے لیے سنجیدہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی اس جلیل القدر ضمانت سے فائدہ اٹھائیں اور جنت کے حقدار بن جائیں۔

پاکیزہ زندگی کا راز:

جھگڑنے والے بندے کی زندگی پاکیزہ اور پرسکون نہیں رہ سکتی، ایک عارف باللہ کا قول ہے وہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اَذْهَبَ لِلدِّيْنِ وَلَا اَنْقَصَ لِلْمُرُوْءَةِ وَلَا اَضْيَعَ لِلَّذَّةِ وَلَا اَثْقَلَ لِلْقَلْبِ مِنَ الْخُصُوْمَةِ

''دین کو ختم کرنے والی، شخصیت کو مسخ کرنے والی، لذت و فرحت کو ضائع کرنے والی اور دل کو بہت زیادہ بوجھل کرنے والی سوائے جھگڑے کے

میں نے کوئی اور چیز نہیں دیکھی۔" [صید الفوائد، یوسف شمری، ص:1]

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِذَا أَرَادَ اللهُ بِقَوْمٍ شَرًّا أَلْزَمَهُمُ الْجَدْلَ

"جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے شر کا ارادہ کرتا ہے تو ان پر جھگڑے کو مسلط کر دیتا ہے۔" [صید الفوائد، یوسف شمری، ص:1]

یعنی وہ ہر وقت لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں یا لڑائی جھگڑے کی سکیمیں بناتے رہتے ہیں اور وہ اپنی اس کوتاہ فکری کی وجہ سے جہنم جانے سے پہلے بدسکونی کی جہنم میں جھلستے رہتے ہیں۔

آؤ مسلمانو......! آج میرے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر خطبہ کی حالت میں وعدہ کرو کہ کبھی کسی کے ساتھ جھگڑو گے نہ ہی لڑائی کرو گے۔

ہاتھ اٹھاؤ......وعدہ کرتے ہو؟

اے اللہ......! تیرے بندوں نے تیری رضا کے لیے، تیرے گھر میں بیٹھ کر، ہاتھ اٹھا کر تیرے ساتھ وعدہ کیا ہے، اللہ پاک تو ان کو ساری زندگی یہ وعدہ نبھانے کی توفیق عطا فرما اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی ضمانت کا حقدار بنا دے۔

اور قرآن کا بھی یہی اعلان ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ ﴾

[عنکبوت:59,58]

"اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم انہیں جنت کے بالا

خانوں میں ضرور جگہ دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، نیک عمل کرنے والوں کا عمل بہت اچھا ہے۔ جن لوگوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔''

جنت کی گارنٹی پانے والا دوسرا خوش نصیب:

جنت کا دروازہ کھلوانے والے ہمارے پیارے پیر و مرشد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کو جنت کی ضمانت دی ہے ان میں دوسرا شخص وہ ہے جو ہر حال میں سچ کو لازم پکڑ لے اور اور مذاق میں بھی جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔ آج لوگ بلاوجہ شغل مذاق میں ہی ہزاروں جھوٹ بول جاتے ہیں اور وہ اس پر نادم ہونے کی بجائے اس کو خوش طبعی اور بے تکلفی سمجھتے ہیں۔ جبکہ یہ جہنم کا سامان ہے اور اس سے گریز کرنے والے کے لیے جنت کی ضمانت ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا [سنن ابی داود: 4800، صحیح الترغیب: 139]

''میں جنت کے درمیان میں گھر لے کر دینے کا ضامن ہوں جس نے مذاق میں بھی جھوٹ کو چھوڑ دیا۔''

سمجھدار دیندار لوگ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے سے تو گریز کرتے ہیں مگر ہنسی شغل میں جھوٹ بولنے میں کوئی مضائقہ محسوس نہیں کرتے۔ جبکہ یہ بہت زیادہ خطرناک روش ہے اور اس کو چھوڑ دینے پر بہت بڑی ضمانت ہے۔

مذاق میں جھوٹ بولنے والا ناقص الایمان ہے:

جنت کے داخلے کے لیے مکمل ایمان والا ہونا ضروری ہے، بعض روایات

سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ بتقاضہ بشریت مسلمان سے ہر گناہ سرزد ہو سکتا ہے لیکن وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور ایک صحیح روایت کے مطابق تکمیل ایمان کے لیے ہر حالت میں جھوٹ چھوڑنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی قدر ہے:

لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ الْاِيْمَانَ كُلَّهُ حَتّٰى يَتْرُكَ الْكَذِبَ مِنَ الْمُزَاحَةِ [مسند احمد 8630 صحیح الترغیب 2939]

''بندہ پورا مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ مذاق میں بھی جھوٹ بولنا چھوڑ دے''

ایسی ماں بھی جھوٹی ہے:

جو ماں اپنے بچے کو پاس بلانے کے لیے اس کو چیز دکھلائے یا اس کو کہے کہ میرے پاس آؤ میں تم کو فلاں چیز دیتی ہوں جب بچہ پاس آجائے تو وہ اس کو پکڑ لے اور چیز نہ دے تو ایسی عورت بھی جھوٹی ہے۔

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف فرما تھے تو میری والدہ نے مجھے بلایا اور کہا: عبداللہ! ادھر آجاؤ میں تمہیں کچھ دوں گی، جیسا عام ماؤں کا انداز ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے میری والدہ کے اس بول کو سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام عبداللہ! تو نے عبداللہ کو کیا دینے کا ارادہ کیا ہے......؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اس کو کھجور دینا چاہتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ جواب سن کر ارشاد فرمایا:

اَمَا اِنَّكِ لَوْ لَمْ تُؤْتِيْهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ

[سنن ابی داود: 4991، سلسلہ احادیث الصحیحۃ: 748، صحیح الترغیب: 2943]

''کیوں نہیں بلاشبہ اگر تو اس کو کچھ نہ دیتی تو یہ بھی تیرے خلاف جھوٹ لکھا جاتا۔''

سامعین کرام......! آپ اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جھوٹ کا معاملہ کس قدر حساس اور خطرناک ہے۔ بطورِ مذاق یا وقت ٹالنے کے لیے جھوٹ بولا جائے تو بھی وہ کبیرہ گناہ کی صورت میں تحریر کر دیا جاتا ہے اور جو شخص ایسی حرکتوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے وہ مدینے والے مرشد ﷺ کی طرف سے جنت کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

مذاق میں جھوٹے لطیفے سنانے والا جہنمی ہے:

بدکار لوگوں کے سٹیج ڈرامے تو ایک طرف اب تو یہ عام لوگوں کی عادت ہے اور یہ عادت بعض بے باک خطیب بھی اختیار کرتے جا رہے ہیں کہ صرف لوگوں کو ہنسانے کے لیے من گھڑت لطیفے بیان کرنا یا اپنی طرف سے ہنسی مذاق کا ماحول پیدا کرنے کے لیے باتیں گھڑ لینا۔ مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ اب یہ سلسلہ بعض دینی رسالوں میں بھی شروع ہو چکا ہے جبکہ ایسا انداز بغیر کسی رکاوٹ کے سیدھا جہنم کی "وادیٔ ویل" کی طرف جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، فَيَكْذِبُ وَيْلٌ لَّهُ وَيْلٌ لَّهُ

[مسند احمد: 244/33 حدیث: 20046، جامع الترمذی: 2315، سنن ابی داود: 4992، صحیح الجامع الصغیر: 7136، صحیح الترغیب: 2944]

"ایسے شخص کے لیے "وَیل" ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ویل ہے یقیناً اس کے لیے ویل ہے۔"

سامعین کرام......! لوگوں کو خوش کرنے اور ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا پھیلنے والی وبا کی طرح عام ہو چکا ہے، شاید کہ کسی گھر کا کوئی فرد اس وبا سے محفوظ

ہو......؟ جب کہ یہ گناہ جہنم کے بدترین گھڑے تک پہنچا دیتا ہے۔

جھوٹا تاجر فاسق و فاجر ہے:

لین دین، کاروباری معاملات اور دکان داری میں جھوٹ بول کر کمانا بنیادی فرض سمجھا جاتا ہے، ہر دوسرا شخص یہی کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ اگر جھوٹ نہ بولیں تو بچتا کچھ نہیں...... انا للہ وانا الیہ راجعون ...... جب کہ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق ایسا تاجر اور دکاندار سخت گنہگار اور فاسق و فاجر ہے جو جھوٹ بولنے سے گریز نہیں کرتا اور ایسے بدبخت سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کلام تک نہیں کریں گے اور نہ ہی اس کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھیں گے۔

حضرت عبدالرحمن انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ التُّجَّارَ هُمُ الْفُجَّارُ قَالَ رَجُلٌ: يَا نَبِيَّ اللهِ! أَلَمْ يُحِلِّ اللهُ الْبَيْعَ؟ قَالَ: فَإِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ فَيَكْذِبُوْنَ وَيَحْلِفُوْنَ وَيَأْثِمُوْنَ

[مسند احمد: 440/24 حدیث: 15469، مستدرک حاکم: 6/2، صحیح الجامع الصغیر: 1594، سلسلہ احادیث صحیحۃ: 366، صحیح الترغیب: 1786]

”یقیناً تاجروں کا گروہ ہی گناہگاروں کا گروہ ہے، ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا اللہ نے تجارت کو حلال نہیں کیا......! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک وہ بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں اور قسمیں اٹھاتے ہیں تو گنہگار ہوتے ہیں۔“

یعنی تجارت میں جھوٹ بولنے والا اور جھوٹی قسمیں اٹھانے والا ہی تباہ و برباد ہوتا ہے وگرنہ جو تاجر، دکاندار سچے ہیں اور وہ ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ

نہیں بولتے اور نہ ہی وہ جھوٹی قسم اٹھاتے ہیں ایسے لوگ انبیاء وشہداء کے ساتھ ہوں گے۔

پیارے بھائیو......! ہنسی مذاق اور شغل میلے میں بھی جھوٹ بولنے سے بچو! یہ اس قدر اہم پرہیز ہے کہ جس کی بدولت آدمی زبان رسالت ﷺ سے جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔

جھوٹے کا بدترین انجام:

اس حوالے سے صحیح البخاری کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں جس میں جھوٹے کے بدترین انجام کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت سمرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا خواب بیان کیا اور خواب کو بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس دو آدمی آئے اور انہوں نے کہا:

اَلَّذِیْ رَأَیْتَہٗ یُشَقُّ شِدْقُہٗ فَکَذَّابٌ یَکْذِبُ بِالْکَذْبَةِ تُحْمَلُ عَنْہُ حَتّٰی تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَیُصْنَعُ بِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ

[صحیح البخاری۔ کتاب الادب:6096]

"جسے آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کا جبڑا پھاڑا جا رہا ہے وہ جھوٹا شخص تھا، ایک ایسا جھوٹ بولتا جو اس سے نقل کیا جاتا اور وہ دنیا کے کناروں تک پہنچ جاتا (اس بدترین شخص کو) قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔" استغفر اللہ

اللہ کے بندو......! اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی گارنٹی کو پانے کا ارادہ ہے تو ہر قسم کے جھوٹ سے بچو۔

☆......اللہ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا

☆......رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا

☆......لوگوں کو مائل کرنے کے لیے جھوٹے خواب بیان کرنا

☆......کسی پر جھوٹی تہمت لگانا

☆......کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دینا

☆......دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر جھوٹ بولنا

☆......لوگوں کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولنا

یا بطورِ مزاح، مذاق اور شغل میں جھوٹ بولنا یہ سب ایسی بری عادتیں ہیں

جن کی وجہ سے آپ رسول اللہ ﷺ کی عظیم الشان ضمانت سے محروم ہو جائیں گے اور سوائے ذلتوں کے آپ کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔ اور قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ جھوٹے نہ بنو، عرش وفرش کے داتا پر بھروسہ کرو وہ تمہیں کامیاب بھی کرے گا اور تمہیں جنت بھی عطا کرے گا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ ﴾

[عنکبوت:59,58]

”اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم انہیں جنت کے بالا خانوں میں ضرور جگہ دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، نیک عمل کرنے والوں کا عمل بہت اچھا ہے۔ جن لوگوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔“

جنت کی ضمانت پانے والا تیسرا خوش نصیب:

رحمۃ للعالمین ﷺ کی طرف سے جنت کی ضمانت پانے والا تیسرا شخص

وہ ہے جو کمینگی، کم ظرفی اور گھٹیا پن کا مالک نہیں ہوتا بلکہ وہ ادب و احترام اور اخلاق حسنہ کی معراج پر ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو جنت کی ضمانت دیتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِيْ أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ

[سنن ابی داود: 4800، صحیح الترغیب: 139]

''میں جنت کے عالی مقام میں گھر کا ضامن ہوں ہر اس شخص کے لیے جس کا اخلاق اچھا ہے۔''

یعنی اعلیٰ اخلاق کا مالک جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوگا، جنت میں اعلیٰ درجات کے ساتھ اس کی حسن کارکردگی کا صلہ دیا جائے گا۔

ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے جنت کے دلربا مناظر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا تُرَى ظُهُوْرُهَا مِنْ بُطُوْنِهَا وَبُطُوْنُهَا مِنْ ظُهُوْرِهَا فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَبَاتَ قَائِمًا وَالنَّاسُ نِيَامٌ

[جامع الترمذی: 1984، مصنف ابن ابی شیبہ: 35105، صحیح ابن حبان: 2/262 حدیث: 509، صحیح الجامع الصغیر: 2123، صحیح الترغیب: 946]

''بلاشبہ جنت میں چند ایسے سپیشل کمرے ہیں کہ جن کے خارجی مناظر ان کے اندر سے دیکھے جاسکتے ہیں اور ان کے اندرونی مناظر ان کے باہر سے دیکھے جاسکتے ہیں، ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کن کے لیے ہیں......؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے عمدہ گفتگو کی اور کھانا

کھلایا اور لوگوں کے سوتے ہوئے رات کا کچھ حصہ قیام میں گزارا۔"

سامعین کرام......! اس قدر عظیم الشان محل صرف اور صرف اعلیٰ اخلاق کی بنیاد پر ملیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ اعلیٰ اخلاق اور حسن اخلاق کس چیز کا نام ہے......؟ آیئے اس چیز کا جواب تاجدارِ حرم ﷺ سے لیتے ہیں۔

اچھا اخلاق کیا ہے......؟

ایسا اعلیٰ اخلاق کہ جس پر رسول اللہ ﷺ نے جنت کی ضمانت دی ہے وہ یکطرفہ حسن سلوک کا نام ہے کہ آدمی دوسرے شخص کی زیادتی کے باوجود اس کے ساتھ خیر کا معاملہ کرتا ہے، (Tit for tat) ادلے کا بدلہ اچھا اخلاق نہیں، جی کو جی تو ہر کوئی کرتا ہے لیکن "ناجی" کو بھی "ہاں جی" کرنا اعلیٰ اخلاق کی معراج ہے، اچھے اخلاق کے متعلق جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے اچھے اخلاق کے متعلق چار باتیں ارشاد فرمائیں:

صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَاَحْسِنْ مَنْ اَسَاءَ اِلَيْكَ

[مسند احمد: 28/654 حدیث: 17452، صحیح الترغیب: 2536، صحیح الجامع الصغیر: 3769، سلسلة الاحادیث الصحیحة: 891,1911]

"جوڑ اس سے جس نے تجھ سے تعلق توڑا، اور دے اس کو جس نے تجھے محروم رکھا اور تو درگذری کر ہر اس سے جس نے تیرے ساتھ ظلم کیا اور اچھا سلوک کر ہر اس سے جس نے تیرے ساتھ برا سلوک کیا۔"

سامعین کرام......! جو شخص عملی زندگی میں اخلاق حسنہ کے ان چاروں پہلوؤں کا حتی المقدور خیال رکھتا ہے وہ شخص اخلاق کی بلندی پر فائز ہے اور

قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ اس کے ضامن ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کی جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا جائے گا۔ قرآن مجید بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ ﴾

[عنکبوت:59,58]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم انہیں جنت کے بالا خانوں میں ضرور جگہ دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، نیک عمل کرنے والوں کا عمل بہت اچھا ہے کہ جن لوگوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔''

جنت کی ضمانت پانے والا چوتھا خوش نصیب:

اسلام محنت اور خودداری کا درس دیتا ہے، مانگنا اور کاسہ گدائی لیے پھرنا شریعت میں حد درجہ مذموم کام ہیں۔ لیکن آج کل لوگوں کا یہ محبوب مشغلہ ہے تقریباً ہر آدمی (الا ماشاء اللہ) ہر وقت مانگ رہا ہے اور وہ مانگنے میں ہی اپنے مستقبل کی بہتری محسوس کرتا ہے۔ اس وقت یہ وبا اس قدر عام ہے کہ نام نہاد مولوی حضرات بھی دو اینٹوں کا ادارہ بنا کر صبح وشام مانگتے ہیں اور ہر کسی سے مانگتے ہیں اور آپ کو عجب حیرت ہوگی کہ کئی لوگوں نے مدرسے کے نام پر مانگا اور خاصی رقم اکٹھی ہو جانے کے بعد پتہ چلا کہ حضرت صاحب نے اپنی رہائش تعمیر کر لی ہے صرف لوگوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کے لیے چند بچیاں نورانی قاعدے یا ترجمے کی تعلیم کے لیے آتی ہیں۔ لیکن حضرت صاحب ان بچیوں کا نام لے کر در در جا کر مانگتے ہیں اور مساجد

میں اپیلیں کرتے ہیں۔ اورلوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ ان کا بہت بڑا ادارہ اور جامعہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح رشتہ داری میں عام وبا ہے کہ خود محنت نہیں کرتے اور ہمہ وقت نگاہیں غیروں کے ہاتھوں کی طرف ہوتی ہیں جب کہ شریعت ایسے کام چور اور بدمحنت لوگوں سے شدید نفرت کرتی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے نہ مانگنے والوں کی حد درجہ حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ان کو جنت کی ضمانت دی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَكَفَّلَ لِيْ اَنْ لَا يَسْئَلَ النَّاسَ شَيْئًا وَأَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ

[سنن ابی داود، الزکاۃ: 1645، مسند احمد: 37/57 حدیث: 22374، صحیح الترغیب: 813]

”جس نے مجھے ضمانت دی کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

مطلب یہ ہے کہ حتی المقدور اپنے کام اپنے ہاتھوں سے سرانجام دینے چاہئیں اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے میدان میں شب و روز محنت کرنی چاہیے، اسی میں عزت ہے اور اسی عمل پر مرنے کے بعد جنت نصیب ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کے اردگرد چند صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے تو آپ ﷺ نے ان سب سے بیعت لی اور آخر میں ارشاد فرمایا کہ بیعت میں میرے ساتھ اس بات کا بھی عہد کرو:

وَلَا تَسْئَلُوْا النَّاسَ شَيْئًا

"لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے"

راوی کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی اس بات پر سخت عمل کرتے ہوئے دیکھا اور وہ سوال کرنے میں اس قدر زیادہ محتاط تھے

وَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أُولَئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ فَمَا يَسْئَلُ أَحَدًا يُنَاوِلُهُ إِيَّاهُ

[صحیح المسلم، الزکاۃ:1043]

"کہ میں نے بعض کو دیکھا کہ ان کا کوڑا بھی زمین پر گر گیا ہے تو وہ کسی سے سوال نہیں کرتے کہ وہ اٹھا کر اسے پکڑا دے۔"

سامعین کرام......! اپنی اولاد، اپنے ماتحت یا اپنے شاگردوں سے خدمت لینا ہرگز معیوب نہیں، ضرورت کے وقت سوال کیا جا سکتا ہے لیکن اگر انسان ایسے مواقع پر بھی کسی سے سوال نہ کرے تو یہ خودداری اور عزیمت کا بہت بلند مقام ہے۔

وہ لوگ کہ مانگنا جن کا پیشہ بن چکا ہے اپنے فقر کو ظاہر کر کے مانگتے ہیں یا دین کی آڑ میں مانگتے ہیں، ایسے لوگوں کو توبہ کر لینی چاہیے وگرنہ دنیا کی شرمندگی کے ساتھ ساتھ آخرت کی ذلت سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ آج بہت کچھ ہڑپ کر جانے والے سانپ قیامت کے روز ذلیل وخوار ہوں گے اور ان کی بے بسی کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمَسْئَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بِهِ الرَّجُلُ وَجْهَهُ إِلَّا أَنْ يَسْئَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِي أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ

[سنن ابی داود:1639، جامع الترمذی:681]

"بلاشبہ سوال کرنا نوچنا ہے، اس کے ذریعے آدمی اپنا چہرہ نوچتا ہے۔ مگر یہ کہ آدمی کسی صاحبِ اختیار سے یا ایسے معاملے میں کسی سے سوال کرے کہ

جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔"

اے اللہ کے بندو......! محنت کرو اور خودداری کی زندگی بسر کرو اور سرکارِ دوعالم کی ضمانت کے حقدار ٹھہرتے ہوئے اللہ کی جنت کے مہمان بنو۔

اپنے موضوع کے حوالے سے ایک دو احادیث سنا کر بات ختم کرنا چاہتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ [صحیح البخاری:6474]

"جو مجھے ضمانت دے جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان (زبان) ہے اور جو اس کی دو ٹانگوں کے درمیان (شرمگاہ) ہے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

اِضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدتُّمْ وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَغَضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ

[مسند احمد:37/417 حدیث:22757، صحیح ابن حبان:1/506 حدیث: 271، صحیح الجامع الصغیر:1018، سلسلہ احادیث صحیحہ: 1470، صحیح الترغیب:1901]

"تم مجھے اپنی طرف سے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں، جب بات کرو تو سچ بولو اور جب وعدہ کرو تو پورا کرو اور جب تم امانت دیے جاؤ تو اس کو ادا کرو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو اور اپنے ہاتھوں کو (ظلم سے) روکو۔"

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے مولیٰ کریم مجھے اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی ضمانتوں کا حقدار ٹھہرائے جس کا ذکر قرآن نے یوں کیا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ ﴾

[عنکبوت:59,58]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم انہیں جنت کے بالا خانوں میں ضرور جگہ دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، نیک عمل کرنے والوں کا عمل بہت اچھا ہے کہ جن لوگوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔''

هذا ما كان عندى والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

☆❋☆❋☆❋☆❋☆

اہل بیت رض اور اہل حدیث
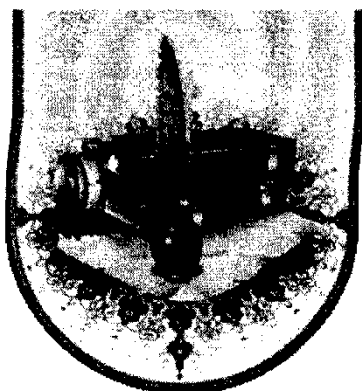
اہلِ بیت اور اہلِ حدیث

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ ﴾ [احزاب:33]

''اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر کے تمہیں اچھی طرح پاک صاف بنا دے۔''

حمد و ثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود و سلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا و امامنا فی الاخرۃ و امامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت و بخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اہل حدیث اور اہلِ اسلام میں ذرہ بھر کوئی فرق نہیں ہے، مسلکِ اہل حدیث کا مکمل انحصار صرف اور صرف اسلامی تعلیمات پر ہے، لیکن بڑے افسوس سے یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ کئی لوگ ہمارے خلاف سازشیں کرنے سے نہ جانے کیوں باز نہیں آتے......؟ ہم کسی کو تکلیف دیتے ہیں نہ ہی کسی کے مقام کو کم کرتے ہیں، کبھی عوام الناس کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اہل حدیث اولیاء کے منکر ہیں اور کبھی عامۃ الناس کو کہا جاتا ہے کہ اہل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ ہیں' اور محرم الحرام کے مہینے میں تو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ جہاں اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم اجمعین پر الزامات کی بوچھاڑ کی جاتی ہے وہاں اہل حدیث کو بھی معاف نہیں کیا جاتا، کوئی کہتا ہے:

کہ اہل حدیث آل رسول کے منکر ہیں اہل بیت کی تعظیم نہیں کرتے، بلکہ ان سے بغض رکھتے ہیں، حالانکہ یہ سب باتیں علی الاعلان کھلم کھلا جھوٹ ہیں، ہم آل رسول اور اہل بیت کے قدردان ہی نہیں بلکہ دین کے دائرہ میں رہتے ہوئے حد درجہ عقیدت مند بھی ہیں۔ ہمارے نزدیک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا عین ایمان ہے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کا احترام کرنا تکمیل ایمان کے لیے حد درجہ ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کی عظیم القدر شخصیات تو درکنار ان ذرّات سے بھی محبت کرنا ضروری ہے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قدم مبارک رکھے اور ان سے محبت فرمائی، ہمیں دوسرے پہاڑوں سے جبل احد صرف اور صرف اس لیے بہت پیارا ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت پیارا تھا۔ جس کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس قدر زیادہ گہرا ہوگا ہمارے دلوں میں اس کی محبت اس قدر زیادہ گہری ہوگی۔

آلِ رسول اور اہلِ بیت کون ہیں......؟

آل رسول اور اہل بیت میں کون کون شامل ہیں......؟ اس کے متعلق ہمارا مؤقف قرآن وحدیث کی رہنمائی کے مطابق ہے اور قرآن وحدیث سے جو ہمیں رہنمائی ملتی ہے اس سے دو باتیں سامنے آتی ہیں:

1 ......آل رسول میں بنو ہاشم میں سے ہر مسلمان مرد اور عورت شامل ہے اور بنو ہاشم میں آل عباس، آل بنی حارث بن عبدالمطلب، آل عقیل، آل جعفر اور آل علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

2 ......اہل بیت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں جو گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتی تھیں' اور یاد رہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ وعلی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے بھی اہل بیت کے لفظ کو استعمال کیا ہے، جس سے ان کی شان اور مقام مزید زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہل بیت سے خارج کر دیا جائے۔۔ ہمارے نزدیک جو اہل بیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجات رضی اللہ عنہن کو شامل نہیں کرتا، وہ قرآن کا منکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ ہے۔

[نوٹ: لفظِ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجات مکرمات کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور اہل بیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانوادے میں ہر وہ شخص آل رسول اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین میں شامل ہے جس پر صدقہ حرام ہے]

اہل بیت کے بارہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص تلقین:

کوئی اہل حدیث کسی اہل بیت کی توہین یا تنقیص کا تصور بھی نہیں کر سکتا! ہم

الحمدللہ اصحابِ رسول اور آل رسول رضی اللہ عنہم اجمعین، ہر ایک کا دل وجان سے احترام کرتے ہیں اور بالخصوص اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق ہماری محبت زیادہ سے زیادہ کیوں نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ''غدیر خم'' کے مقام پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ ! أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا يُوْشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَأُجِيْبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ، فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهِ، فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ، ثُمَّ قَالَ: وَأَهْلُ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي [صحيح المسلم:2408]

''حمد وثناء کے بعد......! اے لوگو! یقیناً میں بشر ہوں، وہ وقت بہت قریب ہے کہ میرے رب کی طرف سے بلانے والا آئے اور میں اس کو قبول کرلوں، اور میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے، پس تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اچھی طرح مضبوطی کے ساتھ تھام کے رکھو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کے متعلق بہت زیادہ ترغیب دلائی، پھر فرمایا: دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔''

اس حدیث سمیت دیگر نصوص کی موجودگی میں ہمارا آل رسول اور اہل

بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں محبت کا کیا عالم ہے، آیئے! دلائل کی روشنی میں سماعت فرمائیں۔

آلِ رسول اور اہلِ بیت کا مقام ومرتبہ:

ہمارے نزدیک آل رسول اور اہل بیت کا مقام ومرتبہ بہت زیادہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آل رسول اور اہل بیت کی تمام شخصیات جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں شامل ہیں وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار اور تعلق دار بھی ہیں۔

اللہ کے بندو......!

ہم اہل بیت اور آل رسول کے منکر کیسے ہوسکتے ہیں......؟ ہم تو اہل بیت کے گھر کی مٹی کو بھی اللہ کی جنت سمجھتے ہیں۔ اس کی دلیل ہماری سب سے معتبر کتاب صحیح البخاری میں موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ

''میرے منبر اور گھر کے درمیان کی جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔'' [صحیح البخاری:1195، صحیح المسلم:1390]

اللہ کے بندو، بتاؤ......! اس سے بڑھ کر اور عقیدت کیا ہوسکتی ہے......؟

نماز کی ہر رکعت میں اہل بیت اور آل رسول کا ذکر:

اہل حدیث یہ سمجھتے ہیں قرآن وحدیث کے مطابق جس نماز کی جس رکعت میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی جائے، اللہ تعالیٰ اس رکعت کو قبول نہیں فرماتے ہیں اور سورۂ فاتحہ میں اہل بیت، آلِ رسول اور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اجمعین سب کا ذکر موجود ہے۔ ہر نمازی کہتا ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾

”ہدایت دے ہم کو سیدھے راستے کی، راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا“

سوال یہ ہے......؟ کہ اللہ تعالیٰ نے کن پر انعام کیا ہے۔آیئے! اس بارے میں قرآن سے رہنمائی لیتے ہیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾ [نساء:69]

”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، یعنی انبیاء، صدیقین اور صالحین کے ساتھ اور یہی ساتھ بہت اچھا ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ چار طرح کے لوگ ہیں۔

1 ......انبیاء ورسل 2 ......صدیقین 3 ......شہداء 4 ......صالحین

ہمارے نزدیک شہداء میں اہل بیت اور آل رسول رضی اللہ عنہم کے تمام شہداء شامل ہیں اور ہمارے نزدیک صالحین میں سب اہل بیت اور آل رسول رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔اہل بیت اور آل رسول رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہماری عقیدت کا عالم تو یہ ہے کہ ہم اپنی ہر نماز کی ہر رکعت میں ان کی پاکیزہ راہ کا سوال کرتے ہیں۔ سبحان اللہ!

تشہد میں اہلِ بیت کا تذکرہ:

اسی طرح تشہد کے درمیان میں ہم کہتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ

”سلامتی ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر“

ہمارے نزدیک آل رسول اور اہل بیت رضی اللہ عنہم سب سے پہلے نیکوکار بندوں میں شامل ہیں اور ہم ان کے لیے تشہد میں سلامتی و عافیت کی دعا کرتے ہیں۔

سلام سے قبل درود میں آل رسولؐ کا ذکر:

تشہد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا فرض ہے اور ہر اہل حدیث مندرجہ ذیل الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

درودِ ابراہیمی میں ہم سب یہی کہتے ہیں: اے اللہ! آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما' اور ہمارے ہاں آل محمد میں خدیجہ و عائشہ سمیت تمام ازواج مطہرات اور آل علی سمیت سیدنا حسنین رضی اللہ عنہما، زین العابدین، حضرت باقر، حضرت موسیٰ کاظم، حضرت نقی، تقی رحمۃ اللہ علیہم اور بنو ہاشم میں سے ہر وہ مسلمان شامل ہے جس پر صدقہ حرام ہے۔

سامعین کرام......! کیا اب بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اہل حدیث' اہل بیت اور آل رسول رضی اللہ عنہم کے منکر ہیں......؟ اور آپ غور کرلیں ہمارے درود میں آل کا ذکر بھی موجود ہے، جبکہ کئی لوگ جو درود پڑھتے ہیں وہ آل کے ذکر سے خالی ہے۔

امام اہل حدیث حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرمایا کرتے تھے:

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللہِ حُبُّکُمْ
فَرْضٌ مِّنَ اللہِ فِی الْقُرْآنِ أَنْزَلَہٗ

كَفَاكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ أَنَّكُمْ
مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلٰوةَ لَهُ

[دیوان الامام الشافعی: 1/92، الضوء اللامع للسخاوی: 7/51، دواوین الشعر: 9/251، الاستقصاء لاخبار دول المغرب للناصری: 6/36]

"اے رسول اللہ کے گھر والو! تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے، قرآن مجید میں اس نے اس کو نازل کیا ہے، تمہاری بلند شان کے لیے یہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہیں بھیجتا' اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔"

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ آل رسول اور اہل بیت سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَحَبَّتُهُمْ عِنْدَنَا فَرْضٌ وَاجِبٌ يُؤْجَرُ عَلَيْهِ

[مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام: 4/391]

اہل بیت کی محبت ہمارے ہاں لازمی طور پر ایسا فرض ہے جس پر اجر دیا جاتا ہے، یعنی اہل بیت کی محبت ہی نیکی ہے جس پر دوسری نیکیوں کی طرح اللہ تعالیٰ اجر وثواب سے نوازتے ہیں۔

آیتِ تطہیر اور اہل حدیث:

حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں مندرجہ ذیل آیت

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ [احزاب: 33]

"اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر کے تمہیں اچھی طرح پاک صاف بنا دے۔"

نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، آپ ﷺ نے علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان پر ایک چادر اوڑھی اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ أَهْلُ بَيْتِيْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ناپاکی کو دور کر دے اور ان کو خوب پاک صاف کر دے۔''

یہ بول سن کر ام المومنین رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ ہو گیا' آپ فرمانے لگیں: میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں' اے اللہ کے رسول......؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

اَنْتِ عَلٰى مَكَانِكِ وَاَنْتِ عَلٰى خَيْرٍ

[جامع الترمذی: 3205,3787،جامع الاصول:9/156(6703)مسند الصحابة:48/303]

''تو اپنی جگہ پر ہے اور تو بھلائی پر ہے''

یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھے میری بیوی بنا کر میرے اہل بیت میں شامل کیا ہے اور بہت زیادہ بھلائی عطا فرمائی ہے۔

سامعین کرام......! جیسا کہ میں شروع میں کہہ چکا ہو کہ الحمد للہ' اہل حدیث ہی اہل حق ہیں، ہم بعض شخصیات کی محبت میں غلو کرتے ہوئے دوسروں کی تنقیص نہیں کرتے بلکہ ہر ایک کو وہی مقام دیتے ہیں جو قرآن و حدیث کے مطابق مقام بنتا ہے۔ اس حدیث میں اور بائیسویں پارے میں آیتِ تطہیر جس تناظر میں نازل ہوئی ہے اس سے رسول اللہ ﷺ کی زوجات رضی اللہ عنہن کو اہل بیت اور آل

رسول ﷺ سے خارج کرنا قرآن وحدیث کا صریحاً انکار ہے۔

آیتِ مباہلہ اور اہل حدیث:

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا تو اللہ تعالیٰ نے آیتِ مباہلہ نازل فرمائی:

﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۝﴾

"فرما دیجیے، آؤ......! ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو، اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو، اپنے آپ کو اور تمہیں بلاتے ہیں، پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجتے ہیں۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ وعلی اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: یہ بھی میرے اہل بیت ہیں۔

یاد رہے! اسی وجہ سے یہ نعرہ بلند کیا جاتا ہے:

"جیدا پنجتن نال پیار نئیں اوہدے کلمے دا اعتبار نہیں"

ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے واقعۃً جو پنجتن سے پیار نہیں کرتا اس کے کلمے کا کوئی اعتبار نہیں، لیکن آگے بھی پڑھو:

"جیدا پنجتن نال پیار نئیں
اوہدے کلمے دا اعتبار نئیں"
جیہڑا منکر ہے چوں یاراں دا
اووی جنت دا حقدار نئیں

آپ ﷺ کی زوجات مومنوں کی مائیں ہیں:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی آل اور آپ ﷺ کی ازواج رضی اللہ عنہن کو بہت بلند مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے اور قرآن مجید نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر پنجتن پاک کا منکر بے ایمان ہے تو ماؤں کا منکر کون ہے......؟ فیصلہ خود کیجیے......! اور قرآن سنیں!

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾

”نبی ﷺ مومنوں کو ان کی جانوں سے زیادہ عزیز ہیں اور ان کی زوجات انکی مائیں ہیں۔“

آپ ﷺ نے بہتری کا معیار مقرر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد تم میں سے بہترین شخص وہ ہوگا جو میری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حیاء کرتے ہوئے ان کا ادب واحترام کرے گا اور ماں کے درجے پر سمجھتے ہوئے انکی خدمت کرے گا، یہی وجہ ہے کہ جب یہ حدیث سخیوں کے امام حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سنی تو کروڑوں روپے کی مالیت کا باغ فروخت کر کے ساری رقم ازواج مطہرات میں تقسیم کر دی۔ [مستدرک حاکم: 3/312 باشراف المرعشلی]

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا اجر بھی دوہرا ہے:

عام مسلمان کوئی نیکی کرے تو اسے اکہرہ اجر دیا جاتا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ کی اہل بیت، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات امہات المؤمنین کو یہ مقام و مرتبہ اور شان حاصل ہے کہ ان کو ہر نیکی کا اجر دوہرا دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ

أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا﴾ [الاحزاب:31]

''اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار بن جائے اور نیک عمل کرے تو ہم اسے اجر بھی دگنا دیں گے اور اس کے لیے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔''

کیا اس قدر عزت وعظمت کی مالک آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارہ میں ناپاک عزائم رکھنے والا شخص مومن کہلوانے کا حقدار ہے......؟

ہرگز نہیں......! ہمارے نزدیک آل رسول اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کا منکر بدعتی، منافق اور زندیق ہے۔

آل رسول کا ایک موتی:

رسول اللہ ﷺ کی آل میں بنو ہاشم سے مسلمان ہونے والے تمام خاندان شامل ہیں اور ہم آل عباس، آل بنی حارث، آل عقیل، آل جعفر اور آل علی رضی اللہ عنہ سمیت تمام سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں لیکن ہم ان کی محبت کا نام لے کر شرک نہیں کرتے، شریعت کی حدود نہیں پھلانگتے، بلکہ ان کو وہی مقام ومرتبہ دیتے ہیں جو قرآن وحدیث نے انکو دیا ہے۔ آل رسول میں سے ہر ایک کا تفصیلی ذکر کرنے کے لیے ایک خطبہ تو درکنار ہزاروں خطبے بھی ناکافی ہیں، لیکن میں اختصار کے ساتھ آل رسول میں سے ایک ہیرے کو آپ کے گلے کی زینت بناؤں گا۔

سیدنا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عمر میں دس سال بڑے تھے، آپ کی سخاوت وشجاعت کو بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو دین محمد ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ آپ نے جنگ مؤتہ کے موقع پر اپنے خون کے آخری قطرے تک علم توحید کو بلند رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ

کے ہاتھ میں مسلمانوں کا پرچم تھا جب آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پرچم کو بائیں ہاتھ میں تھام لیا جب بایاں ہاتھ میں کٹ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پرچم کو دونوں بازوؤں میں تھام لیا حتی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو جنت میں دو پر عطا فرمائے۔ سبحان اللہ!

آپ رضی اللہ عنہ کو ''طیار'' اور ''ذوالجناحین'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

ہمارے نزدیک قرآن مجید کے بعد سب سے بڑا درجہ صحیح البخاری کا ہے، اس معتبر کتاب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان موجود ہے کہ جب وہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو دیکھتے تو آپ اسے سلام کرتے ہوئے کہتے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ ذِی الْجَنَاحَیْنِ

[صحیح البخاری:3709]

''اے ذوالجناحین'' دو پروں والے'' کے بیٹے! تجھ پر سلام ہو''

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فرمان سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اصحابِ رسول' آل رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کس قدر احترام کیا کرتے تھے۔

آیئے......! بات آئی تو اس کو تفصیل کے ساتھ سمجھ لیں تا کہ ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے۔

آلِ رسول اور اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین:

بعض قصہ خواں لوگ اپنی فیس بڑھانے کے لیے اور جاہل سامعین کو رُلانے کے لیے ایسے ایسے مظالم بیان کرتے ہیں کہ جن کا سچائی کی ''سین'' کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا، تمام اصحابِ رسول، تمام اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدت مند اور قدردان تھے۔

خلیفہ اول بلافصل حضرت امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے، یہاں تک ارشاد فرماتے:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحَبُّ اِلَیَّ أَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ [صحیح البخاری:3712]

"قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں سے اچھا سلوک میرے نزدیک اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے زیادہ محبوب ہے۔"

بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے عمومی طور پر تمام اہل اسلام کو خصوصی طور پر اس بات کا حکم ارشاد فرمایا:

أُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا ﷺ فِیْ أَهْلِ بَیْتِهٖ

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ رکھو۔"

[صحیح البخاری:3713]

سامعین کرام......! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاکیزہ جذبات اور آپ کے فرمان سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں آل رسول اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت کس قدر موجزن تھی......؟

خلیفہ ثانی امام المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّنَا ﷺ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَسْقِنَا قَالَ: فَیُسْقَوْنَ [صحیح البخاری:1010]

"اے اللہ! ہم اپنے نبی کے ذریعے بارش طلب کرتے تھے، تو آپ ہم

پر بارش برسا دیتے تھے، اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے ذریعے آپ سے بارش طلب کرتے ہیں، ہمیں بارش عطا فرما۔"

راوی نے کہا: پھر واقعۃً بارش ہو جایا کرتی تھی۔

اور بعض معتبر تاریخی روایات میں یہ بات بھی موجود ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اہل بیت اور آل رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے وظائف مقرر فرماتے تھے اور ان کو اعلیٰ لباس پہنانے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

شیخین کریمین کے علاوہ بھی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آل رسول کے قدردان تھے' اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ محبت دیا کرتے تھے۔ جن پاکباز ہستیوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشاروں پر سب کچھ قربان کر دیا وہ آپ کے خانوادے کے ساتھ کیسے ناانصافی کر سکتے ہیں......؟

آل رسول اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین میں جو پیار و محبت تھا وہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی بناوٹی قصہ اور بات ماننے کو ہم تیار نہیں ہیں۔

آلِ رسول سے محبت' ہدایت کی نشانی ہے:

آل رسول اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کسی فرد کا عقیدہ قرآن و حدیث کے منافی نہیں تھا، وہ مزاروں اور گھوڑوں کے سامنے جھکا کرتے تھے اور نہ ہی "یا علی اور یا حسین" کے نعرے لگایا کرتے تھے، وہ تو توحید کے علمبردار اور سنتِ رسول کے پاسبان تھے، اسی لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ذکرِ خاص کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّيْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِيْ أَهْلَ بَيْتِيْ

[سلسلة الاحاديث الصحيحة: 4/355 (1761) اس حدیث کے تحت امام البانی کی تشریح اور فقاہت قابل رشک ہے۔ غفر اللہ لہ ولمن احبہ]

"اے لوگو! میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے گھر والے۔"

سامعین کرام!......آج الحمدللہ اہل حدیث کی بنیاد قرآنی تعلیمات پر ہے اور اہل حدیث کی عقیدت کے محور اہل بیت، آل رسول اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور اس وقت بظاہر آل رسول کا نام لینے والے ایسے ایسے غلیظ عقائد کا شکار ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام امتی بھی اس کو اپنانا خلاف فطرت اور خلافِ شریعت سمجھتا ہے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صحیح روایت کو نقل فرمایا ہے:

اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ اَحَدُھُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابَ اللهِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ [مسند احمد بن حنبل: 17/170 (11104) والحدیث صحیح]

"میں تم میں دو اہم بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے ہر ایک دوسری سے بڑھ کر ہے اللہ کی کتاب آسمان سے زمین کی طرف پھیلائی گئی رسی ہے اور میری عترت میرے گھر والے۔"

سامعین کرام!......ان تمام احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہوا کہ اہل بیت اور آل رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنا ہدایت یافتہ ہونے کی دلیل ہے۔ یاد رہے! آل رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی راہ شرک و بدعت اور بے صبری و ماتم والی راہ نہیں بلکہ وہ تو توحید وسنت کے عظیم علمبردار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری لمحات میں تمام اہل بیت کو اکٹھا کیا اور مشکلات سے نجات کے لیے خاص وظیفہ عطا فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی

مشکل آئے تو یہ وظیفہ کثرت کے ساتھ پڑھتے رہنا، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام دکھ دور فرما دے گا۔

اَللّٰهُ اللّٰهُ رَبِّيْ لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا

اللہ اللہ ہی میرا پروردگار ہے، میں اس کے ساتھ ذرہ بھر شرک کرتا ہوں نہ ہی کروں گا۔'' [سلسلہ احادیث صحیحہ: 2755، اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ]

سامعین کرام......! آپ دیانتداری سے بتائیں کہ جو لوگ اس مقدس وظیفے کو چھوڑ کر اپنی مشکلات کے حل کے لیے درباروں اور گھوڑوں کی پوجا کرتے ہیں کیا وہ اہل بیت اور آل رسول رضی اللہ عنہم کے عقیدے پر ہیں......؟

یاد رکھو......! آل رسول اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے محبت کا سچا دعویٰ کرنے والا شرک و بدعت کا پرچار نہیں کرتا......! برصغیر پاک و ہند میں آلِ رسول سے پیار کا دعوہ کرنے والے عملی طور پر ان سے پیار نہیں کرتے بلکہ ان کی تعلیمات کو ٹھکرا کر ان کو رسوا کر رہے ہیں، اس وقت اللہ کی زمین پر آلِ رسول اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی اصل وارث جماعت صرف اور صرف جماعت اہل حدیث ہے۔ والحمد للہ علی ذلک

آلِ رسول اور اہل بیتؓ کا گستاخ لعنتی ہے:

ہمارے نزدیک کسی عام اللہ کے ولی کی گستاخی کرنے والا زندیق ہے تو اہلِ بیت اور آل رسول رضی اللہ عنہم کی تنقیص کرنے والا سچا مومن کیسے ہو سکتا ہے......؟

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اہل بیت اور آل رسول رضی اللہ عنہم کے آداب اور حقوق کو ملحوظ نہ رکھنے والا شخص لعنتی ہے اور ہم بھی اسے لعنتی ہی گردانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی اور میرے سمیت ہر نبی کی لعنت ہے، ان میں سے ایک

وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ

''اور میرے اہل بیت کی جو عزت وحرمت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اس کو حلال سمجھنے والا'' [جامع ترمذی:2154،مستدرک حاکم: 2/525،المعجم الاوسط:1667،صحیح ابن حبان:5749 والروایۃ صحیحۃ]

سامعین کرام......! اہل بیت کی عزت وحرمت یہی ہے کہ انکا اس نسبت کی وجہ بہت زیادہ احترام کیا جائے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے تعلق دار اور رشتے دار ہیں، ان کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے انکی شان اور ان کے مقام ومرتبہ کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے اور یاد رکھو! جو لوگ آل رسول کا نام لے کر ماتم اور شرک کرتے ہیں انہوں نے ان کی عزت وحرمت کا خیال نہیں رکھا اور جو آل رسول کا نام لے کر صبر اور توحید کے علمبردار ہیں وہی انکے سچے وارث ہیں۔

آلِ رسول کا گستاخ جہنمی ہے:

آل رسول اور اہل بیت رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والا شخص گمراہ، لعنتی اور جہنمی ہے، جس سینے میں آل رسول اور اہل بیت کی نفرت اور ان سے بغض ہوگا ایسا شخص اپنے ناپاک دل سمیت جہنم رسید کردیا جائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُبْغِضُنَا أَھْلَ الْبَیْتِ أَحَدٌ اِلَّا أَدْخَلَہُ اللّٰہُ النَّارَ

''قسم ہے اس ذات کی! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو کوئی بھی اہل

بیت سے بغض رکھے گا اللہ اس کو ضرور جہنم میں داخل کرے گا۔"

[مستدرک حاکم: 3/150، صحیح ابن حبان: 15/435(6978)، موارد الظمآن: 1/205(2246)، کنزالعمال: 39955، سلسلة الاحاديث الصحيحة: 5/643(2488)

بارگاہِ الٰہی میں عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہم سب کو آلِ رسول اور اصحابِ رسول ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے اور ہمیں انہی پاکباز شخصیات کے ساتھ بغیر حساب کے اپنی جنت کا داخلہ نصیب فرمائے۔ آمین!

هذا ما كان عندی والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

محبتِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور اس کے فوائد
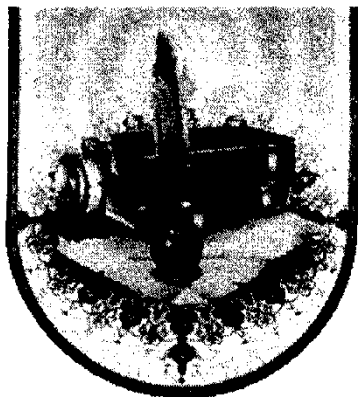
محبتِ حسنینؓ اور اس کے فوائد

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ إِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ ﴾ [آل عمران:33-34]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو سارے جہانوں پر چن لیا ہے، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اہل بیت اور آل رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو خاص مقام حاصل ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں شہزادوں سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ الحمدللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا جو مقام و مرتبہ ہم اسے تسلیم کرتے ہوئے اسے بیان کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

بعض لوگوں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ اہل حدیث چونکہ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم نہیں کرتے، نوحہ اور زنجیر زنی نہیں کرتے، اس لیے ان کو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے کوئی محبت نہیں۔ جب کہ یہ بات سراسر حقیقت اور سچائی کے خلاف ہے، ہم اللہ کی توفیق سے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے پیار کرتے ہیں، ان کو رسوا نہیں کرتے، ہمارے نزدیک ان کا نام لے کر مزاروں اور گھوڑوں کی پوجا کرنا، ان کے نام کی نذر و نیاز دینا اور ''یا علی، یا حسین'' کے نعرے لگانا، یہ سب امور شرک میں شامل ہیں۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے ایسی محبت نہ ان کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی اور نہ ہی آل رسول اور اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی اس انداز کے ساتھ ان سے محبت کرتا تھا۔ آج محرم الحرام میں نامِ حسین رضی اللہ عنہ پر جو کچھ کیا جاتا ہے اس کا ذکر قرآن و حدیث میں کہیں بھی موجود نہیں، یہ سب خرافات اور بدعات ہیں جن کو جاہل عوام نے پھیلا دیا ہے۔

اللہ کے بندو......! حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے پیار کرو، بے صبری اور ماتم کر کے ان کو رسوا نہ کرو، اہل حدیث حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت بھی کرتا ہے اور ان کی محبت کے فوائد بھی بیان کرتا ہے۔ آج میں آپ کے سامنے محبت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے فوائد بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ جماعت اہل حدیث

قرآن وحدیث کی پابند، اصحاب رسول، آل رسول، اہل بیت ؓ اور حسنین کریمین ؓ کی عقیدت مند ہے۔

حسنین کریمین ؓ کے خاص اعزازات:

رسول اللہ ﷺ نے دونوں شہزادوں سے بہت زیادہ پیار کیا اور ان کے ساتھ اپنا جی بہلایا، صحیح احادیث کے مطابق دونوں شہزادوں کے نام آپ ﷺ نے ہی رکھے، ان کے کان میں اذان کہی اور ان کا عقیقہ بھی خود کیا۔ تمام احادیث سے اگر رسول اللہ ﷺ کے پیار کو اکٹھا کیا جائے تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسنین کریمین ؓ کے ساتھ وہی محبتیں کیں جو اپنے حقیقی بیٹوں کے ساتھ کی جاتی ہیں، بلکہ آپ ﷺ تو اس سے بڑھ کر ان سے پیار کرتے اور کھیلتے تھے۔ آیئے......! میں آپ ﷺ کی محبت کے دلکش مناظر اور محبت حسنین کریمین ؓ کے پانچ فائدے بیان کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حسنین کریمین ؓ اور تمام اصحاب رسول ؓ کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنی خاص پسندیدہ شخصیات کا ذکر خیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ○ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ ﴾ [آل عمران:33-34]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو سارے جہانوں پر چن لیا ہے، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔“

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا آدم، سیدنا نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کا بالخصوص ذکر فرمایا کہ میں نے ان کو اپنی خاص نصرت اور محبت کے لیے چن لیا، میرے ہاں وہ بڑے چنیدہ اور برگزیدہ لوگ ہیں۔

آل ابراہیم میں تمام بنو ہاشم ہیں اور بنو ہاشم میں مسلمان ہونے والے تمام خاندانوں کے ساتھ ساتھ آلِ علی بھی شامل ہیں تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں آلِ ابراہیم میں سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں اور بلاشبہ یہ دونوں شہزادے اللہ تعالیٰ کے چنیدہ اور برگزیدہ ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں جہانوں میں عالی مرتبہ ومقام سے نوازا ہے۔

محبتِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا پہلا فائدہ:

جو شخص حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کے ساتھ محبت فرماتے ہیں۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنی ضرورت کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اوپر چادر اوڑھی ہوئی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ چادر کے نیچے بھی کوئی چیز موجود ہے، جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اس چادر کے نیچے کیا ہے......؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان سے جواب نہ دیا، بلکہ فوراً چادر کو ہٹایا تو میں نے کیا دیکھا کہ ایک طرف سیدنا حسن اور دوسری طرف سیدنا حسین رضی اللہ عنہما ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا:

هٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِي اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا

[جامع ترمذی:3769،سنن الکبری للنسائی: 459/7(8471)،مصنف ابن ابی شیبة:32846،صحیح ابن حبان: 6967،مؤارد الظمآن:2233،مسند الصحابة فی الکتب تسعة:42/435،صحیح الجامع الصغیر:7003]

''یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! بلاشبہ میں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں، پس تو بھی ان دونوں سے پیار کر، اور جو ان دونوں سے پیار کرتا ہے ان سے بھی پیار کر۔'' سبحان اللہ!

سیدالمحدثین امام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو میری آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بہت زیادہ پیار کیا کرتے تھے، تو ان کو دیکھ کر مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیار بھری ادائیں یاد آجاتی تھیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے اور مجھے مسجد سے اپنے ساتھ لیا اور ہاتھ سے پکڑ کر خاموشی کے ساتھ بازار لے گئے، واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں آکر بیٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ننھا کدھر ہے......؟ ننھا کدھر ہے......؟ فوراً حسن رضی اللہ عنہ آئے اور آکر الم نشرح لک صدرک والے پیارے سینے کے ساتھ چمٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک کے ساتھ کھیلنے لگ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کے منہ پر منہ رکھا اور ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحْبِبْہُ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ

[اللؤلؤ والمرجان،فضائل الصحابة:2/733]

''اے اللہ! بلاشبہ میں اس سے پیار کرتا ہوں پس تو بھی اس سے پیار کر، اور جو اس سے پیار کرے، اس سے بھی پیار کر۔''

سیدنا حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ساتھ کھانے کی دعوت پر جارہے تھے کہ گلی میں آپ ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا، شہزادے پر نگاہ پڑنے کی دیر تھی کہ

فَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ اَمَامَ الْقَوْمِ وَبَسَطَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ الْغُلَامُ يَفِرُّ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَيُضَاحِكُهُ النَّبِيُّ ﷺ

[مسند احمد: 17561، صحیح الادب المفرد: 152، 1/146، مستدرک حاکم: 3/177، صحیح ابن حبان: 7/241,6971، مصنف ابن ابی شیبة: 17/173، 32860، المعجم الکبیر: 107، مسند الشامیین: 3/84، 2043، اتحاف الخیرة: 6763]

"نبی ﷺ تیزی سے آگے بڑھے اور اپنے ہاتھوں کو پھیلایا اور حسین رضی اللہ عنہ دائیں بائیں ٹہلنا شروع ہو گئے اور نبی ﷺ ان کو ہنساتے اور خود بھی ہنستے" حتی کہ آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا سر کے درمیان میں رکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیتے ہوئے تین شاندار جملے ارشاد فرمائے:

حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ

[مسند احمد: 17561، صحیح الادب المفرد: 152، 1/146، مستدرک حاکم: 3/177، صحیح ابن حبان: 7/241,6971، مصنف ابن ابی شیبة: 17/173، 32860، المعجم الکبیر: 107، مسند الشامیین: 3/84، 2043، اتحاف الخیرة: 6763]

"حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں، جس نے حسین سے پیار کیا اللہ اس سے پیار کرے، حسین نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے۔"

سامعین کرام......! ان تمام دلائل اور واقعات سے معلوم ہوا کہ جو شخص فرش سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے پیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ عرش پر اس سے

پیار کرتے ہیں اور وہ پیار کیوں نہ کرے، یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں، اسی لیے قرآن کہتا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ [آل عمران:33-34]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو سارے جہانوں پر چن لیا ہے، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔"

محبتِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا دوسرا فائدہ:

سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا سچا پیروکار بن جاتا ہے کیونکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے پیار کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر کھیل کود رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے کی حالت میں تھے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سجدے سے سر اٹھاتے تو دونوں شہزادوں کو بڑے آرام سے پکڑ کر زمین پر بٹھا دیتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں سے پیار کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ ابْنَيَّ هٰذَيْنِ رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا

[صحیح البخاری:3753، جامع ترمذی:3770، اطراف مسند احمد:443/3، 4405، مسند البزار:286/3، 10078، المعجم الکبیر:3990، جامع الاصول:6559، کنز العمال:34396]

''بلاشبہ یہ دونوں بیٹے دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔''

یعنی جس طرح آدمی پھول سونگھ کر راحت محسوس کرتا ہے رسول اللہ ﷺ ان دونوں شہزادوں سے پیار کرتے ہوئے اس سے بڑھ کر راحت محسوس کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک پر کھیل کود رہے تھے، بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انہیں پکڑ کر ہٹانا چاہا' تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیُحِبَّ هٰذَیْنِ

''جس کو مجھ سے پیار ہے وہ ان دونوں سے ضرور پیار کرے۔''

اور ایک روایت کے الفاظ یہ بھی ہیں:

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ

''جس نے حسن وحسین سے پیار کیا، پس تحقیق اس نے مجھ سے پیار کیا۔''

[سنن ابن ماجه: 143، اطراف مسند احمد: 7/289، 9573، السنن الکبری للبیهقی: 2/263، صحیح ابن خزیمه: 887، صحیح ابن حبان: 6970، المعجم الکبیر: 3644، اتحاف الخیرۃ: 7/241، 6762، سلسلہ احادیث: 4002]

اسی طرح ایک معروف حدیث تو آپ کے ذہن میں ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں شہزادوں کو گرتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے اپنا منبر چھوڑ دیا اور ان کو اٹھا کر اپنے پاس بٹھالیا اور پھر خطبہ دینا شروع کر دیا۔ کئی ایک روایات میں آتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زبان مبارک ان شہزادوں کے مونہوں میں داخل کرتے اور وہ اسے چوس کر اپنی پیاس بجھاتے۔

[مسند احمد: 28/62، 16448، مسند الصحابہ: 38/382]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی بہت زیادہ فکر کیا کرتے تھے کہ کہیں میرے شہزادوں کو نظر بد نہ لگ جائے، ان پر کوئی آفت اور مصیبت نہ ٹوٹ پڑے، دونوں شہزادوں کی خاص حفاظت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دَم کیا کرتے تھے' اور دم میں وہی دعا پڑھتے جو دعا پڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کو دَم کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو دَم کرتے تھے:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ [صحيح البخاری:3371]

''میں تمہیں ہر قسم کے شیطان' اور زہریلے جانور اور لگنے والی ہر آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

سامعین کرام......! اندازہ فرمائیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس قدر جامع دعا کے ساتھ اپنے پیاروں کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے اور ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ جو سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے عقیدت رکھتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾

''تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کی ملاقات اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ

تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرتا ہے۔''   [احزاب:21]

سامعین کرام......! ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت ہی نہیں کرتے بلکہ ان سے محبت کرنے کے فوائد بھی بیان کرتے ہیں، لیکن ہم ایک بات ضرور کہتے ہیں کہ ان دونوں شہزادوں سے پیار کرو لیکن ان کے نام کی آڑ میں شرک نہ کرو، ماتم نہ کرو، گھوڑوں کی پوجا نہ کرو اور اپنے ملک کا امن وامان تباہ نہ کرو، اگر واقعۃً ان شہزادوں سے سچا پیار ہے تو صبر وشکر سے مزین ان کی پاکیزہ سیرت کو اپناؤ، اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اور اسی لیے قرآن کہتا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ ﴾   [آل عمران:33-34]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو سارے جہانوں پر چن لیا ہے، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔''

محبتِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا تیسرا فائدہ:

ان دونوں شہزادوں سے پیار کرنے والا خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقشِ قدم پر ہے، وہ سب پاکباز ہستیاں ان کے ساتھ بے تحاشا پیار کرتی تھیں، ان کے ہاں تو پیار کے انداز ہی نرالے تھے۔

ایک دفعہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نمازِ عصر پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور ان سے پیار کرتے رہے اور جی بھر کر دیکھتے

رہے، پھر فرمانے لگے:

بِأَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ وَلَيْسَ بِشَبِيْهٍ بِعَلِيٍّ [صحیح بخاری:3542]

''میرے باپ قربان جائیں، ننھا نبی کے مشابہ ہے علی کے مشابہ نہیں''

سیدنا علی المرتضیٰ ؓ نے خلیفہ بلافصل حضرت امام ابوبکر ؓ کا بول سنا تو مسکرانا شروع ہو گئے۔ اللہ اکبر!

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرح حضرت ابوبکر ؓ بھی ان شہزادوں سے بہت زیادہ پیار کیا کرتے تھے۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر ؓ بھی ان شہزادوں، شاہینوں اور جنت کے شہبازوں سے بہت زیادہ پیار کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیدنا عمر ؓ نے صحابہ کرام ؓ کے بیٹوں کو نئے کپڑے پہنائے، باقی ماندہ کپڑوں میں کوئی ایسا جوڑا نہیں تھا جو حسنین کریمین ؓ کی شان کے لائق ہو، چنانچہ آپ ؓ نے اپنے قاصد کو یمن کی طرف بھیجا، وہ وہاں سے شاندار پوشاکیں لے کر آیا، آپ ؓ نے وہ دونوں شہزادوں کو پہنائیں اور ساتھ فرمانے لگے:

اَلْآنَ طَابَتْ نَفْسِيْ [تاریخ مدینة دمشق، المعروف تاریخ ابن عساکر: 14/177، سیر اعلام النبلاء: 3/285]

''اب میرا دل خوش ہوا ہے۔'' سبحان اللہ!

اور دیگر صحابہ کرام ؓ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ وہ حسنین کریمین ؓ کو بہت زیادہ پاکیزہ اور اللہ کے پسندیدہ سردار سمجھتے تھے اور وہ کیوں نہ سمجھتے، ان کا انتخاب تو عرش والے مولا نے آپ کیا ہے۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ

عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ [آل عمران:33-34]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو سارے جہانوں پر چن لیا ہے، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔''

محبتِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا چوتھا فائدہ:

جس کا عقیدہ توحید وسنت ہو اور اس کا دل محبتِ حسنین رضی اللہ عنہما سے سرشار ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو برے انجام سے محفوظ فرما لیتے ہیں کیونکہ مرتے وقت جس کے دل میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفرت ہوئی، گویا کہ اس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بغض تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي

[مسند احمد:7876، سنن ابن ماجہ:143، مستدرک حاکم:3/171، مسند ابی یعلی:11/178، 6215 بتحقیق حسین سلیم اسد، کنز العمال:34268، سلسلہ:2895]

''اور جس نے ان سے بغض رکھا تحقیق اس نے مجھ سے بغض رکھا۔''

گویا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے نفرت رکھتے ہوئے مرنے والا شخص بدتر انجام سے دوچار ہوگا' اور اس سلسلہ میں ایک صحیح واقعہ جامع ترمذی میں موجود ہے کہ عبید اللہ بن زیاد ایک سفاک اور سرکش آدمی تھا اور اس نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے چہرے کی توہین کی تھی، جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کی گردنوں کو رحبہ نامی جگہ پر رکھا گیا۔

فَإِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ تَخَلَّلَ الرُّؤُوسَ حَتَّى دَخَلَتْ فِي

مَنْخَرَیْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْئَةً

تو اچانک ایک سانپ آیا جو گردنوں سے گزرتے ہوئے عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوا، اور کافی دیر تک وہاں ٹھہرا رہا اور تین دفعہ اسی طرح ہوا۔

[جامع ترمذی:3780]

امام اہل حدیث حضرت عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس ظالم اور فاسق کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کا بدلہ دنیا میں چکھاتے ہوئے اس کو ذلیل اور رسوا کر دیا۔

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ صحیح سند کے ساتھ کتب تاریخ میں منقول ہے کہ ایک شخص کوفہ میں آیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق کہنے لگا: ''کہ فاسق کے فاسق بیٹے کو قتل کر دیا گیا ہے'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر دو ستاروں کو پھینکا اور وہ بدبخت آنکھوں سے اندھا ہو گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو ہمارے ہاں بہت اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، ہمارے نزدیک تو اگر کوئی شخص کسی عام ولی کی توہین کرتا ہوا مر جائے تو وہ سلامتی کی موت نہیں مرتا بلکہ اللہ تعالیٰ سے جنگ لڑتے ہوئے مرتا ہے۔

[صحیح البخاری:6502]

سامعین کرام......! میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی یہ حالت کرنے والے کو کائنات کا بدترین شخص سمجھتے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ ان شہزادوں کا نام لے کر تابوت اور گھوڑوں کی پوجا کرنے والے بھی کسی صورت میں معافی کے حقدار نہیں ہیں۔

الحمدللہ! آج جماعت اہل حدیث کا سر فخر اور شکر سے بلند ہے کہ ہم صحیح معنوں میں امت وسط ہیں، نہ رافضیوں کی طرح حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی محبت میں غلو کرتے ہیں اور نہ ہی ناصبیوں کی طرح ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرتے ہیں،

بلکہ ہماری محبت اسلام اور ایمان کے عین مطابق ہے اور یہ محبت کیوں نہ ہو......؟ قرآن بھی تو آل ابراہیم کی عظمت کو بڑے ہی عالیشان انداز میں بیان کرتا ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○﴾ [آل عمران:33-34]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو سارے جہانوں پر چن لیا ہے، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔"

محبت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا پانچواں فائدہ:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ جنت میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا ساتھ نصیب فرمائیں گے، کیونکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جنتی ہی نہیں بلکہ جنت کے جوانوں کے سردار بھی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَى رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ

[صحیح ابن حبان:15/421، 6966، مسند ابی یعلی:3/397، 1874، موارد الظمآن: 2237، اتحاف الخیرۃ: 7/240، 6785، صحیح الجامع الصغیر: 5629، سلسلہ:4003]

"جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ ایسے آدمی کی طرف دیکھے کہ جو اہل جنت میں سے ہے وہ ضرور حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھے" سبحان اللہ!

اس روایت سے واضح ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مبشر بالجنۃ ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کیے تجھے کتنے دن ہوئے ہیں......؟

میں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کیے ہوئے لمبا عرصہ ہو چکا ہے۔میرا جواب سن کر والدہ محترمہ خوب جلال میں آگئیں اور مجھے ڈانٹنا ڈپٹنا شروع کر دیا۔میں نے کہا: امی جان! میں ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں، اپنے لیے اور آپ کے لیے ان سے بخشش کے لیے دعا کرواتا ہوں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مغرب کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادا کی' اور عشاء تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی رہا۔عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چل نکلا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا حذیفہ ہے......؟

میں نے کہا: ہاں! اے اللہ کے رسول!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھے کیا کام ہے......؟ اللہ تجھے اور تیری والدہ کو معاف فرمائے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: کہ میرے پاس ایک ایسا فرشتہ آیا ہے جو آج سے قبل کبھی زمین پر نہیں اترا' اور وہ صرف اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر زمین پر اس لیے اترا ہے کہ وہ مجھ پر سلام کرے، سبحان اللہ!

اور اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے پاس بشارت دے کر بھیجا ہے کہ۔

أَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

[مسند احمد:38/354(23329)،سنن ابن ماجہ:118،جامع ترمذی:3781، سنن النسائی الکبری:5/80(8240)،مستدرک حاکم:3/381،صحیح ابن حبان: 6960،المعجم الکبیر:2606،المصنف لابن ابی شیبۃ:32841 ،کنز العمال:342107، صحیح الجامع الصغیر:79،سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:796]

"بلاشبہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور بلاشبہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔"

سامعین کرام......! اگر کوئی شخص واقعۃً جنت میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا ساتھ چاہتا ہے تو اس کے لیے آسان ترین طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے دل کو ان دونوں شہزادوں کی محبت سے سرشار کر لے۔ بعض روایت میں تو واضح طور پر آتا ہے کہ ان سے محبت کرنے والا انہی کے ساتھ انہی کے درجے پر ہوگا، لیکن ان روایات میں کچھ ضعف ہے۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت سے تو واضح معلوم ہوتا ہے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے پیار کرنے والا شخص جنت میں ان کے ساتھ ہوگا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا کہ آپ کا ایسے شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو کسی ایسی قوم سے محبت کرتا ہے کہ جن سے اس کی ملاقات وغیرہ نہیں ہوئی، یعنی ان کی عظمت یا ان کی سیرت پڑھ کر وہ ان سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے اور ان سے دلی محبت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [صحیح المسلم:2640]

"آدمی کل کو اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی"

حدیث کا واضح مطلب یہی ہے کہ جس نیک شخص کو اسلاف میں سے جس کے ساتھ زیادہ پیار ہوگا اللہ سبحانہ وتعالیٰ جنت میں اسی کے ساتھ اکٹھا فرمادیں گے۔

آج کے ہمارے بیان سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے پیار ہی نہیں کرتے بلکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی محبت کے فوائد بھی بیان کرتے ہیں۔

ترجمان مسلک اہلحدیث کا دوٹوک فرمان:

ہمارے شیخ مکرم محقق العصر حضرت مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے حدیث

کی تائید اور منکرین حدیث کے رد میں بہت کمال کی کتابیں تحریر فرمائی ہیں، آپ اپنی ایک مایہ ناز کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں حدیث نقل کرنا اور ان سے محبت کا اظہار کرنا اگر شیعیت ہے تو سوائے ناصبیوں اور خارجیوں کے سب شیعہ ہیں۔''

[احادیث صحیح بخاری ومسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش: 34]

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سچا پیار نصیب فرمائے اور ہم عملی طور پر ان جیسی توحید اور حیا کو اپنا کر دونوں جہانوں میں کامیاب ہوں۔

نوٹ: یاد رہے کہ کچھ ناصبی حضرات جو کہ محمود عباسی اور فیضِ عالم کی فکر سے متاثر ہیں وہ مسلکِ اہل حدیث کو بدنام کر رہے ہیں، تمام اہل حدیث ناصبی وخارجی حضرات سے بری ہیں، ہمارے نزدیک ناصبی حضرات کائنات کے بدترین لوگ ہیں، جو حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہتک آمیز انداز اختیار کرتے ہیں۔ (اسلاف اہل حدیث)

هذا ما كان عندي والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقي الا بالله

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خاص خوبی
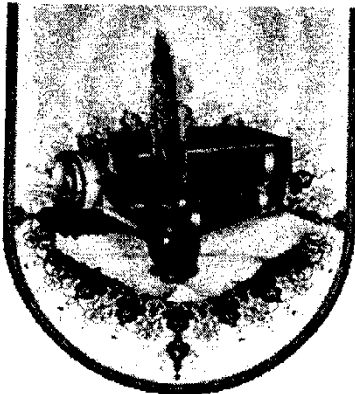
صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خاص خوبی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

”لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دی اور اس محبت کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی سے نفرت پیدا کر دی، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والے ہیں۔“ [حجرات:7-8]

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الآخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمہم اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کائنات کی سب سے زیادہ چنیدہ، برگزیدہ اور پاکیزہ شخصیات کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بننے کی سعادت نصیب فرمائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے شمار صفات اور کمالات کے مالک ہیں، اور آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت وعظمت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات کا تذکرہ عرش وفرش کے مالک نے اپنے قرآن میں کیا ہے تو کل کائنات کے تاجدار ﷺ نے اپنے فرمان میں بھی کیا ہے۔

میں آج آپ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صرف ایک خوبی بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ ایک ایسی خوبی ہے کہ آج جو مسلمان اس خوبی کو اپنائے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں اس کے اردگرد اکٹھی کر دیں گے۔ وہ خوبی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دل کے بہت پاکیزہ لوگ تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل محبتِ الٰہی سے سرشار، خوفِ خدا سے مزین' ایسے نکھرے اور صاف ستھرے پاکیزہ دل تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر کئی مقامات پر ان کے دلوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ آج ہمارے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ ان میں ایک بہت بڑی خوبی تھی کہ ان کے دل ہمہ وقت فکرِ آخرت سے سرشار رہتے تھے جب کہ ہم میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ہمارے دل دنیا کی شہوات اور دنیا کے شبہات میں اٹے رہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر وقت اپنے دلوں کو محبتِ الٰہی کی مشق کراتے رہتے تھے جب کہ ہم بظاہر نیکیاں کرنے کے باوجود دل کے معاملے میں اتنے ناکام ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنے دلوں میں جگہ دے کر ہمیشہ اس پر کڑھتے اور سڑتے رہتے ہیں۔

آج ہمارے دل قدم قدم پر بدلتے ہیں اور ان میں نفرت اور کدورتوں کا عالم یہ ہے کہ ہمارے دل، دل نہیں ہیں بلکہ کباڑ خانے اور شیطانی گودام ہیں۔

اللہ کے بندو، آؤ......! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اپنے دلوں کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیں، ہر حال میں اپنے دلوں کا رخ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رکھیں یہ کامیابی کا راز ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سورۃ الفتح میں فرماتے ہیں' کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اپنی محبت کے سچے جذبات دیکھ کر ان پر اپنی سکینت کو نازل کر دیا' اور سورۃ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں کا امتحان لیا اور وہ تقویٰ کے پیپر میں اس قدر اعلیٰ نمبروں کے ساتھ پاس ہوئے کہ میں نے ان کے لیے مغفرت کی ڈگری جاری فرمادی اور بطورِ انعام ان کو اپنی رضا اور خوشنودی عطا کر دی۔ سبحان اللہ!

میرے مسلمان بھائیو......! سوچو! اگر آج ہمارے دلوں کا امتحان ہو......؟ کیا ہم مغفرت کی ڈگری پائیں گے یا' اللہ کے عذابوں کا حقدار ٹھہریں گے......؟

آیئے......! اگر آپ واقعۃً مغفرت کی ڈگری حاصل کرنا چاہتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ہر حال میں اپنے دلوں کو اللہ کے حوالے کر دیں، غریبی ہو یا امیری، زمین کی تہہ ہو یا تاج و تخت کی بلندی، ہر موقعے پر اپنے دلوں کا رخ اللہ کی طرف رکھیں۔ حالات کے بدلنے سے دلوں کا بدل جانا' اور اللہ کی محبت سے خالی ہو جانا یہ بڑی ہلاکت ہے، اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خوبی کو قرآن کریم میں اس قدر دلنشین انداز میں بھی بیان فرمایا ہے:

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ

﴿الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

''لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دی اور اس محبت کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی سے نفرت پیدا کر دی، ایسے لوگ ہی ہدایت یافتہ ہیں، یہ اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والے ہیں۔'' [حجرات: 7-8]

غربت کی گھڑی میں صحابہؓ کے دل:

آپ نے دیکھا ہوگا کہ غربت کے دنوں میں لوگ اپنے دلوں کو محنت مزدوری اور مال کی تلاش میں اس طرح لگاتے ہیں کہ دلوں میں اللہ کی محبت رہتی ہے نہ ہی اللہ کا خوف رہتا ہے۔ آج اپنے معاشرے کا سروے کر لیں' اکثر غریب لوگ صرف اور صرف دنیا میں ہی دل لگائے بیٹھے ہیں ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کوئی فکر نہیں، جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی بڑی تنگیاں دیکھیں، فقروفاقے نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا' لیکن پھر بھی ان کے دل اللہ کی طرف متوجہ رہے اور ہر وقت آخرت کی فکر میں لگے رہے۔ اگر ہم اپنے حالات کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غربت کا تقابل کریں تو ان کے مقابلے میں ہماری زندگی شہزادوں جیسی ہے' ان کی حالت تو یہ تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود بیان کرتے ہیں:

مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ وَلَا خِفَافٌ وَلَا قَلَانِسُ وَلَا قُمُصٌ

[صحیح المسلم:925]

''ہمارے پاس جوتے تھے، نہ موزے، ٹوپیاں تھیں نہ قمیصیں۔''

لیکن اس سب کچھ کے باوجود ان کے دلوں میں اللہ کی محبت کا عالم یہ تھا کہ وہ دن رات دین سیکھتے اور حکم ملنے پر ننگے پاؤں میدانِ جہاد میں نکل جاتے۔ امام

المحدثین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اصحابِ صُفّہ کی غربت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَھْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْھُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَاءٌ ، اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا کِسَاءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِی اَعْنَاقِھِمْ فَمِنْھَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ وَمِنْھَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ، فَیَجْمَعُهُ بِیَدِهِ کَرَاھِیَةَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُهُ

[صحیح البخاری:442]

''میں نے اہل صفہ میں سے ستر طلبہ کو دیکھا' ان میں سے کسی کے پاس جسم کے اوپر کا حصہ چھپانے کے لیے چادر نہ تھی، کسی کے پاس نچلا دھڑ چھپانے کے لیے چادر ہوتی تو وہ اسے اپنی گردنوں میں باندھ لیتے، وہ کپڑا کسی کی آدھ پنڈلی تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنوں تک اور وہ اس کو اپنے ہاتھ سے اکٹھا کر کے رکھتے تاکہ ان کا ستر ننگا نہ ہو۔''

سامعین کرام......! اس سب کچھ کے باوجود ان میں خوبی یہ تھی کہ ان کے دلوں میں صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تھی، غربت کی وجہ سے کبھی بھی دین سے پیچھے نہ رہے، بلکہ ایک دفعہ تو غرباء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکٹھے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گئے اور آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! مالدار صحابہ آخرت کمانے میں ہم سے آگے نکل گئے ہیں، اب اگر اللہ نے ہمیں مال نہیں دیا تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے......؟ دل تو ہمارا بھی چاہتا ہے کہ ہمارے پاس مال ہو اور ہم اسے اللہ کی راہ میں خرچ کریں...... چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نماز کے بعد والی تسبیحات بتلائیں' لیکن مالدار صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی وہ تسبیحات پڑھنی شروع کر دیں تو غرباء صحابہ رضی اللہ عنہم دوبارہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تسبیحات تو مالدار صحابہ نے بھی پڑھنی شروع کر دی ہیں

اس طرح تو پھر ہم سے آگے نکل گئے……

آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے میرے پیارے صحابہ! اب اس میں، میں کیا کر سکتا ہوں، مال اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

[صحیح البخاری:843،صحیح المسلم:595،سنن ابی داود:927]

سامعین کرام……! غربت کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل کبھی نیکی سے سیراب نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ نیکیوں میں اور آگے بڑھنے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔ ہم ہیں کہ حالات کی تنگی میں سب ذکر، اذکار چھوڑ بیٹھتے ہیں اور ہمارے دل ہمہ وقت مایوسیوں کے گڑھے بنے رہتے ہیں۔

آج کئی غریب معمولی آفر ملنے پر اپنے دلوں کا رخ ناجائز اور حرام کاموں کی طرف کر دیتے ہیں اور ان کا یہ ذہن ہوتا ہے کہ کچھ نہ کچھ آنا چاہیے، حلال طریقے سے آئے یا حرام سے، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ حد درجہ تنگی کے باوجود ان کی نگاہیں اور انکے دل حرام کی طرف دیکھا بھی نہیں کرتے تھے۔

آیئے……! میں آپ کی ملاقات ایک ایسے غریب صحابی سے کراؤں، جن کی غربت کا عالم یہ ہے کہ وہ جنگل میں اپنے مالک کی بکریاں چراتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے اس غریب صحابی کو دستر خوان پر کھانا کھانے کی دعوت دی، وہ غریب صحابی جواب میں کہنے لگا، میں روزے کی حالت میں ہوں، میں نے روزہ رکھا ہے

حضرت عبداللہ بن رضی اللہ عنہما عمر فرمانے لگے: اللہ کے بندے! اتنی سختی گرمی میں……؟ اور صحرا کی تپتی ہوئی لُو……؟

وہ جواب میں کہنے لگا: حضرت……! میں دنیا کے ان دنوں میں اپنے اللہ کی

ملاقات کے لیے تیاری کر رہا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس غریب صحابی کا جواب سن کر حیران ہو گئے اور بطورِ امتحان آپ کے ذہن میں ایک بات آئی کہ دیکھتے ہیں کہ یہ شخص واقعتاً اس قدر اللہ والا اور متقی ہے......؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: ایسے کرو کہ ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمیں دے دو، ہم دو کام کریں گے

☆...... نُعْطِیْكَ ثَمَنَهَا ''ہم تجھے اس کی نقد قیمت بھی دیں گے، جو تیرے کام آئے گی اور جس سے تیری مالی پوزیشن بہتر ہوگی۔

☆...... وَنُعْطِیْكَ مِنْ لَحْمِهَا ''اور ہم تجھے اس بکری کا گوشت بھی دیں گے، جس سے تو مزے مزے سے روزہ بھی افطار کر لینا اور بعد میں بھی اسے کھاتے رہنا'

صحرا میں یہ چرواہا صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر کہنے لگا:

اِنَّهَا لَیْسَتْ لِیْ بِغَنَمٍ، اِنَّهَا غَنَمُ سَیِّدِیْ

''یہ میری بکریاں نہیں ہیں بلکہ یہ تو میرے مالک کی بکریاں ہیں۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مالک کی کیا بات ہے، اس کے سامنے چھوٹا سا جملہ بول دینا، اس سے تیری جان بخشی ہو جائے گی، اسے کہنا کہ اَکَلَهُ الذِّئْبُ ''اس کو بھیڑیا کھا گیا تھا'' غریب چرواہا صحابی حضرت عبداللہؓ کا یہ بول سن کر تھوڑا سا پیچھے ہٹا' اور اپنی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہنے لگا: اَیْنَ اللّٰهُ......؟ میں اپنے مالک کو تو جھوٹ بول کر مطمئن کر لوں گا، مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ کہاں ہے......؟

غریب صحابی کے منہ سے یہ جملہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان تازہ ہو گیا اور آپ کافی دیر تک یہی پڑھتے رہے' اے چرواہے تو نے کیا خوب کہا:

اَیْنَ اللّٰهُ--- اَیْنَ اللّٰهُ--- اَیْنَ اللّٰهُ---؟

پھر جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مدینے پہنچے تو اس غریب غلام صحابی سے بکریاں خریدیں اور انہیں خرید کر آزاد کر دیا اور سب بکریاں اسی متقی صحابی کو تحفے میں دے دیں، اسی لیے تو قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اعلان کرتا ہے:

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

''لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دی اور اس محبت کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی سے نفرت پیدا کر دی، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں، یہ اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والے ہیں۔'' [حجرات:7-8]

امیری کے دنوں میں صحابہؓ کے دل:

مال کی کثرت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں سے اللہ کی محبت کم نہ کر سکی، بلکہ پانی کے سیلاب کی طرح اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرتے ہوئے اپنے عملی کردار سے یہ ثابت کر گئے کہ اے ہمارے مولا! یہ سب کچھ تیرا ہی دیا ہوا ہے اور ہم نے تیری ہی راہ میں لٹا دیا ہے۔

آج ہم میں سے کسی شخص کے پاس چار پیسے آجائیں تو وہ کسی دوسرے کو انسان تک نہیں سمجھتا بلکہ رب العالمین کا باغی بن جاتا ہے، مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ دلوں پر قربان جائیں کہ وہ مال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے اور قریب ہو گئے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ابو جان نے روزہ رکھا ہوا تھا تو آپ کے پاس افطاری کے لیے

پھل فروٹ اور کھانا لایا گیا، ابوجان اسی دوران باتیں کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہت زیادہ بہتر تھے، ان کے کفن کے لیے صرف اور صرف ایک چادر میسر آئی، جو اس قدر نا کافی تھی کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پیر ننگے رہ جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر کھلا رہ جاتا۔

اور آج فراوانی کا عالم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کھانے پینے کی بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں، اے اللہ کے بندو! کہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی ہمیں ہماری نیکیوں کا بدلہ تو نہیں دے دیا......؟ اتنی بات کی

ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ

''پھر رونا شروع ہو گئے یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔'' اللہ اکبر

[صحیح البخاری، الجنائز:1274]

سامعین کرام......! آپ اندازہ لگائیں کہ کھانے کے دستر خوان پہ بیٹھ کر بھی ان لوگوں کے دلوں کا رخ کس طرف تھا......؟

آپ کو بھی بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ طرح طرح کے نفیس کھانے تناول کرنے کا موقع ملا ہوگا اور آپ نے دیکھا ہوگا کہ کھانے کی میز پر لوگوں کا دل اس قدر غافل ہوتا ہے کہ شروع کی دعا یاد رہتی ہے نہ ہی کھانے کے آخر میں مسنون دعا پڑھی جاتی ہے۔

امام المحدثین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر شخص وہ ہے جو میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد میری زوجات کا خیال رکھے اور ان کے ساتھ بہتر سلوک کرے مستدرک حاکم کی یہ صحیح حدیث جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سنی تو آپ رضی اللہ عنہ نے

فَاَوْصٰى لِاُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِحَدِيقَةٍ بِيْعَتْ بَعْدَهُ بِاَرْبَعِيْنَ

أَلْفَ دِيْنَارٍ [مستدرک حاکم: 3/312 باشراف المرعشلي]

''امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لیے ایک پورے باغ کی وصیت کر دی چنانچہ اس باغ کو آپ کے بعد چالیس ہزار دینار کا بیچا گیا اور وہ ساری رقم امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں تقسیم کر دی گئی۔''

موجودہ دور میں چالیس ہزار دینار کو پاکستانی کرنسی میں تبدیل کیا جائے تو یہ رقم تقریباً (آٹھ کروڑ) کے قریب پہنچتی ہے۔

یہ تھے وہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کہ جنہوں نے بے تحاشا دولت پا کر بھی اس کو اللہ کی راہ میں لٹایا اور درہم و دینار کی ریل پیل ان کے اخلاص اور اخلاق میں کوئی تبدیلی نہ پیدا کر سکی، اور ان کے دلوں میں تبدیلی آ بھی کیسے سکتی تھی......! قرآن تو ان کے بارے میں بڑی شاندار گواہی دیتا ہے:

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

''لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دی اور اس محبت کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی سے نفرت پیدا کر دی، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں، یہ اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والے ہیں۔'' [حجرات: 7-8]

اعلیٰ منصب اور تاج و تخت پر صحابہؓ کے دل:

ہمارے ہاں اگر کسی شخص کو اچھی ملازمت اور اعلیٰ عہدہ مل جائے اور اس کے چہرے کے تیور اور دل کے دھڑکنے کے انداز ہی بدل جاتے ہیں، وہ اپنے آپ کو

بااختیار سمجھ کر اپنے دل کو دنیا میں لگالیتا ہے اور کئی لوگ تو کسی بااختیار عہدے پر پہنچتے ہی حلال وحرام کی تمیز بھی مٹادیتے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قربان جائیں کہ تاج وتخت پہ بیٹھ کر بھی ان کے دلوں کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رہا۔

اس سلسلہ میں آپ امام المومنین، خلیفہ بلافصل، سیدنا ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے رو پڑتے تھے اور آپ کے بارے میں صحیح البخاری سمیت دیگر کتب تاریخ میں واضح الفاظ کے ساتھ موجود ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حد درجہ رقیق القلب اور اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت زیادہ رونے والے تھے۔

اہل تاریخ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ آپ ہمہ وقت اپنے اللہ کی طرف ہی متوجہ رہتے تھے، ساری زندگی ناجائز کاموں کو اپنے قریب تک نہ آنے دیا، ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بیت المال میں آپ کا کیا حق ہے......؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: صرف دو جوڑے، ایک سردی کے لیے اور ایک گرمی کے لیے اور دو چادریں، حج اور عمرے کے لیے۔

ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے تو معالجین نے آپ کے لیے شہد تجویز کیا کہ آپ کو شہد دیا جائے تو صحت مند ہوجائیں گے، آپ رضی اللہ عنہ کے گھر سے شہد نہ ملا، پھر بیت المال دیکھا گیا تو وہاں شہد موجود تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال کی کمیٹی کو بلایا اور آپ نے ان سے درخواست کی کہ میری بیماری بڑھ رہی ہے اور شہد کے چند چمچ لینے سے معاملہ بہتر ہوسکتا ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں بیت المال سے چند چمچ شہد لے لوں......؟ ورنہ مجھ پر شہد لینا حرام ہے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی گئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے چند چمچ شہد کے لے لیے۔ اللہ اکبر!

سامعین کرام......! آپ اس واقعہ سے اور اس جیسے سینکڑوں واقعات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم نے تاج وتخت اور اعلیٰ منصبوں پر بیٹھ کر بھی اپنا دل دنیا سے نہیں لگایا بلکہ ان کے دل جب بھی دھڑکتے تھے تو ان سے خوفِ خدا ہی کی صدا نکلتی تھی۔

آیئے......! بات یاد آئی ہے، آپ کو سنائے دیتا ہوں! اُن لوگوں کے دلوں کی کیفیت کیسی پیاری اور پاکیزہ تھی کہ ہر پل ان کے دل کا رخ اللہ ہی کی طرف رہتا تھا۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جنگِ قادسیہ کے لیے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اہلِ فارس کی طرف بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوجیوں کو چند نصیحتیں فرمائیں۔ آیئے! میں آپ کے سامنے ان نصیحتوں میں سے کچھ حصہ بیان کرتا ہوں، جس سے آپ اچھی طرح جان لیں گے کہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کے دلوں میں سوائے اللہ کی ہیبت اور محبت کے کچھ نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا:

......میں موجودہ سارے لشکر کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں اور یاد رکھو! ہمارے پاس دشمن کے مقابلے کے لیے سب سے بڑا ہتھیار تقویٰ ہے، مسلمان آلاتِ حرب وضرب کی بنیاد پر فتح حاصل نہیں کرتا، بلکہ تقویٰ کی بنیاد پر ان کی مدد کی جاتی ہے' اور یاد رکھو! دورانِ سفر گناہوں کے قریب تک نہ جانا' کیونکہ ہمارا سب سے پہلا اور اصلی دشمن گناہ ہے۔ جب مسلمانوں کی صفوں میں گناہ آجائے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنا چھوڑ دیتا ہے' اور کافروں کی مقابلے میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد صرف اور صرف اس لیے کرتے ہیں کہ کافر گناہ کرتے ہیں اور مسلمان گناہ نہیں کرتے، اگر مسلمان بھی گناہ شروع کر دیں تو اللہ کی مدد اٹھ جاتی ہے اور دشمن اپنی ظاہری قوت کی وجہ سے غالب آجاتا ہے...... اللہ کی راہ میں نکلنے والو! فرشتوں کا حیا کرنا، جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کے لیے

فرشتوں کے جتھے مقرر فرما دیتے ہیں۔

[تاریخ الرسل والملوک للطبری: 4/315، التاریخ الاسلامی: 10/374، الفاروق لمحمد رشید: 119,120]

سامعین کرام......! آپ ان واقعات سے اندازہ لگائیں کہ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے دل کس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے' اور یاد رکھو! آج ہم امریکہ کے سامنے صرف اور صرف اس لیے ذلیل ہیں کہ ہم گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، ہر طبقے کا ہر شخص کسی نہ کسی رنگ میں ضرور بالضرور گناہوں میں ملوث ہے' اور ہمارے ملک میں ہر قسم کے گناہوں کے اڈّے موجود ہیں۔

☆......شرک کے اڈّے ☆......بدعت کے اڈّے

☆......زنا کے اڈّے ☆......شراب کے اڈّے

☆......رقص وسرود اور ڈانس کے اڈّے

غرض کہ جوا' اور سود سمیت تقریباً تمام کبیرہ گناہوں کے مراکز ہمارے ملک میں موجود ہیں اور ان مراکز کو حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے۔ جب تک یہی حالت رہے گی' امریکہ اپنی غنڈہ گردی سے باز آئے گا نہ ہی ہم بھارت کی شرانگیزیوں سے محفوظ رہ سکیں گے......خطبہ جمعہ میں آنے والو......! اگر تم کچھ نہیں کر سکتے تو کم ازکم اپنے دلوں کو گناہوں سے پاک کرو، اپنے گھروں کو گناہوں سے پاک کرو، اپنے بچوں کو گناہوں سے بچاؤ اور جہاں جہاں ممکن ہو گناہوں کو مٹاتے ہوئے نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو' انشاء اللہ الرحمن دنیا کی کوئی باطل قوت تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

بیماری کے دنوں میں صحابہؓ کے دل:

صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں کا کمال ہی یہی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ ہی کی طرف متوجہ

رہے ہیں، بیماری کے دنوں میں بڑے بڑے لوگ گلے شکوے کرنے پر اتر آتے ہیں اور حرام چیزوں سے بھی علاج معالجہ کروانا ضرورت سمجھتے ہیں لیکن اصحاب رسول رضی اللہ عنہم ایسے پاکیزہ لوگ تھے کہ بیماری کے دنوں میں بھی انہوں نے اللہ کی فکر کی ہے اور اپنی جنت کی فکر کی ہے۔

عطاء بن رباح رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھاؤں......؟ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ آپ نے ایک کالی بڑھیا کی طرف اشارہ کیا اور کہا: اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت کی بشارت پائی ہے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا: میں بیمار ہوں میرے لیے دعا فرمائیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تو صبر کرے گی تو تیرے لیے جنت ہے اور اگر تو کہتی ہے تو میں تیرے لیے دعا کر دیتا ہوں اللہ تجھے عافیت دے دے گا۔ جب انتہائی سخت بیمار صحابیہ رضی اللہ عنہا نے جنت کا سنا تو اس کے دل کی کیفیت جنت کی طرف مائل ہو گئی اور کہنے لگی: اللہ کے رسول! میں صبر کروں گی۔ اللہ اکبر! [صحیح البخاری:5652]

حضراتِ ذی وقار......! آپ غور فرمائیں کہ اُن پاکیزہ لوگوں کے دلوں کی نگاہیں بیماری کے عالم میں بھی اللہ کی جنت کی طرف رہیں۔ سبحان اللہ!

آگ کا سن کر صحابہؓ کے دل:

آج ہم عذابِ قبر کی بے شمار احادیث کو سنتے اور اس حوالے سے کئی ایک واقعات کو پڑھتے ہیں لیکن ہماری ضدوں میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا، جہنم کی ہولناکیوں پر مشتمل آیات کا سننا سنانا ہمارا روز کا معمول ہے لیکن ہمارے دلوں کی سختی یوں کی توں رہتی ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے عظیم لوگ تھے کہ آگ کے ایک انگارے کا سن کر ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے، ان کا وراثت کا کوئی جھگڑا تھا اور وہ دونوں وراثت کے مال کے دعوے دار تھے، لیکن ان دونوں کے پاس کوئی دلیل تھی نہ ہی کوئی گواہی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جھگڑے والی باتیں سن کر دولائنوں کا مختصر وعظ فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ، وَاِنَّمَا تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيَ لَهٗ عَلٰى نَحْوِ مِمَّا اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا اِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ [ابو داود:3584]

"میں بشر ہی ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی بات بیان کرنے میں زیادہ تیز ہو اور میں اس کی باتوں کی وجہ سے فیصلہ اس کے حق میں کر دوں، حالانکہ وہ حقدار نہیں تھا، کوئی شخص اس طرح کسی کا حق نہ لے کیونکہ اس کو میں نے کسی کا حق نہیں دیا بلکہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا دیا ہے۔"

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبوں سے ابھی یہ الفاظ جدا ہی ہوئے تھے 'فَبَكَى الرَّجُلَانِ' "کہ دونوں آدمی رو پڑے" اور دونوں میں سے ہر دوسرے سے کہا: بھئی میرا کچھ مطالبہ نہیں ہے تم یہ سارا مال وراثت لے لو، دوسرا کہے: نہیں تم لے لو۔ پہلے جھگڑا حق لینے کا تھا اب جھگڑا حق دینے پر ہو گیا۔

سامعین کرام......! غور فرمائیں کہ ایک لفظِ "نار" سے دلوں میں کیسے انقلاب پیدا ہو گیا۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسے کرو کہ قرعہ ڈال لو، جس کے نام قرعہ نکل آئے وہ مال رکھ لے اور دوسرا اس پر خوش ہو جائے۔ اللہ اکبر!

یہی وہ پاکیزہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کی عظمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرآن جھوم جھوم کر کہتا ہے:

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

''لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دی اور اس محبت کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی سے نفرت پیدا کر دی، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں، یہ اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والے ہیں۔'' [حجرات:7-8]

آخری سانسوں پر صحابہؓ کے دل:

انسان کا ایمان جس قدر بھی زیادہ مضبوط کیوں نہ ہو، موت وحیات کی کشمکش میں اس کے دل کا رخ اپنی آل واولاد اور مال وزر کی طرف ہو ہی جاتا ہے، بلکہ ایسا ہونا ایک فطرتی عمل ہے، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے نفیس دلوں پر قربان جائیں کہ موت وحیات کی کشمکش میں بھی ان کے دل دھڑکتے تھے تو آخری سانسوں سے اللہ اور اس کے رسول کی محبت نظر آتی تھی ...... اس بات کا اندازہ آپ اس ایمان افروز واقعہ سے لگا سکتے ہیں۔ جنگِ احد والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تلاش میں بھیجا اور کہا: اگر تم اسے پا لو:

فَاقْرَأْهُ مِنِّي السَّلَامَ وَقُلْ لَّهٗ يَقُوْلُ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَيْفَ تَجِدُكَ ؟

''تو میرا اسلام کہنا اور ساتھ کہنا کہ اللہ کے رسول تمہاری حالت دریافت

کرتے ہیں......؟''

حضرت زید رضی اللہ عنہ شہداء سے گزرتے ہوئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے ہوئے بالآخران تک پہنچ گئے تو کیا دیکھا کہ آپ کا چہرہ اور سینہ مبارک کئی زخموں سے چھلنی ہے اور موٹے موٹے زخم تقریباً ستر کے قریب ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پیش کیا اور ساتھ کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ کیسے ہو......؟

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے موت وحیات کی کشمکش میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اے زید! پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میرا سلام کہنا اور ساتھ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے وعدے سچے کردیئے ہیں' میں دنیا سے جارہا ہوں اور اَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ ''جنت کی خوشبو پارہا ہوں۔'' اور ساتھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے نام پیغام چھوڑتے ہوئے کہا:

اے زید! میری قوم انصار کو کہہ دینا کہ سعد جاتے وقت کہتا تھا کہ ہر طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال رکھنا، اگر تمہاری زندگی میں دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئے تو قیامت کے روز تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہی آخری جملے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔ [مستدرک حاکم، الصحابہ، سعد بن ربیع، مستدرک حاکم: 3/201، اس واقعہ کو ابن ہشام اور الشیخ الاکرم العمری نے 'السیرۃ النبویۃ' میں بھی نقل فرمایا ہے اور اس کی سند حسن ہے]

سامعین کرام......! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کیسے نفیس لوگ تھے کہ ان کی آخری سانسیں بھی دھڑکتی ہیں تو محبتِ رسول میں ہی دھڑکتی ہیں، ان کے دلوں کے رخ عرش والے خدا کی طرف ہیں یا فرش والے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہیں۔

مدینے والے کے غلامو! اس واقعہ کے بعد' ابھی ایک بات آپ سے

کرنا چاہتا ہوں، آج اس پُرفتن دور میں لوگ اللہ کے دین پر حملہ کر رہے ہیں، اسلامی تعلیمات پر سخت وار کر رہے ہیں، کہیں انکارِ حدیث کا فتنہ اور کہیں انکارِ سنت کی سازشیں، ملحد اور زندیق قسم کے سکالرز، اسلام کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں، ایسے حالات میں آپ کے ذمہ لازم ہے کہ آپ اپنے بچوں کو اللہ تعالیٰ کے خالص دین کے لیے وقف کر دیں، دینی مدارس کو آباد کر دیں، اپنے بچوں کو حدیثِ رسول کا پہرے دار اور سنتِ رسول کا چوکیدار بنائیں ......اور یقین کرنا......! اگر تم لوگوں نے اس بات کی طرف توجہ نہ کی تو کل کو تمہاری آنے والی نسل بگڑے وہاں تمہیں قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں جواب دینا بھی مشکل ہوگا۔ آپ حیران ہوں گے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو درکنار صحابیات رضی اللہ عنہن کے دلوں کی کیفیت صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں سے بڑھ کر پاکیزہ تھی، وہ پاکیزہ مائیں ہی تھیں کہ جنہوں کی گودوں میں اسلام کے جوانوں نے پرورش پائی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بنو دینار قبیلے کی ایک عورت کے پاس سے گزرے، اس کا باپ اس کا شوہر اور اس کا بھائی میدانِ جہاد میں تینوں شہید ہو چکے تھے، جب ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو اس نے سب سے پہلے یہی پوچھا:

مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ؟

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے......؟“

جواب میں کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باحفاظت اور ٹھیک ہیں، لیکن عورت کی پیاس نہ بجھی وہ کہنے لگی: مجھے دکھاؤ! جب تک میں مدینے والے کو دیکھ نہ لوں گی مجھے سکون نہیں آئے گا، چنانچہ آپ ﷺ کی طرف اشارہ کیا گیا، جب اس نے دیکھا تو ایسا تاریخ ساز جملہ کہا کہ قیامت تک کے آنے والے تمام فصحاء و بلغاء کو حیران کر دیا:

كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ

[تاریخ الرسل والملوک للطبری، تاریخ الاسلام للذھبی، البدایۃ والنہایۃ، الکامل فی التاریخ، الشفا، للقاضی عیاض، اس کی سند حسن ہے]

''ہر مصیبت آپ ﷺ کے بعد معمولی ہے۔''

یعنی اے مدینے والے مرشد! اگر آپ خیریت سے ہیں تو پھر ہمیں بڑے سے بڑے غم کی بھی کوئی پروا نہیں......

سامعین کرام......! جب اللہ احکم الحاکمین نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے والہانہ عقیدت سے لبریز، حبِّ الٰہی میں سرشار دلوں کو دیکھا تو بڑے ہی قابل رشک انداز میں ان کے دلوں کی پاکیزگی کو یوں بیان کیا:

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

''لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دی اور اس محبت کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی سے نفرت پیدا کر دی، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں، یہ اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والے ہیں۔'' [حجرات:7-8]

اللہ کے حضور دعا ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو بھی اپنے دلوں کو ایمانی، اسلامی اور نورانی دل بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆ ❋ ☆ ❋ ☆ ❋ ☆ ❋ ☆

مسلکِ صحابہؓ

مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
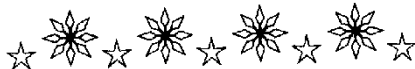
أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○﴾ [سورۃ البقرہ:137]

"پھر اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ پھر جائیں گے تو وہ ہٹ دھرمی پر اتر آئیں گے پس تمہاری طرف سے اللہ ان کے لیے کافی ہے وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔"

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الآخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

ہم اللہ کی توفیق اور اس کے خاص فضل سے اہل الحدیث ہیں، ہمارا دستور، منشور اور منہج بالکل وہی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اہل حدیث ہیں۔ کیونکہ آپ ہدایت اور کامیابی کے لیے قرآن وحدیث ہی کو بنیاد سمجھتے تھے اور الحمدللہ اہل حدیث کا بچہ بچہ قرآن وحدیث ہی کو ہدایت اور نجات کی اساس اور بنیاد سمجھتا ہے۔ بعض لوگ محض ضد اور حسد کی بنیاد پر ہماری مخالفت کرتے ہیں جب کہ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت کے تمام اصولوں کے ساتھ نوازا ہے۔

* ...... ہم بزرگوں کا حیا کرتے ہیں لیکن ان کی عقیدت کا نام لے کر شرک نہیں کرتے۔

* ...... ہم تمام ائمہ کرام کا احترام کرتے ہیں لیکن دین کا امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی سمجھتے ہیں۔

* ...... ہم آل محمد اور اہل بیت رضی اللہ عنہم سے محبت ہی نہیں بلکہ والہانہ عقیدت بھی رکھتے ہیں، لیکن ان کی شہادتوں پر من گھڑت افسانے سنا کر ان کے خون کی تجارت نہیں کرتے۔

* ...... ہم ہر ایک کو وہی مقام دیتے ہیں جو قرآن وحدیث نے انہیں دیا ہے۔

آج میں آپ کے سامنے ایک سچی حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جماعت اہل حدیث کو دلائل کا غلبہ اس قدر زیادہ حاصل ہے کہ ان کے پاس قرآن و حدیث کی واضح نصوص کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادتیں اور اقوال بھی موجود ہیں جو اس بات کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اپنے قول وعمل کے ساتھ سچی وارث ہے۔

مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کیا مراد ہے......؟

ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علمِ وحی کے وارث، دین کے داعی، پوری امت کے سچے محسن اور عزت وعظمت کے اس قدر بلند مقام پر فائز ہیں کہ ان نفوس قدسیہ کا ذکر سنتے ہی ایک سچے مسلمان کی آنکھیں جھک جاتی ہیں۔

مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مراد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا موقف اور نظریہ ہے کہ کسی مسئلہ کے بارے میں ان کی رائے اور ان کا خیال کیا تھا......؟ چونکہ ہم اپنے تمام بنیادی عقائد اور فروعی اختلافی مسائل میں کتاب وسنت سے واضح دلائل رکھتے ہیں لیکن اتمامِ حجت بعض اہم مسائل پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال وافعال بطورِ تائید مزید بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ مسئلہ واضح ہوجائے کہ جو مسلک کتاب وسنت کی حامل جماعت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا وہی مسلک آج اللہ کی زمین پر اہل الحدیث کا ہے۔ الحمدللہ علی ذلک

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین معیارِ ہدایت ہیں:

جو آیت میں نے آپ کے سامنے شروع میں تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہدایت کا معیار قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت کئی فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی سب آگ میں جائیں گے سوائے اس جماعت کے جو اس منہج پر ہوگی جس پر آج میں ہوں اور میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی کا تاریخ ساز جملہ بول کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو صداقت اور ہدایت کا معیار قرار دیا ہے۔

الحمدللہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ آخری صحابی حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ تقریباً 107 سال کی عمر پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سو سال بعد

110ھ میں فوت ہوئے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ تک کوئی صحابی قبر پرست تھا، نہ ہی تقلید پرست تھا اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ماتم کا تصور پایا جاتا تھا۔

آج الحمدللہ اہل الحدیث بھی قبر پرست ہیں نہ ہی تقلید پرست اور نہ ہی جشن اور ماتم کے جلوس نکالنے والے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اولئک ھم المفلحون، صادقون اور مھتدون، جیسے عظیم القابات سے یاد فرمایا ہے۔

آیئے......! فرقہ واریت کا ناسور ختم کرنے کے لیے چند اختلافی مسائل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسلک سماعت فرمائیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سچے وارث بنیں۔قرآن مجید نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

﴿ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ ﴾ [سورۃ البقرہ:137]

”پھر اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ پھر جائیں گے تو وہ ہٹ دھرمی پر اتر آئیں گے پس تمہاری طرف سے اللہ ان کے لیے کافی ہے وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی ذات اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اللہ تعالیٰ کی ذات ہر دل یا ہر جگہ میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر ہے، رہا سوال کہ عرش پر کیسے ہے؟ تو اس کا خوبصورت جواب یہی ہے کہ وہ عرش پر ایسے ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے......اس پر قرآن وحدیث سے بے شمار دلائل ہیں اور یہی مسلک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے، آج یہی مسلک اہل حدیث کا ہے۔فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

اَلْعَرْشُ فَوْقَ الْمَاءِ وَاللّٰهُ فَوْقَ الْعَرْشِ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ اَعْمَالِكُمْ

''عرش پانی پر ہے اور اللہ عرش پر ہے اور اس پر تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔'' [العلو للعلی الغفار:173 صححہ البانی فی کتابہ مختصر العلو]

ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے:

فَكَانَتْ زَيْنَبُ تَفْخَرُ عَلَى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ تَقُوْلُ: زَوَّجَكُنَّ اَهَالِيْكُنَّ وَزَوَّجَنِي اللّٰهُ تَعَالَى مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ [صحيح البخاري: 7420]

''سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجات رضی اللہ عنہن پر فخر کیا کرتی تھیں، کہتی تھیں: تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی ہے اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کی ہے۔''

سامعین کرام......! ان واضح الفاظ کی جھوٹی تاویل سوائے ضدی اور گمراہ کے کوئی نہیں کرسکتا۔ معلوم ہوا، اللہ کی ذات کے بارے میں جو عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے وہی اہل حدیث کا ہے۔

علم غیب اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

عالم الغیب ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، رسول اللہ ﷺ کو صرف اسی بات کا علم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ آپ کو وحی کے ذریعے بتلاتے ہیں، اس پر قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل موجود ہیں لیکن آپ مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سماعت فرمائیں، صدیقہ کائنات ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَقَدْ كَذَبَ وَهُوَ يَقُولُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ [صحیح البخاری:7380]

''جس نے تجھ کو بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے تھے، پس تحقیق اس نے جھوٹ بولا، وہ یہی کہتے تھے: اللہ کے سوا غیب کوئی نہیں جانتا۔''

سامعین کرام......! مومنوں کی ماں رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق آپ فیصلہ کریں کہ سچا کون ہے......؟ اور جھوٹا کون ہے......؟ اور جو ماں کی بات کو نہ مانے وہ کون ہے......؟

قبر پرستی اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

دینِ اسلام میں پختہ قبر بنانا جائز نہیں، چہ جائیکہ قبروں پر بڑے بڑے مزار اور بلند و بالا خانقاہیں کھڑی کر دی جائیں اور لوگوں کو شرک کا اڈا مہیا کر دیا جائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر سجدہ کیا نہ ہی اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کا رخ کیا، بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اونچی اور پختہ قبروں کو گرا دیا کرتے تھے۔

خلیفۃ المسلمین حضرت امام علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالہیاج رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا: کیا میں تجھے ایسے کام پر نہ بھیجوں کہ جس کام پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تھا اور وہ کام یہ ہے:

أَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ
[صحیح المسلم:969]

''یہ کہ تو ہر بڑی تصویر کو مٹا دے اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دے۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری کے ان ایام میں فرمایا

جن میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی:

اَلْحِدُوْا لِيْ لَحْدًا وَانْصِبُوْا عَلَيَّ اللَّبِنَ كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ [صحیح مسلم:966]

''تم میرے لیے لحد والی قبر تیار کرو اور مجھ پر کچی اینٹیں استعمال کرنا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا گیا۔''

سامعین کرام......! آج درباروں کی کمائی کھانے والوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قبروں کی کمائی کھایا کرتے تھے......؟ قبروں کے متعلق جو عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا وہی اہل حدیث کا ہے۔ہم اپنے اکابر سے محبت تو بہت زیادہ کرتے ہیں لیکن ان کی قبروں پر گنبد کھڑے کر کے اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے وفائی نہیں کرتے۔

غیر اللہ کو سجدہ اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

کون نہیں جانتا کہ آج کل سرعام درباروں اور مزاروں پر سجدے کیے جاتے ہیں، سوچو! سادہ لوح مسلمانوں کو دربار اور مزار مہیا کرنے والے کون ہیں، عام مسلمانوں کو شرک کے مواقع مہیا کون کرتا ہے، اہل حدیث یا کوئی اور............؟؟

اللہ معاف فرمائے اب تو پیروں کو بھی سجدے شروع ہو چکے ہیں جب کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے اور یہ عقیدہ ہُدہُد پرندے کا بھی ہے لیکن آج کے بڑے بڑے مفتیانِ کرام اس سے پہلو تہی اختیار کرتے ہیں۔پیر فقیر یا دربار تو درکنار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔یہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ ہے اور آج الحمدللہ اہل حدیث بھی اسی عقیدے پر قائم ہیں۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ لوگوں کو اپنے بادشاہ

کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں، چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے سجدے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے؟ اگر تو میری قبر کے پاس سے گزرتا کیا تو اس پر سجدہ کرتا......؟

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر ایسا نہ کرو جس طرح میری قبر پر سجدہ جائز نہیں اسی طرح مجھ زندہ کو بھی سجدہ جائز نہیں ہے۔ اللہ اکبر! [سنن ابی داود: 2145]

سامعین کرام......! امانتداری سے بتائیں آج صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک کا پاسبان کون ہے......؟ اہل حدیث کا ادنیٰ سا طالب علم بھی کٹ تو سکتا ہے لیکن کسی غیر کے آگے جھک سکتا ہے اور نہ ہی اس کو سجدہ کر سکتا ہے اور اگر اسی چیز کا نام بے ادبی ہے تو پھر ہم سب سے بڑے بے ادب ہیں۔

بدعت اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اگر کوئی مولانا صاحب دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو ان کو صرف اور صرف یہی حق حاصل ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بات کو آگے لوگوں تک پہنچائے خود اپنی طرف سے لوگوں کے لیے کوئی نئی راہ نہ نکالے کیونکہ بدعت شریعت سازی کا چور دروازہ ہے۔ دین اسلام میں ہر بدعت گمراہی ہے اور بدعت کو ایجاد کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا مجرم اور گستاخ ہے۔ برصغیر پاک وہند میں بعض احباب نے صرف اور صرف حلوے اور کھیر کی خاطر کئی بدعات کو فروغ دے رکھا ہے اور اپنے پیٹ کو بھرنے کے لیے اپنی عوام کو یہ دھوکہ دے کر مطمئن

کردیتے ہیں کہ ہم نے تو قرآن ہی پڑھا ہے......؟ ہم نے اچھا کام ہی تو کیا ہے......؟ یہ کون سا کوئی گناہ ہے......؟ جب کہ نیکی اور ہدایت کی تمام باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی وضاحت سے بیان کردی ہیں، کسی مولانا صاحب کو بدعت کے چوردروازے سے شریعت سازی کرنے کی کوئی اجازت نہیں۔

ہر قسم کی بدعت ضلالت ہے اور اس پر بے شمار دلائل ہیں، ہم صرف اس حوالے سے مسلک صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عرض کرنا چاہتے ہیں۔ آیئے! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مسلک پر غور فرمائیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً

''ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے حسنہ ہی خیال کیوں نہ کریں''

[کتاب السنۃ للمروزی:83 رواہ ابن بطۃ:1/339، واللالکائی:1/92 والبیہقی فی المدخل الی السنن:91]

سامعین کرام......! کیا اب بھی کسی مولانا صاحب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بدعتِ حسنہ کا نام لے کر دین میں اضافہ کرتا رہے اور اصل دین کا حلیہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل کردے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جن کے نام کے عرس ہوتے ہیں اور ان کو خاص مقام دیا جاتا ہے وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ بدعت حد درجہ خطرناک ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ کیا کوئی شخص اس سے توبہ کرنے والا ہے......؟

تقلید اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

تقلید کیا ہے......؟ اور تقلید نے امت کو کیا دیا ہے......؟ تقلید ضد کا دوسرا نام ہے اور تقلید ہی وہ چھتری ہے جس کے سائے میں ہر حدیث کو یا تو ٹھکرا دیا جاتا ہے یا اس کی باطل تاویل کرتے ہوئے اس کے اصل مفہوم کو بگاڑ دیا جاتا ہے، تقلید نے

امت کو سوائے انتشار اور گمراہی کے کچھ نہیں دیا، مقلدین ایک دوسرے پر کس قدر طعن و تشنیع کرتے ہیں اس کے ساتھ تاریخ کے اوراق آج تک غم آلودہ ہیں۔ ائمہ احناف ایک طرف تو تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف احناف ہی کے ائمہ اس کو جہالت، بدعت، آفت اور گمراہی قرار دیتے ہیں۔ بہرصورت ہم تقلید کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسلک بیان کرنا چاہتے ہیں کیونکہ حنفیت کی اکثریت کے ہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال حجت ہیں اور قیاس پر مقدم ہیں۔

① ......فقیہِ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو احناف کے ہاں بہت اعلیٰ مقام حاصل ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

لَا تُقَلِّدُوا دِيْنَكُمُ الرِّجَالَ فَإِنْ أَبَيْتُمْ فَبِالْأَمْوَاتِ لَا بِالْأَحْيَاءِ [السنن الکبری: 2/10، المعجم الکبیر: 9/22 ح: 8764 وسندہ صحیح]

”تم دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو، پس اگر تم انکار کرتے ہو تو مُردوں کی کرلو زندوں کی نہ کرو۔“

② ......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بلاشبہ سلطان العلماء ہیں، آپ علم و فضل اور تقویٰ و طہارت میں اپنی مثال آپ تھے اور وہ خوش نصیب ہیں کہ جن کو امامت اور خطابت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود پسند فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

وَأَمَّا زَلَّةُ عَالِمٍ فَإِنِ اهْتَدَى فَلَا تُقَلِّدُوْهُ دِيْنَكُمْ

[کتاب الزھد: 0 0 1/3 ح: 1 7 وسندہ حسن، حلیۃ الاولیاء: 5 5/9، اعلام الموقعین: 2/239 وسندہ حسن]

”رہا عالم کی غلطی کا مسئلہ اگر وہ سیدھے راستے پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔“

سامعین کرام......! سوال یہ ہے کہ مقلدین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

صریح اور صحیح اقوال کے باوجود تقلیدِ شخصی سے باز کیوں نہیں آتے، جب کہ ایک طرف ان کے ہاں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال حجت ہیں......؟

الحمد للہ مسئلہ تقلید میں جو مسلک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے وہی اہل حدیث کا ہے۔ یاد رکھو! حق پر بھی وہی شخص ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر ہے اللہ پاک نے اسی بات کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ ﴾ [سورۃ البقرہ:137]

"پھر اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ پھر جائیں گے تو وہ ہٹ دھرمی پر اتر آئیں گے، پس تمہاری طرف سے اللہ ان کے لیے کافی ہے وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنس کے اعتبار سے بشر ہیں اور مقام و مرتبہ کے لحاظ سے سید البشر ہیں، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ مبارک بھی تھا۔ آج کل ایک نیا فتنہ شروع ہوا ہے کہ بعض عاشقان رسول یہ تصور دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ مبارک نہیں تھا۔ حالانکہ یہ مؤقف عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے، اس مسئلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسلک نوٹ فرمائیں:

ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس دو اونٹ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کہا

کہ تم اپنا ایک زائد اونٹ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دے دو، سیدہ زینب کہنے لگی: کیا میں اپنی سواری یہودیہ کو دے دوں......؟ یہ جملہ سننے کی دیر تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے سخت ناراض ہو گئے اور تقریباً تین ماہ تک سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس نہ گئے، حتی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مایوس ہو کر اپنا سامان باندھ لیا اور بیان کرتی ہیں کہ

فَبَيْنَمَا اَنَا يَوْمًا بِنِصْفِ النَّهَارِ اِذَا اَنَا بِظِلِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُقْبِلٌ [مسند احمد: 41/462 (25002) الطبقات الکبریٰ: 8/126]

"اسی درمیان ایک دن دوپہر کے وقت میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ مبارک آرہا ہے۔"

سامعین کرام......! اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک تھا اور الحمد للہ یہی اہل حدیث کا بھی موقف ہے۔

حلالہ اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

حلالہ اور متعہ دونوں حرام ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمارے ملک میں حلالہ سنٹر اور متعہ سنٹر موجود ہیں۔ جب کہ علی الاعلان اسلامی حدود کی پامالی نہیں ہونی چاہیے، حلالہ کی حرمت کے بارے میں واضح احادیث کے ساتھ ساتھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال بھی موجود ہیں۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ لَا اُوْتٰى بِمُحَلِّلٍ وَلَا مُحَلَّلٍ اِلَّا رَجَمْتُهُمَا

"اللہ کی قسم! میرے پاس جو بھی حلالہ کرنے والا اور حلالہ کروانے والا لایا گیا میں اس کو سنگسار ہی کر دوں گا۔"

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آکر حلالے کا تذکرہ کیا آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا سَفَاحًا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

[مستدرک حاکم: 2/217,286، السنن الکبریٰ: 7/208، التلخیص الحبیر: 3/171، تحفۃ الاحوذی ؟؟؟؟؟؟

''ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسے زنا ہی شمار کیا کرتے تھے۔''

سامعین کرام......! کیا ان واضح اقوال کے باوجود حلالہ کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے......؟ لیکن صد افسوس! کہ اہل تقلید سرعام حلالے کے جواز پر فتوے جاری کرتے ہیں۔

عورتوں کا مسجد میں داخلہ اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

ہمارے ہاں عورتوں پر جو بہت بڑا ظلم کیا جاتا ہے کہ ان کو مساجد جانے سے روک دیا جاتا ہے حالانکہ عورتوں کا مسجد میں نماز کے لیے یا خطبے کے لیے جانا بے شمار دلائل سے ثابت ہے۔ ام ھشام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعے کے ہر خطبے میں سورۂ ق کی تلاوت کیا کرتے تھے، میں نے یہ سورۃ آپ ﷺ سے سن کر ہی یاد کرلی۔ [صحیح مسلم: 873]

صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھاتے تو عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی جاتی تھیں، اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ [صحیح البخاری: 867، صحیح المسلم: 645]

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ فجر اور عشاء کی نماز مسجد میں پڑھنے کے لیے جاتی تھیں اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ انہیں منع نہیں فرماتے تھے۔

[صحیح البخاری: 900]

وہ تو اس مسئلے میں اس قدر سختی کیا کرتے تھے کہ جب ان کے ایک بیٹے نے کہا کہ ہم عورتوں کو مسجد جانے سے منع کریں گے، تو انہوں نے اپنے بیٹے کو شدید الفاظ

کے ساتھ ڈانٹا اور اس کی پٹائی کر دی۔ [صحیح المسلم:442]

سامعین کرام......! ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ خاتونِ خانہ کو مسجد جانے کی اجازت ہے اور یہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسلک تھا اور الحمد للہ یہی آج اہل حدیث کا مسلک ہے۔

جرابوں پر مسح اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

جرابوں پر مسح بالکل درست ہے اور اس پر قرآن و حدیث سے کئی ایک دلائل ہیں۔ فقہ حنفی میں بھی جرابوں پر مسح کو جائز قرار دیا گیا ہے البتہ اپنی طرف سے کچھ سختیاں عائد کی گئیں ہیں جن کی شریعتِ محمدیہ میں کوئی حیثیت نہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی جرابوں پر مسح کے قائل تھے، اس سلسلے میں چند حوالوں پر غور فرمائیں۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے قضائے حاجت کے بعد وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔ [الاوسط لابن المنذر:1/462، اس کی سند صحیح ہے]

اور اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سندوں کے ساتھ، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عمرو، حضرت سہل بن سعد اور حضرت ابو امامہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔

[المصنف للامام ابن ابی شیبہ:2000,1994،1992،1991،1990]

سامعین کرام......! یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ آج مسلمان اس قدر ضدی اور تقلیدی بن چکے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے واضح آثار آ جانے کے باوجود وہ اپنی ضد میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتے۔ الحمد للہ جرابوں پر مسح کے بارے میں جو مسلک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے وہی مسلک اہل حدیث کا ہے

صف بندی اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

نماز باجماعت کا مقصد ہی یہی ہے کہ تمام مسلمان باہم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوں، اس کے بغیر نماز ہی نامکمل اور ناقص ہے اور اس سلسلے میں بے شمار روایات ہیں لیکن غیر اہل حدیث صرف اور صرف اہلحدیث کی مخالفت میں پاؤں سے پاؤں ملاتے ہیں نہ ہی صفوں کو ملا کر سیدھا کرتے ہیں جب کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پاؤں سے پاؤں ملا کر، فاصلے اور شگاف کو ختم کرتے ہوئے مل کر کھڑے ہوتے۔ خادمِ رسول حضرت امام انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَقَدْ رَاَيْتُ اَحَدَنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ [سلسلة صحيحة:31، 2533 واخرجه ابن حجر فی فتح الباری]

"البتہ ہم نے دیکھا ہم میں سے ہر کوئی اپنے کندھے اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا پاؤں اپنے ساتھی کے پاؤں کے ساتھ چمٹا دیتا تھا۔"

بلکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں کہ میرے دو دانتوں کا ٹوٹ جانا زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ میں صف میں شگاف دیکھوں اور اس کو بند نہ کروں۔

[المصنف لعبدالرزاق: 2/57ح 2473، المحلی: 4/69]

سامعین کرام......! صف بندی کے مسئلے میں جو عمل اور جو مسلک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے وہی الحمدللہ آج اہل حدیث کا ہے اور یہ بات آج ماننا پڑی گی کہ اہل حدیث ہی اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سچے وارث ہیں۔

فاتحہ خلف الامام اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا لازمی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر لیا ہے اور یہ تقسیم سورۃ فاتحہ کے ذریعے ہے۔

اس موضوع پر بے شمار دلائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں میں اپنے موضوع کے مطابق امام المحدثین حضرت امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مسلک بیان کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: 'جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز ناقص ہے'۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر ہم امام کے پیچھے ہوں تو پھر کیا کریں......؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ 'سورۃ فاتحہ کو اپنے نفس میں پڑھ لیں'

[صحیح المسلم:395]

محدثِ حجاز امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ امام کے پیچھے خاموشی سے قراءت سنا کرو، بلکہ فرمایا: امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ لازمی پڑھو، البتہ اس بات کا خیال رکھو کہ تمہاری آواز زیادہ اونچی نہیں ہونی چاہیے۔

سامعین کرام......! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حد درجہ واضح اقوال کے باوجود اہلِ تقلید بضد ہیں اور وہ لوگوں کے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں جو کہ سراسر ناانصافی اور ظلم والی بات ہے۔ فاتحہ خلف الامام کے متعلق بھی جو مسلک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے وہی مسلک اہل حدیث کا ہے۔

رفع الیدین اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

رفع الیدین کا مطلب ہے دونوں ہاتھوں کو اٹھانا، نماز کے آغاز میں، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے رفع الیدین کرنا امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، ان مواقع پر رفع الیدین سے جہاں عاجزی اور انکساری کا اظہار ہوتا ہے وہاں یہ نماز کی زینت بھی ہے اور اس پر اجر وثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار روایات اس مسئلے پر

بالکل واضح ہیں لیکن آپ اس مسئلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مسلک سماعت فرمائیں:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر استاذ، مکہ مکرمہ کے مفتی اعظم حضرت عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی وہ نماز شروع کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع الیدین کرتے تھے، میں نے ان سے سوال کیا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے امیر المومنین خلیفہ اول بلا فصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، وہ نماز شروع کرتے رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ [السنن الکبریٰ: 2/73، التلخیص الحبیر: 1/219، اس کی سند صحیح ہے]

مشہور تابعی حضرت امام ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا، جب وہ نماز پڑھتے تو تکبیر کے ساتھ، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع الیدین کرتے تھے اور ساتھ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔ [صحیح البخاری: 737، صحیح المسلم: 391]

سامعین کرام......! اس موضوع پر امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شاندار رسالہ تحریر فرمایا جس میں انہوں نے خلیفہ اول سیدنا ابوبکر، خلیفہ ثانی سیدنا عمر اور خلیفہ رابع سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین سے صراحتاً ثابت کیا ہے کہ وہ رفع الیدین کیا کرتے تھے، بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ کسی صحابی سے بھی رفع الیدین نہ کرنا ثابت نہیں۔ [جزء رفع الیدین: 76]

بعض ائمہ احناف نے بھی لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ رفع الیدین منسوخ ہے وہ جھوٹا ہے، رفع الیدین کا ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ کئی لوگ صرف اور صرف اہل حدیث کی مخالفت میں رفع الیدین جیسی پیاری سنت پر عمل نہیں کرتے۔

جنازے میں فاتحہ اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

نمازِ جنازہ کی پہلی تکبیر میں سورۃ الفاتحہ پڑھنی چاہیے، مشہور تابعی حضرت طلحہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَءَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ [صحيح البخاری:1335]

''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازِ جنازہ پڑھی تو انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھی۔''

سامعینِ کرام......! نمازِ جنازہ ہے......اور اس میں فاتحہ پڑھنے والے جلیل القدر صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں......اور اس روایت کو نقل کرنے والے امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ لیکن افسوس......!

''کہ مر گیا مردود نہ فاتحہ نہ درود''

کا نعرہ لگانے والے پھر بھی اس پر عمل نہیں کرتے، جب کہ نمازِ جنازہ میں فاتحہ کے بارے میں جو مسلک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے وہی اہلِ حدیث کا ہے۔

ہر تکبیر پر رفع الیدین اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

نمازِ جنازہ کی ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنا چاہیے، یہی مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے مشہور تابعی حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ امام الاولیاء حضرت امام عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کرتے ہیں:

كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ عَلَى الْجَنَازَةِ

[المصنف للامام ابن ابی شیبۃ:3/296ح:11380، یاد رہے! اس کی سند صحیح ہے]

''آپ نمازِ جنازہ میں ہر تکبیر پر اپنے ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے۔''

سامعین کرام......! کون نہیں جانتا...... کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حد درجہ متبع سنت تھے، لیکن اس کے باوجود آپ کے مسلک کو تسلیم نہ کرنا بہت بڑی ضد اور تعصب ہے اور یہ تقلید کے کرشمے ہیں۔

رکعاتِ تراویح اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

تراویح کی مسنون تعداد مع وتر گیارہ ہے، اس مسئلے میں کئی صحیح احادیث ہیں اور مفتیانِ حرمین شریفین کا فتویٰ بھی اسی کے مطابق ہے۔

آیئے......! مسنون رکعاتِ تراویح کے بارے میں مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سماعت فرمائیں:

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔ [آثار السنن: 776] متعصب حنفی امام نیوی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ موطا امام مالک: حدیث 249، 1/114]

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً [الحاوی للفتاوی: 1/349 میں امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حد درجہ صحیح قرار دیا ہے]

''ہم فاروقِ اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں گیارہ رکعت قیام کیا کرتے تھے''

سامعین کرام......! اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین سے گیارہ رکعات صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں اور جو مسلک صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے وہی مسلک آج اہل حدیث کا ہے۔

مغرب سے قبل دو رکعتیں اور مسلکِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

مغرب کی اذان کے بعد اور جماعت سے قبل دو رکعات پڑھنا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور یہ حدیث قولی، فعلی اور تقریری ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جماعت کھڑی ہونے سے پہلے دو رکعات پڑھا کرتے تھے اور الحمد للہ آج اہل حدیث بھی پڑھتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ، صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً

''مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو! پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا: جو چاہے (پڑھ لے) پسند کرتے ہوئے کہ کہیں لوگ اس کو لازمی طریقہ نہ بنالیں۔'' [صحیح البخاری:1183]

صحابی رسول رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ

[صحیح ابن حبان:4/457(1588)

''بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی۔''

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرَانَا، فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَانَا

[بلوغ المرام-باب صلاۃ التطوع،نسخۃ دار الحدیث 123]

''ہم غروب شمس کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں دیکھتے پس نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا اور نہ ہمیں منع کیا۔''

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا مغرب کی اذان کے بعد جماعت سے قبل دو رکعتیں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل ہے۔ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سمیت کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ دو رکعات پڑھنا صحیح سند سے ثابت ہے اور ان کے پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔الحمدللہ اس پر بھی اہل حدیث کا عمل ہے کہ وہ وقت ملنے پر دو رکعتیں پڑھنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے۔

سامعین کرام......! آج یہ بات اچھی طرح آپ کے سامنے واضح ہو چکی ہوگی کہ اہل حدیث' اہل حق ہیں اور [مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ] کی اصل مصداق یہی جماعت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عملی طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیارِ ہدایت مان کر ان کا سچا وارث بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

هذا ما كان عندى والله تعالى اعلم بالصواب
ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله
واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

گستاخِ صحابہؓ کا انجام
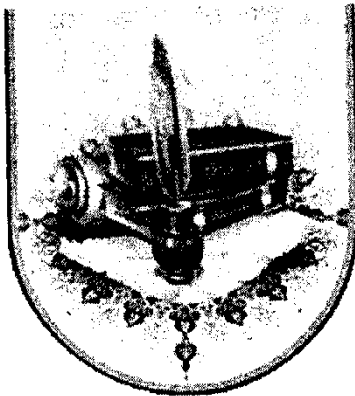
گستاخ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انجام

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ○

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ○

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا ○﴾ [احزاب:58]

”اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان کے کسی قصور کے بغیر دکھ پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھا لیا۔“

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اسلام کائنات کا سب سے پاکیزہ اور امن پسند دین ہے۔ اسلام کسی عام انسان کی تذلیل وتحقیر اور گستاخی پسند نہیں کرتا چہ جائے کہ کوئی بدنصیب شخص کائنات کے سب سے پاکیزہ اور ہدایت یافتہ لوگوں کے متعلق گستاخانہ انداز اختیار کرے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دلی محبت جزو ایمان ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا منکر اور گستاخ حقیقت میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر اور گستاخ ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل ومناقب اور مقام ومرتبہ کو اللہ بیان کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں۔ ہمارے اسلاف اپنے بچوں کو حبّ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خاص تلقین کیا کرتے تھے۔ امام اہل مدینہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

كَانَ صَالِحُ السَّلَفِ يُعَلِّمُوْنَ اَوْلَادَهُمْ حُبَّ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ كَمَا يُعَلِّمُوْنَ السُّوْرَةَ اَوِ السُّنَّةَ

[مسند ابی القاسم الجوہری:110]

''پہلے نیک لوگ اپنی اولادوں کو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی محبت اس طرح سکھاتے تھے جس طرح وہ قرآن وسنت سکھاتے تھے۔''

کیونکہ قرآن وست کے گواہ اور اس کو نقل کرنے والے اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہیں، ان کی تنقیص وتحقیر کرنا براہِ راست قرآن وسنت کا انکار کرنے کے برابر ہے۔ ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معصوم نہیں تو مرحوم ومغفور ضرور ہیں، کسی انسان کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ شاگردوں کے متعلق گستاخانہ انداز اختیار کرے۔ بتقاضہ بشریت ان سے ہونے والی غلطی اور بھول کو اچھالنا اور اسے حوالہ بنا کر ان کی شان اور مقام کو کم کرنا اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کا کام ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے:

اِحْفَظُوْنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ اور ایک روایت میں ہے اَحْسِنُوْا اِلٰی اَصْحَابِیْ "میرے صحابہ کا خیال رکھو اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ" اور مزید آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کرنے سے رک جانے کا ارشاد فرمایا۔ فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا "جب میرے صحابہ کا ذکر (ان کی شان کے خلاف) کیا جائے، پس تم رک جاؤ، خاموش ہو جاؤ۔"

[السلسلة:34,431,1116]

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت زیادہ محبت ہے، ان کو سب وشتم کرنا تو درکنار ان سے ذرہ بھر بے رخی بھی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور آپ حیران ہوں گے کہ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ایک عظیم مصلحت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کی پیشانی پر شکن آگیا، تیوڑ آگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شکن کو بھی پسند نہ فرمایا اور فوراً جبریل کے ذریعے یہ وحی نازل فرمائی: اے میرے پیارے حبیب! یہ قریش مکہ اسلام لے آئیں تو بہت خوب وگرنہ ان کی وجہ سے آپ اپنے کسی صحابی سے بے رخی نہ کریں، مجھ خدا کو آپ کے ماتھے پر آنے والی سلوٹ پسند نہیں آئی...... ! سبحان اللہ!

سامعین کرام...... ! میں رسول اللہ ﷺ کی جبین پر کائنات کی سب پیشانیاں قربان کر دوں، جب آپ ﷺ کی جبین نیاز پر صحابی کو دیکھ کر شکن آئے تو اللہ وہ پسند نہیں کرتے...... تو آج کسی بدعقیدہ، بدکردار شخص کا کسی صحابی پر تبرا کرنا اللہ تعالیٰ کو کیسے پسند ہو سکتا ہے......؟ یقیناً ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں حد درجہ لعنتی ہیں۔

سورۂ بقرہ کے دوسرے رکوع کا مطالعہ فرمالیں! جب لوگوں نے آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے وُقوف کہا تو اللہ تعالیٰ نے گستاخانِ صحابہؓ کو جواب دیتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں فرمایا: خبردار! اپنی زبانیں بند کرو، میرے پیغمبر کے صحابہ بے وُقوف نہیں بلکہ وہ اسلام کے وفادار اور جاںنثار ہیں، ان کو کم عقل کہنے والوں حقیقت میں تم ہی عقل سے پیدل اور بے وُقوف ہو۔

پیارے مسلمان بھائیو......! ہمارا عقیدہ بالکل سیدھا سادھا اور قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے، ہمارے نزدیک تمام آلِ رسول اور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کا ادب واحترام کرنے والا سچا مسلمان اور مومن ہے اور جو شخص ان پر طعن وتشنیع کرنے سے باز نہ آئے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دنیا وآخرت میں کس طرح ذلیل کرتے ہیں۔

آیئے! دلائل اور حقائق کی روشنی میں اس موضوع کو تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرنے والا بہتان تراش اور دنیا وآخرت میں ذلیل ہونے والا بہت بڑا گنہگار ہے۔ قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝﴾ [احزاب:58]

”اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان کے کسی قصور کے بغیر دکھ پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا۔“

تکلیف دینے اور گستاخی کی مختلف صورتیں ہیں، ان کے مقام ومرتبہ کو گرانا یا ان پر ناجائز تہمت لگانا یا ان کو برے انداز یا برے الفاظ کے ساتھ مخاطب کرنا یہ سب چیزیں گستاخی کے زمرے میں آتی ہیں۔

گستاخ عورت کا اندھا ہونا:

ایک عورت نے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر ناجائز تہمت لگادی حتی کہ آپ کو عدالت میں ذلیل کرنے کا ناپاک ارادہ کیا۔ مروان بن حکم کا دور خلافت تھا جب اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا تو پوچھا: کیا واقعۃً آپ نے اس عورت کی زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں اس عورت کی زمین پر قبضہ کیسے کر سکتا ہوں؟ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ [صحیح البخاری:2452]

"جس نے ظلم کرتے ہوئے ایک بالشت زمین چھینی اس کو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔"

مروان نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو باعزت بری قرار دے دیا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے بہتان تراش اور زبان دراز عورت کو توبہ نہ کرنے کی وجہ سے بددعا دی:

اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَأَعْمِ بَصَرَهَا وَاجْعَلْ قَبْرَهَا فِيْ دَارِهَا

"اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے اس کو آنکھوں سے اندھا کردے اور اس کی قبر اس کے گھر میں بنادے۔" [صحیح المسلم:4133]

یہاں یہ مسئلہ ذہن میں رکھیں جو ظالم اپنے ظلم اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے ایسے شخص کے لیے بددعا کرنا بالکل جائز اور درست ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی بددعا کو قبول کرلیا اور آپ کی گستاخی کرنے والی بدنصیب عورت آخر عمر میں اندھی ہوگئی اور ایک روز گھر ہی میں چل رہی تھی کہ اچانک گھر میں موجود کنوئیں میں گر کر ہلاک ہوگئی پھر دوبارہ اس کو وہاں سے نکالا نہ گیا۔ اللہ اکبر!

سامعین کرام......! اس واقعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نیک لوگوں پر تہمت لگانے والے دنیا ہی میں ذلیل وخوار ہو جاتے ہیں اور بالخصوص جو کائنات کے سب سے پاکیزہ اور ہدایت یافتہ لوگوں پر کیچڑ اچھالے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عبرت کا نشان بنا دیتے ہیں۔ اور سورۂ احزاب میں بھی یہی فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○﴾ [احزاب:58]

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان کے کسی قصور کے بغیر دکھ پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا۔''

گستاخی کرنے والا شخص آخر عمر میں کیسے ذلیل ہوا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا مقام مرتبہ کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے کمالات اور اعزازات سے نوازا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفے کا گورنر مقرر کیا تو بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی شکایت لگائی کہ سعد ہمیں اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا تو سعد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں تو ان کو عین سنت کے مطابق نماز پڑھاتا ہوں اور نماز کی ادائیگی میں ہرگز کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے بھی مطمئن تھے لیکن جواب سن کر مزید مطمئن ہو گئے۔ آپ نے مزید تحقیق کے لیے ایک شخص کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ کر دیا وہ مساجد میں جا کر آپ کے بارے میں رائے طلب کرتا اور ہر کوئی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں کلمہ خیر ہی کہتا۔ البتہ ایک شخص نے گستاخانہ انداز اختیار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگاتے ہوئے تین باتیں کہیں۔

فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يُقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ

''بلا شبہ سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتا، نہ برابری سے مال تقسیم کرتا ہے اور نہ ہی فیصلے میں انصاف کرتا ہے۔''

اس گستاخ شخص کی تینوں باتیں جھوٹ تھیں لیکن اس نے آپ کے مقام کو گرانے کے لیے آپ پر الزامات عائد کر دیے۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ الٰہی میں بددعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَ سُمْعَةً فَاَطِلْ عُمْرَهُ وَاَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ [صحیح البخاری:755]

''اے اللہ! اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے ریاکاری اور دکھلاوے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر اور فقر کو لمبا کر دے اور اس کو آزمائشوں میں مبتلا کر۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ گستاخ ادھیڑ عمر میں غربت کی موت مرا اور آخر عمر میں اپنی بری حرکتوں کی وجہ سے بہت زیادہ ذلیل ہوا کرتا تھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا......؟ اللہ تعالیٰ تو بڑی وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کو تکلیف دینے والے اور ان کے متعلق گستاخانہ انداز اپنانے والے بہت بڑا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہوئے ذلیل ہوتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [احزاب:58]

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان کے کسی قصور کے بغیر دکھ پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھا لیا۔''

گستاخ کے نتھنوں میں سانپ کا داخل ہونا:

ناچاہتے ہوئے گستاخی کا ارتکاب کر لینا کوئی بہت بڑی بات نہیں، انسان بھول جاتا ہے اور شیطان کے ہاتھوں استعمال ہو جاتا ہے۔ اگر بندہ اپنے کیئے پر شرمندہ ہو کر فوراً معافی اور توبہ کا راستہ اختیار کر لے تو وہ عبرت کا نشان بننے سے بچ جاتا ہے لیکن اگر وہ نیک لوگوں کی ذلیل وتحقیر اور ان کی گستاخی کو اپنا معمول بنا لے تو ایسے شخص کو اللہ جہان والوں کے لیے عبرت بنا دیتا ہے، یہی معاملہ ابن زیاد کے ساتھ پیش آیا، یہ بڑا ہٹ دھرم اور گستاخ آدمی تھا، اس بدنصیب شخص نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اس پاکیزہ چہرے کی گستاخی کی کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح وشام چوما کرتے تھے اور اس بدبخت نے اس چہرے پہ چھڑی رکھی جس چہرے پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت سے بوسے دیا کرتے تھے۔

یہ گستاخ جب بری طرح ذلیل ہو کر قتل کیا گیا تو اس کی گردن کو کوفے کی جامع مسجد میں لایا گیا، اچانک دیکھتے ہی دیکھتے تیزی کے ساتھ ایک سانپ آیا اور وہ سب گردنوں کو پھلانگتے ہوئے اس گستاخ کی گردن کے پاس پہنچا اور نتھنوں میں داخل ہو گیا، کافی دیر تک وہیں رکا رہا، پھر باہر نکلا اور غائب ہو گیا لیکن پھر تھوڑی دیر کے بعد آیا اور ساری گردنوں کو پھلانگتا ہوا عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا اور یہی عبرت ناک معاملہ تین مرتبہ پیش آیا۔ اللہ اکبر! [جامع ترمذی: 3780]

اللہ کے بندو......! اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے، جو اس کے نیک بندوں کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انکو دونوں جہانوں میں رسوا کر دیتا ہے۔ مہلت مل جانے کا مطلب کامیابی نہیں بلکہ مہلت تو صرف اس لیے ملتی ہے کہ شاید یہ بندہ گستاخانہ لب ولہجے سے باز آ جائے اور میری پکڑ سے محفوظ رہ سکے، ورنہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝ [ابراہیم:۔42-43]

''اور ہرگز نہ خیال کرو کہ اللہ اس سے بے خبر ہے جو ظالم لوگ کر رہے ہیں وہ ان کو اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ وہ سر اٹھائے بھاگ رہے ہوں گے، ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آئے گی اور ان کے دل بدحواس ہوں گے۔'' اور مزید فرمایا:

﴿ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ﴾ [دھر:31]

''اور ظلم کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔''

اور یہ دردناک عذاب کبھی دنیا میں ذلت ورسوائی کی شکل میں ملتا ہے اور کبھی قیامت کے روز جہنم کی صورت میں ملے گا۔ **اعاذنا اللہ منہ**

گستاخ کے پیچھے سانپ کا دوڑنا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امیر المومنین فی الحدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بالخصوص روایتِ حدیث اور درایتِ حدیث میں بہت ہی بلند وبالا مقام عطا فرمایا ہے۔ لیکن کئی نام نہاد فقہا اور روشن خیال آپ کی تنقیص کرنے سے باز نہیں آتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ چند لوگ دمشق کی جامع مسجد منصورہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک حنفی نوجوان آیا اور اس نے ایک مسئلہ کے بارہ میں دریافت کیا اور اس کی دلیل طلب کی۔ جواب میں مفتی صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی جو کہ اس مسئلہ میں بالکل واضح تھی۔ حنفی نوجوان روایت سننے کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہنے لگا: وہ تو غیر مقبول تھے یعنی ان کو حدیث کا صحیح فہم نہ تھا،

ان کی روایت اس مسئلہ میں قبول نہیں ہے۔ ابھی یہ گستاخانہ الفاظ اس کی زبان پر ہی تھے کہ اچانک مسجد کی چھت سے ایک بڑا سانپ نیچے گرا جسے لوگ دیکھ کر انتہائی خوف زدہ ہو گئے، حنفی نوجوان نے جب دیکھا تو اس نے دوڑ لگا دی اور سانپ بھی اس کے پیچھے دوڑ نکلا، اسی دوران لوگوں نے با آواز بلند پکار کر کہا: اے اللہ کے بندے! توبہ کر لے، توبہ کر لے، بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں، یہ اللہ کی طرف سے تیری پکڑ ہے، چنانچہ وہ فوراً توبہ تائب ہو گیا اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کیا۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سانپ غائب ہو گیا اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

[سیر اعلام النبلاء: 2/619، المنتظم: 17/106، فتاویٰ ابن تیمیہ: 4/538، حیاۃ الحیوان دمیری: 1/399، العرف الشذی: 1/238، جمال الاولیاء از تھانوی: 36، اس واقعہ کی سند روزِ روشن کی طرح صحیح ہے]

سامعین کرام......! میں یہ بات بڑے افسوس سے بیان کر رہا ہوں کہ جہاں اہل ماتم اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کی تذلیل و تحقیر کرتے ہیں اسی طرح کئی نام نہاد مقلد اپنی فقہ کو بچانے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبہ کو گرانے میں کوئی مضائقہ محسوس نہیں کرتے۔ عجیب حیرت کی بات ہے کہ فقہ حنفی کی بنیادی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ صحابی ہونے کے اعتبار سے تو زیادہ مقام رکھتے ہیں، البتہ فقہ اور علم و فضل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ ان سے زیادہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ اس طرح کے تقابل کی آخر ضرورت کیا ہے......؟ اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے کہ حنفی دیوبندی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتبے کو گراتے ہیں اور ان کی تنقیص کرنے میں ذرہ بھر شرم محسوس نہیں کرتے۔ ماضی قریب کے مشہور حنفی مقلد محمد حسین نیلوی نے جہاں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے

میں گستاخانہ لب ولہجہ اور قلم استعمال کیا ہے اسی طرح سرگودھا ہی کے محمد عطاء اللہ بندیالوی نے اپنی کتاب ''واقعہ کربلا'' میں جلیل القدر صحابی حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے بارے میں حد درجہ گستاخانہ انداز اختیار کیا ہے جو کہ کسی عام مسلمان کے لیے بھی جائز نہیں۔ ہماری بڑے ادب کے ساتھ اکابرین دیوبند کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس طرح کی باتوں کا سخت نوٹس لیں اور ایسی کتابوں کو آگ لگا کر جلادیں جن سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی کی بدبو آتی ہو۔ صحابہؓ کے متعلق گستاخانہ لب ولہجہ بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [احزاب:58]

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان کے کسی قصور کے بغیر دکھ پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا۔''

﴿وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ [دھر:31]

''اور ظلم کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔''

گستاخ صحابہؓ کی خنزیر جیسی شکل:

اللہ کے بندو......! صحابہ کوئی معمولی لوگ نہیں بلکہ کائنات کے مخلص ترین اور باوفا لوگ ہیں، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کردیا، ان کے بارے میں جو بھی گستاخانہ انداز اختیار کرتا ہے اللہ پاک اس کو ضرور بالضرور دونوں جہانوں میں ذلیل خوار کرتے ہیں۔ کئی تو دنیا میں ہی اللہ کی پکڑ میں آجاتے ہیں۔ تاریخ کی کتابوں میں سینکڑوں ایسے واقعات موجود ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے گستاخوں کو منہ کی کھانی پڑی اور بالآخر ذلیل ہوکر یہ دنیا چھوڑنا پڑی۔

اب میں آپ کے سامنے ماضی قریب کے چند سچے واقعات بیان کرتا ہوں تا کہ یہ مسئلہ آپ کے سامنے بالکل واضح ہو جائے کہ گستاخان صحابہ کے لیے اللہ کی پکڑ کتنی سخت ہے۔ ہمیں یہ واقعہ کئی شہادتوں سے موصول ہوا ہے اور میرے شیخ مکرم علامہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے کئی دفعہ مجھے یہ واقعہ سنایا ہے کہ ''حسو بلیل، جھنگ'' میں ایک بہت بڑا زمیندار رہتا جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بالخصوص اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بالعموم تذلیل وتحقیر کرتے ہوئے ان کے متعلق گستاخانہ لب ولہجہ اختیار کرتا تھا اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے ساتھ بغض کا عالم یہ تھا کہ اس بدبخت شخص نے باتھ روم میں ایسی ٹائلیں لگا رکھی تھیں جن پر ابوبکر و عمر لکھا تھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

مرنے کے بعد اس زمیندار کو عارضی طور پر دفن کر دیا گیا، چونکہ وہ بہت بڑا زمیندار تھا اور دشمنان صحابہ کے ساتھ بہت زیادہ مالی تعاون کیا کرتا تھا، پروگرام کے مطابق اس کی میت کو ایران لے جانے کا ارادہ بنا تو دوبارہ جب اس کی قبر کھودی گئی تو اس کی شکل خنزیر جیسی بن چکی تھی اور اس کے نتھنوں میں نکیل تھی۔ (لعنت اللہ علیہ)

چنانچہ فوراً مٹی ڈال کر اس کو وہیں دبا دیا گیا۔ اور قرآن بھی یہی کہتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝﴾ [احزاب:58]

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان کے کسی قصور کے بغیر دکھ پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھا لیا۔''

گستاخ صحابہؓ کا کتے کی طرح بھونکتے ہوئے مرنا:

جماعت کے ذمہ دار خطیب مولنا سید سبطین شاہ صاحب نے عظمتِ صحابہؓ بیان کرتے ہوئے اپنے خاندان کا واقعہ بیان فرمایا اور مجھے ذاتی طور پر بھی یہ بتایا کہ

میرے حقیقی ماموں شیعہ تھے، انتہائی غالی شیعہ تھے جب کوئی کتا گھر میں داخل ہوتا تو اپنی ناپاک زبان کو حرکت دیتے ہوئے کہتا تھا: ابوبکر آ گیا، عمر آ گیا (نعوذ باللہ من ذالک) ہم اس وقت چھوٹے تھے لیکن جب میرے اس ماموں پر موت کا وقت آیا تو اس کے منہ سے کتے کی طرح آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ کتوں کی طرح بھونکتے ہوئے دنیا سے چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کی وجہ سے پورے علاقہ والوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا۔ اللہ اکبر!

اور اللہ تعالیٰ بھی قرآن مجید میں برحق فرماتے ہیں کہ:

﴿وَالظَّالِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ [دھر:31]

''اور ظلم کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔''

گستاخِ صحابہؓ سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے......؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن آج بھی ذلیل ہیں اور قیامت کے روز بھی اللہ تعالیٰ کے سخت عذابوں میں مبتلا کیے جائیں گے۔

گستاخِ صحابہؓ عذابِ قبر میں:

''تلوکر'' ضلع خوشاب میں ایک گاؤں کا نام ہے، وہاں ایک بہت بڑا اصحابہؓ کا دشمن تھا، جس کا کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا اور ان پاکباز ہستیوں کو گالیاں دینا تھا۔ مرنے کے بعد جب اسے دفنایا گیا تو منہ جانب قبر کھلا رکھا گیا کیونکہ اس کا ایک بیٹا ایران میں تعلیم حاصل کرتا تھا وہ ابھی واپس نہیں آیا تھا جب وہ واپس آئے تو اپنے باپ کے چہرے کو دیکھ لے، اگلے روز جب وہ ساتھیوں سمیت اپنے گستاخ باپ کی قبر پر پہنچا تو کیا دیکھا کہ اس کی لاش کو سانپوں نے گھیر رکھا ہے اور پوری قبر میں سانپ ہی سانپ ہیں اور یہ منظر قبر پر جانے والے سب افراد نے دیکھا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

پیارے مسلمان بھائیو......! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر گستاخانہ تنقید اور ان کو گالیاں دینا اتنا بڑا سنگین گناہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسے گستاخ کو جہان بھر والوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیتے ہیں۔

آپ اپنے ملک میں دیکھ لیں کہ جو شخص بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دیتا ہے، یا ان کے متعلق گستاخانہ لب ولہجہ اختیار کرتا ہے اللہ پاک ان کو لوگوں کے سامنے ذلیل وخوار کرتا ہے، ہر سال آپ دیکھتے ہیں کہ دشمنان صحابہ سرِ عام بازاروں میں نکل کر اپنے آپ کو لہولہان کرتے ہیں، آگ کے انگاروں پر لیٹتے ہیں، خود کو سنگل مارتے ہیں......آخر کیوں......؟

کیا یہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت کا تقاضا ہے......؟

کیا یہ آل رسول رضی اللہ عنہم اجمعین سے عقیدت کا طریقہ ہے......؟

کیا حضرت زین العابدین، جعفر صادق، حضرت باقر اور حضرت نقی، تقی رحمۃ اللہ علیہم کا یہی طریقہ کار تھا............؟

ہرگز نہیں......! واللہ العظیم ہرگز نہیں......! یہ جو آپ ہر سال دیکھتے ہیں یہ صرف اور صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے دشمنی کی سزا ہے، اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ناجائز تہمتیں لگانے کا نتیجہ ہے۔ یاد رکھو! جس دل میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بغض ہوگا وہ دل ساری زندگی ضربیں اور زنجیریں کھاتا رہے گا حتی کہ آخرت کے دائمی عذاب اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، یہ اتنی بڑی سزا کیوں ہے......؟ اس لیے کہ ان ظالموں نے باکمال پاکیزہ لوگوں کی چادر کو داغدار کیا ہے، انہوں نے کائنات کے سب سے عظیم لوگوں پر تہمتیں لگائیں ہیں اور ان کے ایسے مضبوط ایمان پر شک کیا ہے کہ جس پر قرآن کے تیس پارے گواہ ہیں۔ ان کا یہ جرم بہت بڑا جرم ہے، ان کا یہ بہتان بہت بڑا بہتان ہے اور ان ہی کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [احزاب:58]

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان کے کسی قصور کے بغیر دکھ پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھا لیا۔''

﴿وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ [دھر:31]

''اور ظلم کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔''

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو آل رسول اور اصحاب رسول ﷺ کی عزتوں اور قربانیوں کا پاسبان بنائے۔ آمین

هذا ما كان عندى والله تعالى اعلم بالصواب
ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله
واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

☆❋☆❋☆❋☆❋☆
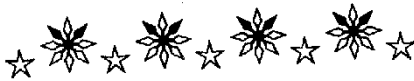
مصنف کی دیگر تصنیفات

- معجم اصطلاحات الاحادیث النبویۃ (عربی)
- معجم اصطلاحات اصول الفقہ (عربی)
- ترجمہ فوائد سلسلہ احادیث صحیحہ
- فوائد وتخریج سنن الدارمی
- منہاج الخطیب
- خوشبوئے خطابت
- کیا ہم اللہ کا ادب کرتے ہیں؟
- آپ پر سلامتی ہو
- گھر برباد کیوں ہوتے ہیں
- لعنتی کون......؟

ملاحظات و فوائد تحریر کریں

مِنھَاج الخطیب

کامیاب مبلغ، مصنف، مدرس اور مترجم کی دِلفریب کاوش

منھاج الخطیب

کامیاب مبلغ، مصنف، مدرس اور مترجم کی دلفریب کاوش

ابوالحسن عبدالمنان راسخ

دارُالقُدس

ڈسٹری بیوٹرز اینڈ پبلیشرز

الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

07321545 0300 7452985